

(جملہ حقوق محفوظ)

سالنامہ ۱۹۵۵ء

علوم اسلامی و علماء اسلام نمبر



سالنامہ

ہندوستان و پاکستان دونوں جگہ

قیمت فی کاپی تین روپیہ

سالانہ چند پاکستان و ہندوستان

آٹھ روپیہ چھ آنے (مع سالنامہ)

قیمت قسم اول فی کاپی چار روپیہ

تصانیف نیاز فختوری

نگارستان

حضرت نیاز کے بہترین ادبی مقالات اور افسانوں کا مجموعہ نگارستان نے ملک میں جو درجہ قبول حاصل کیا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کے متعدد مضامین غیر زبانوں میں نقل کئے گئے ہیں اور ان میں سے افسانے اور ادبی مقالات ایسے اضافہ کئے گئے ہیں جو پچھلے ادیشنوں میں نہ تھے اس لئے ضخامت بھی زیادہ ہے۔ قیمت چار روپیہ علاوہ محصول

ہندو مسلم نزاع کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے والی انجیل انسانیت من ویز وال

مولانا نیاز فختوری کی ہم سالہ دور تصنیف و صحافت کا ایک غیر فانی کارنامہ جس میں اسلام کے صحیح مفہوم کو پیش کر کے تمام نواح انسانی کو انسانیت کبریٰ و اخوت عامہ کے ایک رشتہ سے وابستہ ہونے کی دعوت دی گئی ہے جس میں مذاہب کی تخلیق، دینی عقائد رسالت کے مفہوم اور صحائف مقدسہ کی حقیقت پر تاریخی، علمی، اخلاقی اور نفسیاتی نقطہ نظر نہایت بلند افکار اور پر زور خطیبانہ انداز میں بحث کی گئی ہے قیمت سات روپیہ آٹھ آنے علاوہ محصول

جماران

ادبی نگار کے افسانوں اور مقالات اور ادبی کا دوسرا مجموعہ جس میں حسن قدرت خیالات و پاکیزہ زبان کے بہترین خاکہ نگاروں کے علاوہ بہت سے اجتماع معاشرتی مسائل کا حل بھی نظر آئے گا۔ ہر افسانہ اور ہر مقالہ اپنی جگہ معجزہ ادب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ادیشن میں اضافہ کئے گئے ہیں جو پہلے ادیشنوں میں نہ تھے۔ قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنے علاوہ محصول

حسن کی عیاریاں اور دوسرے افسانے

حضرت نیاز کے افسانوں کا تیسرا مجموعہ جس میں تاج اور انشا لطیف کا بہترین امتزاج آپ کو نظر آئے گا اور ان افسانوں کے مطالعہ سے آپ پر واضح ہوگا کہ نیاز کے مجموعے ہمیشہ اوراق میں کتنی دلکش حقیقتیں پوشیدہ ہیں جنہیں حضرت نیاز کی انشار نے اور زیادہ دلکش بنا دیا ہے۔ قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنے علاوہ محصول

مذہبی استفسارات و جوابات کا مجموعہ

اس مجموعہ میں جن مسائل پر حضرت نیاز نے روشنی ڈالی ہے ان کی مختصر فہرست یہ ہے (۱) اصحاب کہف (۲) معجزہ و کرامت (۳) انسان مجبور ہے یا مختار (۴) مذہب و عقل (۵) طوفان نوح (۶) حضرت کی حقیقت (۷) مسیح علم و ایمان کی روشنی میں (۸) یس و ارون (۹) سن یس کی داستان (۱۰) قارون (۱۱) سامری (۱۲) علم غیب (۱۳) دعا (۱۴) توبہ (۱۵) ایمان (۱۶) عالم برزخ (۱۷) باغ و باجین (۱۸) روت و روت (۱۹) حوض کوثر (۲۰) امام مہدی (۲۱) نور محمدی اور علی صراط (۲۲) آتش مہر و غیرہ

ترغیبات عسی یا شہوانیات (مجلد) اس کتاب میں فحاشی کی تمام فطری اور غیر فطری قسموں کے علاوہ پر نارنجی و نفسیاتی حیثیت سے نہایت شرح و بطن کے ساتھ محققانہ تبصرہ کیا گیا ہے کہ فحاشی دنیا میں کب اور کس طرح رائج ہوئی نظر ہو کر مذاہب نے اس کے رواج میں مرد کی اس کتاب میں آپ کو حیرت و اقباب نظر آئیں گے۔ نیا ایڈیشن قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنے علاوہ محصول

4143

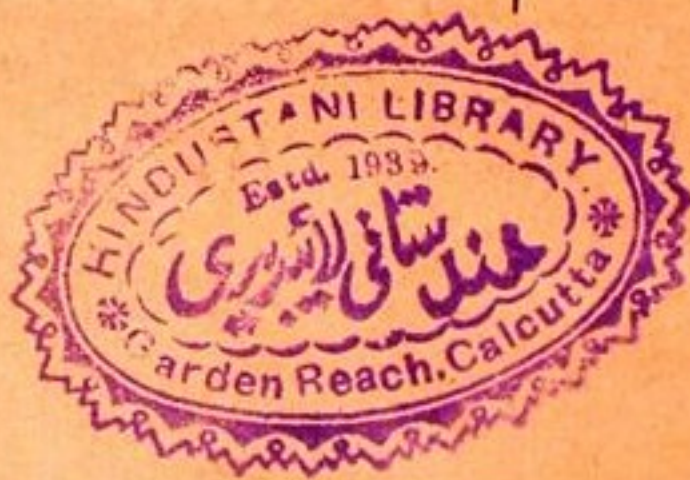
مجلہ حقوق اخذ و اقتباس و نقل و اشاعت بہ حق مرتب محفوظ ہیں

سالنامہ "نگار"

۵۵ ۱۹ ۶۰

جنوری، فروری (مشترکہ اشاعت)

علوم اسلامی و علماء اسلام نمبر



مرتب : نیاز فتحپوری

قیمت فی کاپی قسم اول : چار روپیہ

قیمت فی کاپی قسم دوم : تین روپیہ

ہندوستان و پاکستان :-



نگار

اڈیٹر: نیاز فچپوری

جلد ۶۷	فہرست مضامین جنوری، فروری ۱۹۵۵ء	شمار ۱-۲
--------	---------------------------------	----------

۴۶	فلسفہ
۴۸	کلام
۴۹	منطق
۴۹	ہیئت
۵۱	ہندسہ
۵۲	حساب
۵۳	طب و تشریح
۵۴	موسیقی
۵۵	کیمیا
۵۷	معموری و تمثیل سازی
۶۰	قص

(حصہ سوم) مشاہیر و علماء اسلام

۶۱	(الف) ابجری (ماہر فلسفہ و کلام)
۶۱	ابن ابار (محدث و مورخ)
۶۱	ابن اثیر (محدث و مورخ)
۶۱	ابن اسحاق (سیرت نگار)
۶۲	ابن ابی اصیبعیہ (طیب و تذکرہ نگار)
۶۲	ابن ابی الدنیا (ماہر ادیب)
۶۲	ابن ابی الرعای (ہیئت دان)
۶۲	ابن ابی طاہر (مورخ و ادیب)
۶۲	ابن بابویہ (شیعی محدث)

۲	فہرست
۹	ابتدائیہ
	(حصہ اول) اسلامی حکومتوں میں ترقی علوم و فنون

۱۱	عہد نبوی و خلافت راشدہ
۱۲	عہد بنی امیہ
۱۵	عہد بنی عباس
۲۳	حکومت اندلسیہ
۲۶	حکومت قرطبہ
۲۷	فاطمیوں مصر
۲۸	ابوبی خاندان
۲۹	ملوک خاندان
۳۱	ایران و ماوراء النہر کی مسلم حکومتیں
۳۳	ہندوستان کی مسلم حکومتیں

(حصہ دوم) علوم اسلامی پر ایک نظر

۳۴	قرآن
۳۴	تفسیر
۳۵	حدیث
۳۹	فہرست
۴۱	تاریخ
۴۴	جغرافیہ

۶۳	ابن باجه (فلسفی، مهندس، طبیب)	۶۳	ابن قیم (ضنبی فقیه)
۶۳	ابن بشکوال (محدث و مورخ)	۶۳	ابن کثیر (مورخ)
۶۳	ابن بطوطه (سیاح و سیاحت نگار)	۶۳	ابن ماجه (محدث)
۶۳	ابن الهنا (مهندس و هیئت دال)	۶۳	ابن مالک (محدث)
۶۳	ابن البیطار (ماهر نباتات)	۶۳	ابن مسکویه (فلسفی و طبیب)
۶۳	ابن تیمیه (فلسوف و متکلم)	۶۳	ابن المقفع (ادیب)
۶۵	ابن جوزی (محدث و فقیه)	۶۳	ابن وحشیه (ماهر کیمیا)
۶۵	ابن حاجب (محدث و فقیه)	۶۳	ابن الوردی (ادیب)
۶۵	ابن حجر (مورخ و محدث)	۶۵	ابن بیثم (فلسفی و مهندس)
۶۵	ابن حزم (مورخ و فقیه)	۶۵	ابن یونس (ماهر هیئت)
۶۶	ابن حوقل (جغرافی)	۶۵	ابو جعفر قمی (شیعی محدث)
۶۶	ابن خالویه (تذکره نویس)	۶۵	ابو جعفر (شیعی مجتهد)
۶۶	ابن خطیب (مورخ و فلسفی)	۶۵	ابو حاتم (ادیب)
۶۶	ابن خلدون (مورخ و محدث)	۶۵	ابو حنیفه (فقیه)
۶۶	ابن خلکان (مورخ و تذکره نگار)	۶۶	ابو حیان (فلسفی و فقیه)
۶۸	ابن خردادبه (جغرافی و موسیقار)	۶۶	ابو زکریا (فلسفی)
۶۸	ابن درید (ادیب و سوانح نگار)	۶۶	ابو عبیده (فقیه و متکلم)
۶۸	ابن الدیباغ (مهندس و مورخ)	۶۶	ابو العتاهیه (شاعر)
۶۸	ابن رشد (فلسفی)	۶۶	ابو العلاء المعری (فلسفی و ادیب)
۶۹	ابن رشیق (ادیب و نقاد)	۶۸	ابو علی (مهندس)
۶۹	ابن زهر (طبیب)	۶۸	ابو الفداء (مورخ)
۶۹	ابن سرج (شافعی فقیه)	۶۸	ابو الفرج (مورخ و تذکره نگار)
۷۰	ابن السکیت (نحوی و ادیب)	۶۹	ابو معشر (هیئت دال)
۷۰	ابن سعد (محدث)	۶۹	ابو نواس (شاعر)
۷۰	ابن سینا (فلسفی و طبیب)	۶۹	ابو الوفا (مهندس)
۷۱	ابن طفیل (فلسفی و طبیب)	۶۹	ابو الهذیل (معتزلی امام)
۷۲	ابن عساکر (مورخ)	۶۹	ابو هریره (محدث)
۷۲	ابن الفقیه (ماهر جغرافیه)	۸۰	ابو یوسف (فقیه)
۷۲	ابن القاضی (مورخ و مهندس)	۸۰	احمد بن حابث (معتزلی امام)
۷۳	ابن قتیبه (مورخ و ادیب)	۷۱	احمد بن حنبل (محدث و فقیه)
۷۳	ابن تغلبی (مورخ)	۸۰	ادریسی (ماهر جغرافیه)

۸۹	جوهری (سیاح)
۸۹	جوینی (ابوالمعالی) (متکلم)
۸۹	جوینی (عبدالله) (فقیه)
۹۰	(ح) حاجی خلیفه (مورخ)
۹۰	حافظ آبرو (مورخ)
۹۰	حریری (ادیب)
۹۰	حسن بن یوسف (شیعی فقیه)
۹۱	حسن بن الحفص (بهیئت دال)
۹۱	حلبی (سیرت نگار)
۹۱	حمدالله مستوفی (مورخ)
۹۱	(خ) خازن (ماهر بهیئت)
۹۱	فجندی (مهندس و بهیئت دال)
۹۱	خرقی (فلسفی و بهیئت دال)
۹۲	خطیب بغدادی (محدث)
۹۲	فلیل بن احمد (عروضی)
۹۲	فوندمیر (مورخ)
۹۲	فیاض (فلسفی، مهندس)
۹۳	(ز) دارقطنی (محدث)
۹۳	دارمی (محدث)
۹۳	دشقی (مورخ و جغرافی)
۹۳	دمیری (شافعی مفسر و محدث)
۹۳	دوانی (فلسفی صوفی)
۹۳	دیناوری (بهیئت دال)
۹۳	(و) ذبیبی (شافعی فقیه و محدث)
۹۵	(ر) رازی ابوبکر (فلسفی، مهندس، ماهر کیمیا)
۹۵	راغب (فقیه)
۹۶	رازی (احمد) (مورخ)
۹۶	رشیدالدین (مورخ و طبیب)
۹۶	(ن) زمخشری (مفسر و فقیه)
۹۶	(س) سبکی (فقیه)
۹۶	سجادندی (ابو الفضل) (ماهر تجوید)

۸۱	اسحاق بن ریحان (فلسفی و طبیب)
۸۱	اصطخری (ماهر جغرافیه)
۸۱	اصمعی (ادیب)
۸۱	انباری (ادیب)
۸۱	انس بن مالک (محدث)
۸۱	انطالی (ماهر نباتات)
۸۲	(ب) باخرزی (ادیب و تذکره نگار)
۸۲	باقلانی (متکلم)
۸۲	بریع الاسطرلابی (مهندس)
۸۲	بخاری (محدث)
۸۲	بطانی (ماهر بهیئت)
۸۲	بغدادی (فقیه و مهندس)
۸۳	بنوی (مفسر و فقیه)
۸۳	بکری (ادیب و جغرافی)
۸۳	بلذری (مورخ)
۸۳	بیزونی (ماهر بهیئت و مهندس)
۸۳	بیهاوی (مفسر)
۸۳	بیهقی ابوبکر (فقیه و محدث)
۸۳	بیهقی ابو الفضل (مورخ)
۸۳	(ت) ترمذی (محدث)
۸۳	تفاحی (ماهر جواهرات)
۸۳	تفتازانی (فقیه)
۸۵	(ث) ثعالبی (تذکره نگار)
۸۵	ثعلبی (فقیه و مفسر)
۸۵	(ج) جابر بن افطح (بهیئت دال)
۸۵	جابر بن حیان (ماهر کیمیا)
۸۵	جایز (مستزلی امام)
۸۶	جبرجانی (متکلم)
۸۶	جبرجانی (مورخ)
۸۸	جمال الدین افغانی (فلسفی و صحافی)
۸۹	جوالقی (ادیب)

۱۰۲	عیاض (محدث و مورخ)	۹۷	سجادندی (سراج الدین) (فقیه)
۱۰۲	عیسی ثقفی (نحوی)	۹۷	نرخشی (فقیه)
۱۰۷	(غ) غزالی (متکلم)	۹۷	سلیمان ثوری (فقیه و محدث)
۱۰۷	غیلان (معتزلی امام)	۹۷	سلیمان المهری (ماهر بکریات)
۱۰۷	(ف) فارابی (فلسفی)	۹۸	سمهودی (محدث و فقیه)
۱۰۸	فتح الله شیرازی (مهندس و فلکی)	۹۸	سنائی (فلسفی)
۱۰۸	قرزوق (شاعر)	۹۸	سهروردی (فلسفی صوفی)
۱۰۸	فرغانی (هیت دال)	۹۸	سیدویه (نحوی و ادیب)
۱۰۸	فیروز آبادی (لغت نویس)	۹۹	سیرانی (فقیه و محدث)
۱۰۹	(ق) قبیسی (هیت دال)	۹۹	سیدوطی (مورخ و فقیه)
۱۰۹	قدوری (فقیه)	۱۰۰	(ش) شافعی (فقیه و محدث)
۱۰۹	قزوینی ابوحاتم (شافعی فقیه)	۱۰۱	شعبی (محدث و فارسی)
۱۰۹	قزوینی حمدالله (مورخ و جغرافی)	۱۰۱	شهرستانی (فقیه و مورخ)
۱۰۹	قزوینی زکریا (جغرافی)	۱۰۱	شیبانی (نحوی)
۱۱۰	قسطلانی (محدث و فقیه)	۱۰۲	شیرازی (فقیه)
۱۱۰	قشیری (مفسر)	۱۰۲	شیرازی ابوالحسن (مهندس و هیت دال)
۱۱۰	قطبی (مورخ)	۱۰۲	(ص) صدرالدین (فلسفی و فقیه)
۱۱۰	قطب الدین (فلسفی، فلکی)	۱۰۲	صفدی (ادیب و تذکره نگار)
۱۱۱	قطرب (نحوی، معتزلی)	۱۰۳	صولی (مورخ)
۱۱۱	قفطی (مورخ)	۱۰۳	(ط) طبری (مفسر و مورخ)
۱۱۱	قلقشندی (مورخ)	۱۰۴	طیوسی (فقیه)
۱۱۱	قلیوبی (فقیه و ادیب)	۱۰۴	طنطاوی (ادیب)
۱۱۱	(ک) کاشی (مهندس و فقیه)	۱۰۴	طوسی (شیعی محدث)
۱۱۲	کرخی (مهندس)	۱۰۴	طوسی، نصیرالدین (فلسفی و منطقی)
۱۱۲	کسائی (نحوی)	۱۰۵	طیالسی (محدث)
۱۱۲	کمال الدین (مهندس و فلکی)	۱۰۵	(ع) عبدالرحمان (هیت دال)
۱۱۲	کنزی (محدث)	۱۰۵	علی بن محمد (هیت دال)
۱۱۲	(م) ماتریدی (فقیه و متکلم)	۱۰۵	علی بن طاهر (مورخ)
۱۱۳	مالک بن انس (فقیه و محدث)	۱۰۵	عمادالدین (مورخ و ادیب)
۱۱۳	مادودی (شافعی فقیه)	۱۰۶	عمار (ماهر بکریات)
۱۱۳	محمد باقر مجلسی (شیعی عالم)	۱۰۶	عمر بن عبید (معتزلی امام)

۱۲۲	البشیش (فقیه و نحوی)	۱۱۴	محمد عبده (مستکلم و صوفی)
۱۲۲	ابن جبر (محدث و فقیه)	۱۱۵	ماری (مورخ)
۱۲۲	ابن جزری (محدث و فقیه)	۱۱۵	مرفیانی (فقیه)
۱۲۳	ابن حبان (فقیه و محدث)	۱۱۵	مسعودی (مورخ و جغرافی)
۱۲۳	ابن صیب (مورخ)	۱۱۵	سلم (محدث)
۱۲۳	ابن حجر (شافعی فقیه)	۱۱۶	مطری (فقیه و ادیب)
۱۲۳	ابن حیان (مورخ)	۱۱۶	معین اسکین (محدث)
۱۲۳	ابن الدقماق (مورخ)	۱۱۶	مفضل (ادیب)
۱۲۳	ابن سعید (مورخ)	۱۱۶	مقاری (ادیب و سوانح نگار)
۱۲۳	ابن سعیده (منطقی و ادیب)	۱۱۶	مقاتل (مفسر و محدث)
۱۲۳	ابن شداد (مورخ)	۱۱۶	مقدسی (ماهر فن تعمیر)
۱۲۴	ابن ابی الرجال (شیعی فقیه و مورخ)	۱۱۶	مقریزی (مورخ)
۱۲۴	ابن ابی زرقه (محدث و فقیه)	۱۱۶	نیم (ن)
۱۲۴	ابن الفارسی (نحوی و ادیب)	۱۱۸	نسائی (محدث)
۱۲۵	ابن فرج (محدث و ادیب)	۱۱۸	نسفی (فقیه)
۱۲۵	ابن فرعون (مالکی فقیه و محدث)	۱۱۸	نشوان (مورخ)
۱۲۵	ابن الفرضی (مورخ، محدث)	۱۱۸	نظام (معتزلی امام)
۱۲۵	ابن معطی (نحوی)	۱۱۹	نمان (فقیه)
۱۲۵	ابن منظور (ادیب)	۱۱۹	نودی (شافعی فقیه)
۱۲۵	ابن واصل (مورخ)	۱۱۹	واصل بن عطا (معتزلی امام)
۱۲۵	ابن هتیا (ادیب و تذکره نگار)	۱۲۰	واقدی (محدث و فقیه)
۱۲۶	ابن هشام (نحوی)	۱۲۰	دیهب بن منبه (ماهر روایات قدیمه)
۱۲۶	ابن یاس (مورخ)	۱۲۰	هشام (شیعی فقیه و مستکلم)
۱۲۶	ابن بری (نحوی و ادیب)	۱۲۱	هروی (مالکی مفسر و محدث)
۱۲۶	ابن عبدالحکم (مورخ)	۱۲۱	یافعی (فقیه و محدث)
۱۲۶	ابن عبدربه (ادیب و تذکره نگار)	۱۲۱	یاقوت (مورخ و تذکره نگار)
۱۲۶	ابن غانم (ماهر نباتات)	۱۲۱	یعقوبی (مورخ)
۱۲۶	ابوداؤد (محدث)		
۱۲۶	ابوسعید (صوفی شاعر)		
۱۲۶	ابوشامه (مورخ و ادیب)		
۱۲۶	ابوعمر (ادیب فارسی)		
			قصه چهارم (الف)
			(الف) آلوسی (مفسر و ادیب)
			ابراهیم الموصلی (مغنی)

۱۳۳۳	سلادی (مورخ)	۱۲۶	ابوالحسن (مورخ)
۱۳۳۳	سهیل بن هارون (ادیب)	۱۲۸	ابومحنف (محدث)
۱۳۳۳	شهابالدین (مورخ)	۱۲۸	ابومعشر (مورخ)
۱۳۳۳	طلیطلی (مهندس)	۱۲۸	ابونعیم (شافعی فقیه و مورخ)
۱۳۳۴	(ع) عبدالرزاق (مورخ)	۱۲۸	احمد بابا (مورخ)
۱۳۳۴	عبدالعزیز (فقیه)	۱۲۸	احمد بن ابی داؤد (معتزلی عالم)
۱۳۳۴	عبدلطیف (فلسفی و محدث)	۱۲۸	اعمش (محدث)
۱۳۳۴	عبدالقادر (فقیه، صوفی)	۱۲۸	امین احمد رازی (مورخ)
۱۳۳۴	عبدالکریم (مورخ)	۱۲۹	(ب) پرزالی (سیاح)
۱۳۳۵	عتبی (مورخ)	۱۲۹	بونزاری (مورخ)
۱۳۳۵	علی شیرقانی (مورخ)	۱۲۹	بیهقی (مورخ)
۱۳۳۵	عمیدی (فقیه)	۱۲۹	(ت) تبریزی (ادیب)
۱۳۳۵	(و) فردوسی (شاعر)	۱۲۹	تمسانی (ادیب)
۱۳۳۶	(ق) قالی (محدث)	۱۲۹	تنوخچی (فقیه)
۱۳۳۶	قسطلانی (فقیه)	۱۳۰	(ث) ثعالبی (مورخ)
۱۳۳۶	(ک) کاشانی (بابی مبلغ)	۱۳۰	ثعالبی (مفسر)
۱۳۳۶	کاشفی (ادیب)	۱۳۰	(ج) حامی (شاعر)
۱۳۳۶	کمال الدین (مورخ)	۱۳۰	جریر (شاعر)
۱۳۳۶	(گ) گردیزی (مورخ)	۱۳۰	جمال حسینی (مورخ)
۱۳۳۶	(ل) لطف علی بیگ (تذکره نگار)	۱۳۰	جمال (مورخ)
۱۳۳۶	(م) مالک لطائی (مغنی)	۱۳۱	جنابی (مورخ)
۱۳۳۶	محمد حسن خاں (مورخ)	۱۳۱	جوینی (مورخ)
۱۳۳۶	محمد حسین تبریزی (خطاط)	۱۳۱	جیطالی (فقیه)
۱۳۳۸	محمد عبدالکریم علوی (مورخ)	۱۳۲	(خ) خفاجی (فقیه و تذکره نگار)
۱۳۳۸	مفید (شیعی عالم)	۱۳۲	خوارزمی (مجموعه نگار)
۱۳۳۸	موید فی الدین	۱۳۲	خیاط (مهندس)
۱۳۳۸	مهدی خاں (مورخ)	۱۳۲	(و) دحلان (شافعی فقیه)
۱۳۳۸	میرخاند (مورخ)	۱۳۲	دیار بکری (مورخ)
۱۳۳۹	(ن) ناصر خسرو (سیاح و مورخ)	۱۳۲	(ر) رازی (مورخ)
۱۳۳۹	نسوی (مورخ)	۱۳۲	(س) سخنون (محدث)
۱۳۴۰	نصرت الله (ادیب)	۱۳۲	سعدی (ادیب و شاعر)

۱۴۸	جیون (مفسر و فقیہ)	۱۴۸
۱۴۸	(بج) چراغ علی (مفتی و عالم)	۱۴۸
۱۴۹	(رح) عالی (شاعر و تذکرہ نگار)	۱۴۹
۱۵۰	حسن (طا) (منطقی)	۱۵۰
۱۵۰	(خ) خسرو (شاعر)	۱۵۰
۱۵۰	(و) ولد علی (شیعی مجتہد)	۱۵۰
۱۵۱	(ر) رزق اللہ شتاتی (مورخ)	۱۵۱
۱۵۱	رفیع الدین شاہ (محدث و مفسر)	۱۵۱
۱۵۱	(س) سراج الدین علی آرزو (تذکرہ نگار)	۱۵۱
۱۵۱	سلیمان ندوی (مورخ و ادیب)	۱۵۱
۱۵۲	سید احمد خاں (مفسر و مورخ)	۱۵۲
۱۵۳	سید علی بلگرامی (فاضل)	۱۵۳
۱۵۳	(ش) شبلی نعمانی (مورخ و ادیب)	۱۵۳
۱۵۴	شرر (مورخ، ادیب)	۱۵۴
۱۵۵	شروانی (مورخ)	۱۵۵
۱۵۵	(ص) صدر الدین نظامی (مورخ)	۱۵۵
۱۵۵	(ف) فرشتہ (مورخ)	۱۵۵
۱۵۵	فیضی (ادیب)	۱۵۵
۱۵۶	(م) مظہر جانجاناں (شاعر)	۱۵۶
۱۵۶	(ن) تذیر احمد (ادیب)	۱۵۶
۱۵۶	(ع) عبدالحق خیر آبادی (فلسفی)	۱۵۶
۱۵۶	عبدالحق (محدث)	۱۵۶
۱۵۶	عبدالحی (فقیہ و فلسفی)	۱۵۶
۱۵۶	عبدالعظیم (ادیب)	۱۵۶
۱۵۶	عبدالعزیز (محدث)	۱۵۶
۱۵۸	(غ) غلام علی آزاد (تذکرہ نگار)	۱۵۸
۱۵۸	(ن) نظام الدین (عالم)	۱۵۸
۱۵۸	نور اللہ (شیعی مجتہد)	۱۵۸
۱۵۸	(و) ولی اللہ (محدث)	۱۵۸
۱۶۰-۱۵۹	فہرست مشاہیر و علماء و لحاظ تاریخ	

۱۳۹	نظامی عروضی (تذکرہ نگار)	۱۳۹
۱۴۰	نظامی گنجوی (شاعر)	۱۴۰
۱۴۰	نوادہ (مفتی)	۱۴۰
۱۴۰	نور علی (مورخ)	۱۴۰
۱۴۰	(و) وصاف (مورخ)	۱۴۰
۱۴۱	(۵) ہادی سبزواری (شاعر)	۱۴۱
۱۴۱	ہمدانی ابوالفضل (شاعر)	۱۴۱
۱۴۱	ہمدانی ابو محمد (ادیب)	۱۴۱
۱۴۱	یا قوت مستعصمی (خطاط)	۱۴۱
۱۴۲	یحییٰ بن علی (مفتی)	۱۴۲
۱۴۲	یحییٰ بن عبد اللطیف (مورخ)	۱۴۲

حصہ چہارم (ب)

ہندوستان کے بعض مشاہیر علماء

۱۴۳	(الف) ابوالکلام (مفسر و ادیب)	۱۴۳
۱۴۴	آزاد (محمد حسین) (مورخ و ادیب)	۱۴۴
۱۴۴	ابوالفضل (مورخ و ادیب)	۱۴۴
۱۴۵	احمد علی عباس (فلسفی)	۱۴۵
۱۴۵	ارشاد حسین (فقیہ)	۱۴۵
۱۴۵	اسماعیل شہید (مجاہد)	۱۴۵
۱۴۶	اشرف علی (فقیہ)	۱۴۶
۱۴۶	اقبال (فلسفی، شاعر)	۱۴۶
۱۴۶	امداد اللہ (فقیہ و محدث)	۱۴۶
۱۴۶	(ب) بحر العلوم (محدث و فقیہ)	۱۴۶
۱۴۶	بایونی (مورخ)	۱۴۶
۱۴۶	برنی (مورخ)	۱۴۶
۱۴۶	بیاری (فقیہ)	۱۴۶
۱۴۶	(ت) حسین (ادیب)	۱۴۶
۱۴۸	(ث) شنار اللہ (مفسر و فقیہ)	۱۴۸
۱۴۸	(ج) جلیل بلگرامی (محدث و فقیہ)	۱۴۸

علوم اسلامی

اور

علماء اسلام

”تھار“ کی اس خاص اشاعت کا مقصد اردو دال طبقہ کو عالم اسلامی کے ان ماہرین علوم و فنون سے روشناس کرنا ہے۔
ابتدائیہ جو اپنے بعد کوئی نہ کوئی قابل ذکر علمی یادگار چھوڑ گئے ہیں

مسلمانوں میں علوم و فنون کی ترقی، عہد بنی امیہ سے شروع ہوتی ہے، عہد بنی عباسیہ میں اس کا عروج ہوتا ہے، اور پھر اس کا سلسلہ ایک طرف اندلس، مصر، تیونس، مراکش و الجزائر تک وسیع ہو جاتا ہے، دوسری طرف ایران و ماوراء النہر تک۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ یہ ذوق کم ہو کر پچھلیں صدی ہجری کے بعد تقریباً ختم ہو جاتا ہے

ہر چند مسلمانوں کی حکومت اس کے بعد بھی شام، عراق، مصر و حجاز میں باقی رہی بلکہ مشرق میں وہ افغانستان و ہندوستان تک وسیع ہو گئی اور مغرب میں وسطیورپ تک، لیکن ترقی علوم و فنون کا وہ اجتہادی دور پھر نہ آیا

گو اس کے بعد بھی ایران و ماوراء النہر کے بعض مسلم حکمران خاندانوں میں علماء و سلف کے کارناموں کی کچھ کچھ جھلک نظر آتی ہے، لیکن ہندوستان نے باوصف اس کے کہ یہاں مسلمانوں کی حکومت تقریباً سات سو سال تک قائم رہی ”دو چار کے سوا کوئی قابل ذکر مفکر و عالم پیدا نہیں کیا۔ اس کا ایک سبب تو یہ تھا کہ پٹھان اور تغل سرت تموار کے دھنی تھے اور علوم و فنون کی طرف ان کا طبعی میلان کم تھا۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ یہاں ابتدائی سے عالم کا مفہوم بہت غلط سمجھ لیا گیا تھا اور عام طور پر عالم اسی کو کہتے تھے جو روایتی علوم مذہبی کا جاننے والا ہو، جس نے تفسیر، حدیث، فقہ کی چند مخصوص کتابیں پڑھ لی ہوں اور شرعی نقطہ نظر سے حلال و حرام کے مسائل بتا سکتا ہو۔ علوم و فنون کے سلسلہ میں فلسفہ، منطق، ریاضی و طبیعت وغیرہ کی ان چند کتابوں کو سبقتاً سبقتاً پڑھ لینا جو علماء سلف لکھ چکے تھے کافی سمجھا جاتا تھا۔ رہی تصنیفی حیثیت سو وہ محض صرف و نحو، قرآن و حدیث تفسیر و فقہ اور معقولات کی چند کتابوں کی شرح و حاشیہ نگاری تک محدود تھی۔ اس دور میں چند مورخین ضرور پیدا ہوئے۔ لیکن ان میں بھی اکثر وہی تھے جنہوں نے قدیم موضوعات کی کتابوں سے استفادہ کیا اور خود کسی مورخانہ تحقیق و کاوش سے کام نہیں لیا

اس نے اس تذکرہ کو پچھلیں صدی ہجری سے آگے نہ بڑھنا چاہئے تھا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس سلسلہ میں ان علماء کو بھی لے لیا ہے۔ جو دائرہ تقلید میں رہنے کے باوجود اچھی فکر و نظر رکھتے تھے اور جنہوں نے بعض تصانیف بھی اپنے بعد چھوڑیں

یہ سالنامہ چار حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں مسلم حکومتوں کو سامنے رکھ کر بتایا گیا ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ، بنو عباس، اموی، اندلس، فاطمیین، مصر، ایوبیہ اور ملوک اسلامیین نے ترقی علوم و فنون میں کیا حصہ لیا، اس کے بعد طاہری، صفاری، سامانی، خزرجی، بویہ، سلجوقی اور خوارزم شاہی

خاندانوں کا ذکر کرتے ہوئے اس سلسلہ کو ہندوستان کی مغل حکومتوں پر ختم کر دیا گیا ہے
دوسرے حصہ میں علوم و فنون کو سامنے رکھ کر ان کی تدریجی ترقی پر گفتگو کی گئی ہے۔ تیسرے حصہ میں خاص خاص اکابر فضل و کمال کا ذکر کیا گیا ہے
جو صحیح معنی میں مفکرانہ حیثیت رکھتے تھے، اور چوتھے حصہ میں علماء و ہند اور ان علماء کو رکھا گیا ہے جن کا ذکر تیسرے حصہ میں نہیں پایا جاتا

علماء کا صحیح زمانہ متعین کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے، پھر بھی بعض کی تاریخ ولادت و وفات معلوم نہیں ہو سکی۔ یہ سلسلہ سوانح صرف
انہیں حالات و واقعات کو لیا گیا ہے جو زیادہ تر علمی خدمات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ان کی اہم تصانیف کی بھی فہرست دیدی گئی ہے تاکہ یہ
معلوم ہو سکے کہ کونسی تصنیف کس موضوع پر کس وقت و کس وقت کی گئی
ہر شخص کے تذکرہ کے ساتھ اخیر میں یہ سلسلہ حوالہ جات یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ اس کے متعلق مزید معلومات کن کن کتابوں سے حاصل ہو سکتی ہیں

میں نے اس تذکرہ میں عام طور پر مصوفیوں، شاعروں، اور ادیبوں کو شامل نہیں کیا، لیکن بعض جو خاص اہمیت رکھتے تھے، یا جنہوں نے
کوئی قابل ذکر علمی یا فنی خدمت انجام دی ہے، ان کو لے لیا ہے فن کاروں میں بھی صرف انہیں کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنی مہارت فن کے لحاظ سے
غیر معمولی شہرت کے مالک تھے

آخر میں مجھے ایک بات اور عرض کرنا ہے، وہ یہ کہ اس سالنامہ کی تحریر و تدوین کا ذمہ دار صرف میں ہوں اور تنہا ایک شخص کے کام میں
غلطی و غور گزاشت کا امکان زیادہ ہوتا ہے، اس لئے اگر کسی جگہ کوئی قابل اصلاح بات آپ کو نظر آئے تو مجھے اس سے ضرور آگاہ کر دیجئے

اس سالنامہ کی تحریر و تدوین میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ چند اہم تصانیف کے نام یہ ہیں:-

(۱) تاریخ الکامل	(۱۲) خطہ	(۱۳) کتاب البلدان	(۱۴) اسلامی ہند	(۱۵) تذکرہ علماء ہند	(۱۶) تذکرہ علماء و فنکار	(۱۷) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام	(۱۸) انسائیکلو پیڈیا آف بڑانیکا	(۱۹) ہسٹری آف عربیں	(۲۰) ”نگار“	(۲۱) مجموعہ استفسار و جواب
(۲) تاریخ المرسل والملوک	(۳) کتاب البعر	(۴) وفیات الاعیان	(۵) مروج الذهب	(۶) عقد الفرید	(۷) اخبار الطوال	(۸) حسن المنظر	(۹) کتاب الانانی	(۱۰) عیون الاخبار	(۱۱) فتوح البلدان	
(۱۲) ابن اثیر	(۱۳) طبری	(۱۴) ابن خلدون	(۱۵) ابن خلکان	(۱۶) مسعودی	(۱۷) ابن عبد البر	(۱۸) دیناوری	(۱۹) جلال الدین سیوطی	(۲۰) ابوالفرج اصفہانی	(۲۱) ابن فقیہ	(۲۲) بلاذری
(۱) مقرر نوی	(۲) یعقوبی	(۳) نیاز	(۴) رحمن علی	(۵) لوزاک	(۶) بیل	(۷) فلیپ حتی	(۸) جوبلی نمبر	(۹) نیاز		

(حصہ اول)

اسلامی حکومتوں میں علوم و فنون کی ترقی

(عہد نبوی و خلافت راشدہ)

۴۰
۶۶۵۶ تک

ظہور اسلام سے پہلے جزیرہ نمائے عرب شدید پستی و تاریکی میں مبتلا تھا۔ وہاں کی آبادی بالکل جاہل تھی اور اپنے کردار و اطوار کے لحاظ سے ایسے بچس انسانوں کی آبادی تھی جو صرف گوشت و پوست سے پیدا ہونے والے جذبات کی حفاظت و تسکین کو حیات انسانی کا تنہا مقصد سمجھتی تھی۔ ذہنی حیثیت سے وہ شاعری، علم الانساب اور قصہ گوئی کے علاوہ کسی دوسری چیز سے واقف نہ تھے۔ جب رسول اللہ مبعوث ہوئے اور آپ نے اپنی قوم کی ذہنی و اخلاقی پستی کا مطالعہ کیا تو آپ نے اس انحطاط کے اسباب پر غور کیا اور ان کو دور کرنا اپنی زندگی کا تنہا نصب العین قرار دیا۔

پھر یہاں اس تفصیل کا موقع نہیں کہ آپ نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے کتنے مصائب برداشت کئے اور کیا کیا تدابیر اختیار کیں، لیکن موضوع زیر بحث کے پیش نظر اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ منجملہ دیگر ذرائع اصلاح کے آپ نے ایک بڑا ذریعہ حصول علم کو بھی قرار دیا۔ یہاں تک کہ آپ نے ”طلب علم“ کو ہر مسلمان مرد و عورت کا فرض قرار دیا۔ اور جب جنگ بدر میں بہت سے قیدی ہاتھ آئے تو آپ نے صرف اس شرط پر ان کی رہائی کا وعدہ کر لیا کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں گے۔

یہ تھی علم کی سب سے پہلی آواز جو عربستان میں بلند ہوئی اور جس کی بنیاد پر آگے چل کر مسلمانوں نے علم و فضل کی بڑی بڑی عظیم الشان عمارتیں قائم کیں۔

رسول اللہ کے بعد حضرت ابوبکر (خلیفہ اول) کا عہد شروع ہوا لیکن وہ بہت کم رہا اور آپ کو زیادہ تر فتنہ ارتداد کے استیصال کی طرف متوجہ رہنا پڑا۔ خلیفہ دوم نے نسبتاً زیادہ طویل زمانہ پایا اور باوجود اس کے کہ آپ کو اپنے وقت کا زیادہ حصہ انتظامی امور میں صرف کرنا پڑتا تھا۔ آپ اپنی قوم کی ذہنی و تمدنی ترقی کی طرف سے غافل نہیں رہے چنانچہ عدالت کا ہوں اور دفاتر کا قیام، فوج کی تنظیم، مردم شماری اور ڈاک کا انتظام، بچوں کی تعمیر جنگی کا اجراء کے مسکوک کرنا اور تاریخ اسلام لکھنے کا آغاز آپ ہی کے عہد میں ہوا۔

خلیفہ ثالث حضرت عثمان کے زمانہ میں فتوحات کا سلسلہ زیادہ وسیع ہو گیا۔ اس نے مسلمانوں کی توجہ زیادہ تہذیبی و سیاسی کی طرف مبذول رہا اسی کے ساتھ بنو امیہ کے برسر اقتدار آجھلنے کی وجہ سے باہمی اختلافات بھی رونما ہو گئے اور حضرت عثمان کو وہ اطمینان حاصل نہ ہو سکا جو خالص علمی خدمات کے لئے ضروری ہے۔ اس کے بعد جب حضرت علی کی خلافت شروع ہوئی تو قبیعین اسلام کے دو ٹکڑے ہو چکے تھے اور ملک میں کافی فتنہ و انتشار پیدا ہو گیا تھا، پھر بھی آپ خدمت علم کی طرف سے غافل نہ رہے اور آپ نے الاسود الدؤلی کو عربی زبان کے قواعد مرتب کرنے کی طرف متوجہ کیا۔

خلافت راشدہ کے بعد جب بنو امیہ کا عہد شروع ہوا اور اسلامی فتوحات زیادہ وسیع ہو گئیں تو مذہب اسلام نے ”امارت“ کی صورت اختیار کر لی اور علوم و فنون کی طرف بھی توجہ شروع ہوئی۔

عہد بنی اُمیہ

(۶۶۱ء سے ۷۵۰ء تک)

بنو اُمیہ کے زمانہ میں بصرہ اور کوفہ جس کی آبادی تبارقی آسانیوں کی وجہ سے ۱۰ لاکھ تک پہنچ گئی تھی، ذہنی تحریکوں کا مرکز تھے، یہاں سب سے پہلے عربی زبان اور اس کے قواعد کی طرف توجہ کی گئی، کیونکہ غیر قوموں کو جو اسلام لے آئی تھیں، قرآن کی افہام و تفہیم کے لئے عربی زبان سے واقف کرنا ضروری تھا، اس لئے بصرہ اور کوفہ دونوں نہ صرف ادبیات و لغت نویسی بلکہ حدیث و فقہ کی تعلیم کا بھی مرکز بن گئے۔ مسلمانوں میں تاریخی ذوق اول اول رسول اللہ کی سیرۂ نگاری اور احادیث نبوی کی جستجو کے سلسلہ میں پیدا ہوا۔ اور تمام ان روایات اور حکایات کے جمع کرنے کی کوشش شروع ہوئی جو قدیم ملوک عرب سے تعلق رکھتی تھیں، ان قدیم روایات کے عالموں میں ”عبد بن شریہ“ خاص شہرت کے مالک تھے جنہوں نے امیر معاویہ کی خواہش پر ان روایات کو الملوک و اخبار المائنین کے نام سے مدون کیا۔ عہدہ کے علاوہ ان روایات کے عالم ذہب ابن مقفعہ اور کعبہ الاحبار بھی تھے جن کی سرپرستی امویوں نے کی۔ اس سے یہ فائدہ تو یقیناً ہوا کہ ”ایام عرب“ کی روایات یکجا جو گئیں لیکن اسی کے ساتھ ایک نقصان (اور غالباً بہت بڑا نقصان) یہ بھی ہوا کہ یہ قدیم روایات احادیث نبوی میں بھی داخل ہو گئیں اور مسلمانوں کے مذہبی لٹریچر میں ان کا اچھا خاصہ ذخیرہ شامل ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کہ نو مسلم عجمی قومیں جو عقاید اسلامی کو عقلی حیثیت سے بھی سمجھنا چاہتی تھیں ان کے دلوں میں شکوک و ادھام پیدا ہونے لگے اور آخر کار عہد امویوں ہی میں ایک شخص واصل بن عطاء پیدا ہو گیا جو اعتزال کا بانی سمجھا جاتا ہے، واصل، حسن بصری کا شاگرد تھا۔ لیکن بعد کو وہ مسئلہ جبر و قدر میں اپنے استاد سے منحرف ہو گیا اور اس نے قرآن و عقاید کی تبلیغ شروع کی۔ گویا فلسفہ مذہب یا اعتزال کی پہلی تحریک تھی جو مسلمانوں میں رونا ہوئی اور اس نے اتنی مقبولیت حاصل کی کہ خود خاندان بنی اُمیہ کے دو فرمانروا معاویہ ثانی اور یزید ثالث، قدریہ مسلک کے پیرو ہو گئے۔ بعد کو معتزلیوں نے چند اور اضافے اپنے عقاید میں کئے جن کی تفصیل آپ کو ائمہ معتزلیں کے حالات میں ملے گی) اور آگے چل کر عہد عباسیہ میں یہ جماعت انتہائی عروج کو پہنچ گئی

عہد بنی اُمیہ میں مسیحی، یونانی، یہودی روایات بھی اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ روایات سب سے پہلے سینٹ جان کے ذریعہ سے منتقل ہوئیں جس کو عہد بنی اُمیہ میں بڑا رونق حاصل تھا

قدریہ جماعت کے علاوہ ایک اور جماعت نیم سیاسی نیم مذہبی خواجه کی بھی اسی زمانہ میں پیدا ہو گئی اور تین صدی تک یہ فتنہ خون کی ندیاں بہاتا رہا۔ ایک تیسری جماعت مرجئہ کی پیدا ہوئی (جس کے بڑے زبردست حامی ابوحنیفہ تھے) اور شیعی مسلک نے بھی اچھی طرح جڑ پکڑ لی۔ الغرض مذہب کے باب میں ذہنی آزادی عہد بنو اُمیہ میں کافی ترقی پا گئی

امویوں کے عہد میں ”خطابت“ اپنے پورے عروج پر تھی اور خطیبوں کی مدد سے کافی پروگنڈا کیا جاتا تھا۔ اس عہد کے خطبات اپنی ادبی خوبیوں کے لحاظ سے جواہر ادب میں شمار کئے جاتے ہیں

خطابت و شاعری اس عہد میں عرب شاعری نے ایک دوسری کڑوٹ لی وہ یہ کہ اس سے قبل عرب شاعری صرف قصائد پر مشتمل تھی، لیکن عہد امویوں میں

خالص عشقہ شاعری بھی شروع ہوئی۔ اس عہد میں اس رنگ کا سب سے بڑا شاعر عمر ابن ابی ربیعہ تھا جسے امرؤ القیس کا ہم رتبہ سمجھا جاتا ہے۔ ایک اور نامور غزل گو شاعر مجمل بھی پیدا ہوا لیکن چونکہ وہ ”افلاطونی“ محبت کا قائل تھا۔ اس لئے اس کے اشعار میں جذباتی پہچان نہیں پایا جاتا۔

اس زمانہ میں سیاسی شاعروں کی بھی بنیاد پڑی۔ اور اس کی ابتدا سکین الداری سے ہوئی جس نے یزید کی نامزدگی خلافت پر بڑی معرکہ کی نظم لکھی، ان کے علاوہ فرزدق و جریر بھی اس عہد کے دو بڑے مشہور شاعر تھے۔ جن میں اہم سخت فنی رقابت پائی جاتی تھی۔

تعلیم عربوں میں بچوں کو زبان سیکھنے کے لئے بدوی قبائل میں بھیج دیا جاتا تھا اور یہ دستور عہد بنی امیہ میں بھی جاری رہا۔ بعد کو شہری خاندانوں کے بچوں کے لئے مودب یا ”تالیق“ بھی رکھے جانے لگے جو فنون سپہ گری اور اخلاقی تعلیم کے بھی ذمہ دار ہوتے تھے۔ عوام کی تعلیم کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا صرف مساجد میں قرآن و حدیث کا درس ہوتا تھا۔

علوم حکمیہ عہد بنی امیہ میں علوم حکمیہ میں زیادہ تر طب اور کیمیاء کی طرف توجہ کی گئی۔ علم طب عربوں نے یونانیوں سے اور اس سے کچھ کم ایرانیوں سے حاصل کیا، دربار بنی امیہ میں زیادہ تر سیاحی اطباء پائے جاتے تھے اور انھیں سے یہ فن عربوں نے سیکھا۔ خالص عرب نژاد ماہر طب میں الحارث نے بڑی شہرت حاصل کی۔

علم الکیمیاء کی طرف سب سے پہلے معاویہ ثانی کے بیٹے خالد کو توجہ ہوئی۔ اس نے اس فن کی متعدد کتابیں یونانی، قبطی زبانوں سے عربی زبان میں ترجمہ کرائیں۔

مُصَوِّرِی و نقاشی اسلام میں کسی جائزہ کی شبیہ بنانا حرام تھا اور خلفاء راشدین کے عہد میں اس کی سخت پابندی تھی لیکن عہد بنی امیہ میں اس کی پروا بہت کم کی گئی چنانچہ قصر عمرہ میں جو نقاشیاں پائی جاتی ہیں ان میں نہ صرف جانوروں کی تصویریں ہیں بلکہ عریاں رقص کرنے والیاں بھی دکھائی گئیں ہیں۔

موسیقی قبل از اسلام عرب میں چار قسم کی موسیقی رائج تھی، مذہبی، فوجی، کاروانی اور عشقیہ۔ مذہبی موسیقی کی مثال تودہ ہے جس سے حج کے زمانہ میں تلبیہ (لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ) کہتے وقت یا قرأت قرآن میں کام لیا جاتا ہے (اسے انشاد بھی کہتے ہیں) کاروانی نغمہ وہی ہے جسے صدی خوانی کہتے ہیں اور بکر جزد اسی سے نکلتی ہے۔ سازوں میں حجاز کے اند دق، قصبہ (بانسری) زمر یا زمار (انفوزہ) اور کمال سے منڈھا ہوا عود (جسے وہ مزہر کہتے) رائج تھے، یہ خالص عربی ساز تھے۔ لیکن بعد کو رسول اللہ کے عہد تک ملوک غسان کے دربار تک یونانی موسیقی کے اثرات پہنچ چکے تھے۔ حیرہ میں ایرانی عود کا استعمال ہونے لگا تھا جسے بعد کو اہل حجاز نے بھی لے لیا۔ کچھ دنوں کے بعد ایرانی (بانسری) بھی یہاں پہنچ گئی۔

عہد جاہلیت کے تمام شعراء اشعار ایک خاص لحن کے ساتھ پڑھتے تھے لیکن جس چیز کو گانا کہتے ہیں وہ صرف عورتوں کے لئے مخصوص تھا۔ رسول اللہ نے شعرو غنادوں کے رواج کو روکا۔ محض اس لئے کہ ان دونوں کا جاہلیت کی قدیم مذہبی رسموں سے بہت تعلق تھا۔ اور یہ احتراز خلیفہ ثانی کے وقت تک باقی رہا۔ لیکن بعد کو عہد عثمان غنی میں یہ کم ہوا اور نغمہ و ساز کی ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ تال (ایقاع) کا رواج بھی شروع ہوا، اس نوع کی بلند و شایستہ موسیقی کو ”غنا و الرقیق“ کہتے تھے۔

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ پیشہ کی حیثیت سے گانا محورتوں کے لئے مخصوص تھا۔ لیکن اب مخندوں میں بھی رائج ہو گیا تھا جو گانے کے وقت عورتوں کی طرح بھاؤ بتاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ طوئیں ساکن مدینہ، عہد اسلام کا پہلا مغنی تھا جس نے ساز اور تال کی پابندی کے ساتھ گانے کی ابتدا کی۔

طوئیں نے اپنے بعد بہت سے شاگرد چھوڑے جن میں ابن سرہج نے خاص شہرت حاصل کی، یہ ترک نژاد مولیٰ (آزاد کیا ہوا غلام) تھا اور جناب سلیم بن حنین اس کے گانے کو بہت پسند کرتی تھیں۔ اس نے اپنے استادوں میں سعید ابن مسباح (ایک حبشی مولیٰ) کا بھی نام لیا ہے۔ یہ مکہ کا پہلا اور عہد امویین کا سب سے بڑا مغنی تھا۔ جس نے شام و فارس کا سفر کر کے وہاں کی موسیقی کو سیکھا اور پھر وہاں کے نغموں کو عربی میں نقل کیا۔

کیا۔ سب سے پہلے اس نے عرب میں موسیقی کے اصول مرتب کئے اور قبل اسلام کی کلاسیکل موسیقی کو زندہ کیا۔ سعید کا دوسرا مشہور شاگرد فریقی تھا یہ جناب سکینہ کا غلام تھا۔ اس نے ابن سرتج سے بھی موسیقی کی تعلیم پائی تھی۔ ان کے علاوہ دو اور ماہر موسیقی اس زمانہ میں پیدا ہوئے ایک ایرانی النسل ابن محرز جو عرب کا پہلا سناج (جلاجل یا جعاجعہ بجانے والا) سمجھا جاتا تھا۔ دوسرا مرثیہ کا ایک مخلوط النسل شخص معتبر و تکرید اول، یزید ثانی اور ولید ثانی کے درباروں کا مشہور مغنی تھا

گائے والیوں میں جمیلہ اس وقت کی ملکہ موسیقی سمجھی جاتی تھی اس کا گھر مکہ و مرثیہ کے تمام مغنیوں کا مرکز تھا جہاں موسیقی کے جلے بڑے اہتمام سے ہوتے تھے اور مشہور شعراء وقت (مثلاً عمر ابن ربیعہ وغیرہ) بھی ان میں شرکت کرتے تھے۔ یزید ثانی کی دو نہایت محبوب کنیزیں (حبایہ اور سلامہ) جمیلہ ہی کی شاگرد تھیں۔ جمیلہ کا ایک بڑا عجیب کا نامہ یہ ہے کہ ایک بار وہ حج کے لئے اس شان کے ساتھ نکلی کہ شاعروں، مغنیوں اور ان کے مداحین کی ایک بڑی جماعت زرق برق لباس میں آڑستہ گھوڑوں پر سوار اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ مرثیہ میں اس وقت موسیقی کا ذوق اس قدر عام ہو گیا تھا کہ امراء و اعیان کے ہاں برابر اس قسم کے جلے ہوتے رہتے تھے اور لوگ نہایت شوق سے اس میں شرکت کرتے تھے

سازوں میں اس وقت کھال سے منڈھے ہوئے عود، مغرافہ (مفراب سے بجایا جانے والا ساز از قسم سرود) قصبہ (بائسری) مزمار الفلوی اور بوق (بگل) سنج، جعاجعہ، جلاجل اور طبل کا رواج عام تھا۔ موسیقی کا ذوق لوگوں میں اتنا بڑھ گیا تھا کہ جب عرق کا مشہور مسی مغنی حنین الخیری جناب سکینہ کے مکان پر اپنے فن کے مظاہرہ کے لئے آیا تو سامعین کے ہجوم سے دہلیز کی چھت نیچے آ رہی اور حنین دب کر مر گیا۔ حج کے موقع پر جب اجتماع ہوتا تو عازمین حج حجاز کے مغنیوں کا گاتا بڑے شوق سے سنتے۔ خاص خاص موقعوں پر کارواں کے ہمراہ مغنیوں کی بھی ایک جماعت ساتھ ساتھ چلتی تھی

ایک بار عمر ابن ابی ربیعہ جو اپنے وقت کا بہترین شاعر تھا، قافلہ کے ساتھ حج کے لئے گیا تو ابن سرتج (مغنی) بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس نے عمر کے چند اشعار ایسے سخن کے ساتھ گائے کہ لوگ بعض ارکان حج ادا کرنا بھول گئے

الغرض بنو امیہ کے عہد میں مکہ اور مدینہ موسیقی کے مرکز تھے اور دربار امویین کی رونق انہیں شہروں کے گویوں پر قائم تھی۔ شعور موسیقی اور شراب تینوں اس عہد کی محافل نشاط کا ضروری جزو بن گئی تھیں اور مذہبی علماء کے احتساب کو لوگوں نے بالکل پس پشت ڈال دیا تھا۔ یزید اول (امیر معاویہ کا بانشین) خود اچھا مغنی تھا اور اس کے دربار میں بڑے بڑے جشن ہوتے تھے جن میں شراب و شاہد و غنا کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ عبدالملک حجاز کے مغنی ابن مسباح کا بڑا قدر داں تھا۔ اس کے بیٹے الولید نے (جو علوم و فنون کا بڑا قدر شناس تھا) جس وقت ابن سرتج اور معتبر کو اپنے دربار میں طلب کیا تو ان کی پذیرائی امراء کی طرح کی۔ حبایہ اور سلامہ اسی کے دربار کی گائے وایاں تھیں۔ ہشام حنین الخیری کا بڑا قدر داں تھا اور ولید ثانی تو خود بہت اچھا مغنی تھا اور عود بجانے میں بھی بڑی جہارت رکھتا تھا۔ اس کے عہد میں نغمہ و سرود اور عیش و نشاط کا چرچا اس حد تک پہنچ گیا کہ جبہ عباسیوں نے امویین کے خلاف پروپیگنڈا شروع کیا تو ایک بہت بڑا الزام یہ بھی قائم کیا کہ بنو امیہ کی حکومت ملاہی و مناہی اور فسق و فجور کی حکومت ہے جسے جلد از جلد ختم ہو جانا چاہیے۔ حالانکہ آگے چل کر خود خلفاء بنی عباس کے عہد میں ”نغمہ و سرود“ کی جتنی قدر ہوئی وہ بنو امیہ کے خواب و خیال میں بھی نہ آ سکتی تھی۔



عہد بنی عباس

(۱۲۶ھ سے ۶۵۶ھ تک)

عہد بنی عباس، اسلام کا دور زریں سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس وقت مشرق سے لے کر مغرب تک مسلمانوں کی ایک عظیم الشان سلطنت قائم ہو گئی تھی بلکہ اس لئے بھی کہ اس زمانہ میں علوم و فنون کی ترقی انتہائی عروج پر پہنچ گئی تھی یہاں تک کہ خود یورپ کا نشاۃ الثانیہ (RENAISSANCE) اسی کا ممنون ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں میں علوم و فنون اول اول یونان، فارس، ہندوستان اور چین کے لٹریچر سے متاثر ہوئے لیکن بعد کو خود انھوں نے بہت اضافہ کئے، یہاں تک کہ ان کے کارنامے بطور سند کے پیش کئے جانے لگے اور یہ کہنا قطعاً غلط نہ ہوگا کہ اگر یونان کے علوم قدیمہ کو اہل عرب زندہ نہ کرتے تو آج یورپ کی تاریخ کچھ اور ہوتی اور اس کا عہد ظلمت شاید اس وقت تک ختم نہ ہوتا۔

طب مسلمانوں نے سب سے پہلے طب کی طرف توجہ کی اور یونان کی تمام اہم تصانیف کا عربی میں ترجمہ کیا۔ لیکن بعد کو بنی عباس کی قدر وانیوں نے ریسرچ کا شوق بھی پیدا کر دیا اور بجائے ترجمہ کے تصانیف کا دور شروع ہو گیا۔ چونکہ عراق گرم ملک ہے اور وہاں امراض چشم میں لوگ زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے اسی طرف توجہ کی گئی اور اس فن پر کتابیں لکھی جانے لگیں چنانچہ ”ابن ماسویہ“ نے سب سے پہلے ایک کتاب ”فصل العین“ اس موضوع پر تصنیف کی اس کے بعد اس کے شاگرد ”حنین ابن اسحاق“ نے ”العشر مقالات فی العین“ لکھی۔

بنو عباس کی قدر وانیوں کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک نستوری طبیب جبریل ابن نجیشوع، جو ہارون الرشید، مامون اور ہارمکہ کا درباری طبیب تھا اپنے بعد ۸ کروڑ ۸۸ لاکھ درہم چھوڑ گیا۔ یہ سال میں دو بار ہارون الرشید کی فصد لیتا تھا اور دو بار جلاب دیتا تھا جس کا معاوضہ اسے سارے ۳ لاکھ درہم علاوہ ملتا تھا۔

دوا سازی کا فن بھی سب سے پہلے عربوں ہی نے مانجھا اور اس پر کتابیں تصنیف ہوئیں جابر ابن حیان جو عرب میں علم الکیمیاء کا ابا و آباء مانا جاتا ہے، اس نے بھی اس فن پر متعدد رسائل لکھے۔

مامون و معتصم کے زمانہ میں اور اس کے بعد بھی نہ صرف دوا سازوں بلکہ اطباء کو بھی اپنی اہمیت کا امتحان دینا پڑتا تھا، چنانچہ المقتدر نے سنان ابن ثابت ابن قرہ کو حکم دیا کہ تمام اطباء کا امتحان لے کر سند عطا کرے اور جو نااہل ہوں ان کو اس پیشہ سے روک دیا جائے۔ اس حکم کے بعد بغداد میں آٹھ سو سے زیادہ اطباء نے یہ سند حاصل کی۔ اس زمانہ میں اطباء کو باہر مختلف قریوں میں بھیجا جاتا تھا تاکہ وہاں پر پیکر وہ لوگوں کا علاج کریں۔ خود بغداد میں ہارون الرشید نے ایک بہت بڑا شفا خانہ قائم کیا اور پھر اسی قسم کے ۲۴ اسپتال ملک کے مختلف شہروں میں قائم کئے گئے۔ اس فن کے مصنفین میں چار نے بڑی شہرت حاصل کی:۔ (۱) علی الطبری (۲) الرازی (۳) علی ابن العباس الجوسی اور (۴) ابو علی سینا

علی الطبری علی الطبری، عہد متوکل میں مسلمان ہو گئے تھے اور درباری طبیب کے منصب پر فائز تھے انھوں نے ایک کتاب "فردوس الحکمت" لکھی جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے عربی کی سب سے پہلی کتاب ہے۔ اس میں طب کے علاوہ ہیئت اور علم الکیمیا سے بحث کی گئی ہے۔

الرازی اسی کے شاگرد تھے

الرازی تاریخ اسلام میں الرازی کو حکیم، فیلسوف و طبیب ہونے کی حیثیت سے بڑا مرتبہ حاصل ہے، جس وقت بغداد کے اسپتال کی تعمیر زیر غور تھی تو جگہ کی تعیین انھیں پر چھوڑ دی گئی۔ انھوں نے مختلف مقامات میں گوشت کے ٹکڑے لٹکائے اور جس مقام پر گوشت کا ٹکڑا بہت کم سڑا اسی جگہ اسپتال بنایا گیا۔ علم تشریح میں سوزن زخم کشا (SETON) کے موجد بھی تھے۔ فہرست ابن ندیم میں ان کی تصانیف کی تعداد ۱۴ بتائی گئی ہے۔ جن میں بارہ الکیمیا پر تھیں۔ جس وقت فارسی میں تھے تو منصور سامانی کے عہد میں انھوں نے ایک بڑی معرکہ الآرا تصنیف "کتاب المنصوری" کے نام سے کی جو ۱۰ جلدوں میں تمام ہوئی۔ چھپک اور خسرو پر بھی ان کا ایک رسالہ (الجدری والجصب) بہت مشہور ہے لیکن فن طب میں ان کا غیر لافانی کارنامہ ان کی تصنیف حاوی ہے جسے طب کی انسائیکلو پیڈیا کہنا چاہئے

ابن سینا الرازی کے بعد دنیا کے طب میں دوسری غیر فانی ہستی شیخ الرئیس بوعلی سینا کی ہے۔ جس مرتبہ کے طبیب تھے اسی مرتبہ کے فیلسوف، ریاضی دان، ماہر ہیئت، عالم دینیات اور ادیب و شاعر بھی تھے۔ اتنی زبردست جامعیت کے علماء و تاریخ اسلام میں کم نظر آتے ہیں۔ طب میں ان کی کتاب الشفاء اور "القانون الطب" زندہ جاوید تصانیف ہیں

اس عہد میں اور بھی متعدد ماہرین طب گزرے ہیں جن میں علی القباس مصنف "کامل الصناعة الطبية" علی ابن عیسیٰ مشہور عرب کمال امراض چشم و سترہ سازی کے ماہر مصنف تذکرۃ الکملین اور ابن جزر مصنف "تقویم الابرار فی تدبیر الانسان" خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں عربوں میں فلسفہ سے مراد حقائق اشیا کا علم ہے جو اول اول فلاسفہ یونان اور خصوصیت کے ساتھ تصانیف ارسطو سے لیا گیا لیکن بعد کو دینیات پر عقلی گفتگو کرنے والے (متکلمین یا علم کلام کے ماہر) بھی حکماء و فیلسوف کی صف میں شامل ہو گئے تھے

الکندی حکماء اسلام میں الکندی، فارابی اور ابن سینا کو خاص مرتبہ حاصل ہے، الکندی نے افلاطون اور ارسطو دونوں کے نظریے ملا کر فلسفہ میں افلاطونیت جدیدہ کی نئی راہ نکالی اور ریاضی میں "فیثاغورسیت جدیدہ" کی بنیاد ڈالی۔ جس مرتبہ کے ہیئت دان و ماہر کیمیا تھے، اسی مرتبہ کے طبیب و ماہر موسیقی بھی تھے۔ بصریات میں ان کے نظریے پر اس وقت تک مسلم الثبوت مانے جاتے رہے، جب تک ابراہیم نے ان میں تبدیلیاں نہیں کیں۔ علم موسیقی میں تال (ایقاع) پر بھی اس نے ایک بڑی معرکہ الآرا کتاب لکھی

الفارابی فلسفہ یونان کی روشنی میں تعلیمات اسلام کے لکھنے کی جو ابتدا کندی نے کی تھی اس کو فارابی نے جاری رکھا اور ابن سینا نے تکمیل فلسفہ یونان کی روشنی میں تعلیمات اسلام کے ساتھ تصون کو بھی شامل کر دیا۔ نفسیات، سیاسیات و ماہر طبیعیات ایک پہنچا دیا۔ انھوں نے افلاطون و ارسطو کے فلسفہ کے ساتھ تصون کو بھی شامل کر دیا۔ نفسیات، سیاسیات و ماہر طبیعیات پر بھی انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔ ان کی تصنیف "سیاست المدنیہ" گویا افلاطون کی "جمہوریت" اور ارسطو کی کتاب السیاست دونوں کا پتھر ہے۔ موسیقی میں ان کی کتاب "الموسیقی الکبیر" بڑے پایے کی چیز ہے

اخوان الصفا چوتھی صدی عیسوی کے وسط میں بقرہ کے اندر ایک جماعت "اخوان الصفا" کے نام سے پیدا ہوئی جس کا میلان زیادہ فیثاغورس کی طرف تھا۔ انھوں نے ریاضی، ہیئت، جغرافیہ، موسیقی، اخلاقیات و فلسفہ پر ۵۲ رسائل لکھے۔ جن کا اثر الفرائی نے بھی ایک حد تک قبول کیا۔ جماعت تشیع کی طرف زیادہ مایل تھی

ہیئت و ریاضی مسلمانوں میں ہیئت کے مطالعہ کی ابتدا ہندوستان کی کتاب "سدھانت" سے ہوتی ہے جس کا ترجمہ بغداد میں محمد ابن ابراہیم الفرائی نے کیا تھا۔ اس کے بعد پہلوی زبان اختیار کی گئی اور پھر افلاطون کی المجسطی کا ترجمہ کیا گیا اس کے بعد نویں صدی عیسوی میں پہلی باقاعدہ رصد گاہ جند شاپور میں قائم کی گئی۔ جب ماسکن نے بغداد میں بیت الحکمت قائم کیا تو ایک رصد گاہ

یحییٰ نے بھی تعمیر کرائی۔ اس کے بعد دمشق میں ایک دوسری رصدگاہ قائم ہوئی۔ ابراہیم الفزازی پہلا مسلمان تھا جس نے یونانی نمونہ پر اصطلاح تیار کیا اور علی ابن عیسیٰ نے اس پر ایک رسالہ تصنیف کیا

مامون کے عہد کا سب سے بڑا کارنامہ زمین کے طول البلد اور اس کے محیط و قطر کی پیمائش تھی جس میں بعد کو خوارزمی نے ترمیم کی اور جس پر مشرق و مغرب ہر جگہ عمل ہوتا رہا

اس عہد کا سب سے بڑا ہیئت داں احمد الفزازی تھا جس نے متوکل کے زمانہ میں ایک نیل سپا (NILEMETER) یعنی دریائے نیل کی سطح بتانے والا ستون قائم کیا۔ فرغانی نے ایک بڑی معرکہ آرا کتاب بھی تصنیف کی جس کا نام ”المدخل الی علم ہیئت الافلاک“ ہے مامون کی رصدگاہ کے علاوہ موسیٰ ابن شاگرد کے لڑکوں نے اپنے گھر (بغداد) میں ایک ذاتی رصدگاہ قائم کی اور سلطان بن شرف الدین (ہویہ) نے اپنے قصر بغداد میں ایک رصدگاہ بنائی۔ ان کے علاوہ شیراز، نیشاپور اور سمرقند میں مطالعہ افلاک کی باقاعدہ کوششیں ہوتی رہی

نویں صدی عیسوی کے اخیر میں ایک بہت بڑا ہیئت داں ابو عبد اللہ محمد بن جابر البتانی پیدا ہوا۔ اس نے نظام بطلمیوس میں بہت کچھ ترمیم کی

اس کے بعد غزنہ میں محمد ابن احمد البیرونی پیدا ہوا جس کی تصنیف ”قانون المسعودی فی ہیئت النجوم“ بڑی مشہور کتاب ہے۔ یہ ریاضی، مساحت اور اقلیدس کا بھی بڑا ماہر تھا۔ اس نے عہد قدیم کی تقویموں پر بھی ایک بڑی معرکہ کی تصنیف کی جس کا نام ”آثار الباقیہ عن القرون الخالیہ“ ہے۔ یہ ہندوستان بھی آیا اور یہاں کے فلسفہ کا گہرا مطالعہ کیا

سلجوقیوں میں جلال الدین ملک شاہ کو ہیئت کی طرف بہت توجہ تھی۔ اس نے نیشاپور میں ایک رصدگاہ قائم کی اور فارسی تقویم میں ترمیم و اصلاح کے لئے عمر الخیام کو مامور کیا۔ خیام صرف شاعر کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوا۔ لیکن یہ شاعر سے زیادہ مہندس و ہیئت داں تھا۔ جلالی تقویم اسی کی بنائی ہوئی تھی جو بارہین تقویم سے زیادہ صحیح تسلیم کی گئی

جب ہلاکو بغداد کو تباہ کر چکا تو اس نے بھی مراغہ میں ایک رصدگاہ قائم کی اور اس کا پہلا مہتمم نصیر الدین طوسی تھا۔ اس نے ایک نئی زیچ ”زیچ الک خانی“ کے نام سے مرتب کی۔ جو تمام ایشیا میں بہت مقبول ہوئی۔ نصیر الدین عہد

عباسیہ کا آخری مہندس و ہیئت داں تھا ابو معشر۔ ہیئت کے ساتھ ساتھ علم نجوم (یعنی ستاروں کی گردش سے واقعات عالم کی پیشین گوئی کرنا) کے جاننے والے بھی عہد عباسیہ میں پائے جاتے تھے۔ ان میں ابو معشر نے خاص شہرت حاصل کی۔ اس نے اسباب و وجہ پر بھی ایک رسالہ لکھ کر بتایا کہ چاند سے اس کا کیا تعلق ہے۔ اس کی اکثر کتابوں کا ترجمہ مغربی زبانوں میں ہو چکا ہے

عربی ہندوستان جب الفزازی نے ہندی کی کتاب ہیئت (سہ طائفت) کا ترجمہ عربی میں کیا تو اسی کے ساتھ ہندوستان کے ہندوستان کے عربی غریبوں میں رائج ہوئے اور بعد کو خوارزمی اور جس الحی سب نے ان ہندوؤں کے استعمال کو عام کر دیا لیکن عرب ہندوستان میں سے بعض اس کے بعد بھی یہ ہندوستان استعمال نہ کرتے تھے۔ چنانچہ ابو بکر محمد گرجی نے اپنی کتاب ”کافی فی الحساب“ میں اعداد کو الفاظ ہی کے ذریعہ سے ظاہر کیا ہے۔ بعض ہندوستان قدیم سماجی و یونانی طریقہ پر حساب الجمل کے پابند تھے۔ یعنی بجائے ہندوؤں کے حروف ابجد کا استعمال کرتے تھے۔

الخوارزمی عربوں کی تاریخ ریاضی میں ”محمد ابن موسیٰ خوارزمی“ بڑے مرتبہ کا شخص گزرا ہے علاوہ ہیئت کے یہ ریاضی کا بھی بڑا ماہر تھا۔ اسی نے سب سے پہلے ریاضی اور الجبرا پر کتابیں تصنیف کیں، جن کے ترجمے سو لہوین صدی عیسوی تک یورپ کی یونیورسٹی میں پڑھائے جاتے تھے۔ یورپ میں الجبرا اور عربی ہندوؤں کا رواج خوارزمی ہی کی وجہ سے ہوا

علم الکیمیا تجابر بن حیان ہنر و ہنرمند، طب و ریاضی کے ساتھ ساتھ عربوں نے علم الکیمیا کی طرف بھی خاص توجہ کی۔ اس فن کا ابوالآباد عربوں میں جابر بن حیان تھا جو الرازی کے بعد عرب کے عہد وسطیٰ کا سب سے بڑا ماہر علم الکیمیا مانا جاتا ہے۔

مصری دیونانی ماہرین کیمیا کی طرح یہ بھی اس بات کو تسلیم کرتا تھا کہ معمولی دھاتیں قیمتی دھاتوں میں تبدیل کی جاسکتی ہیں اور اس تحقیق کے سلسلہ میں وہ کسٹری کے اصول و مسائل سے واقف ہو گیا اور متعدد نئے کیمیائی مرکبات اس نے ایسے طیارے جن سے یورپ بالکل ناواقف تھا۔ اس نے اس فن پر ۲۲ کتابیں لکھیں جن میں سے صرف پانچ شایع ہو سکیں

تاریخ طبیعی کتاب ”حیات الحیوان“ بہت مقبول ہوئی۔ اس کے بعد انفر دینی اور الذمیری نے خاص شہرت حاصل کی

جغرافیہ عربوں میں جغرافیہ کا شوق ان عرب سیاحوں نے پیدا کیا جو یہ سلسلہ تجارت دور دراز ملکوں (چین و روس وغیرہ) میں جاتے تھے اور لوٹ کر وہاں کے حالات و واقعات بیان کیا کرتے تھے۔ اس قسم کے سیاحوں میں سیراف کا سلیمان التاجر پہلا شخص تھا جس نے چین اور ہندوستان کے ساحلی مقامات کے حالات قلم بند کئے۔ روس کے حالات سب سے پہلے ”احمد ابن فضلان ابن حماد“ نے لکھے۔ ارطاطیس کا جغرافیہ سب سے پہلے الکندی اور ثابت بن قریب نے عربی میں ترجمہ کیا اور اسی کی بنیاد پر بعد کو خوارزمی نے ”صورت الارض“ لکھی اور اسی کے بتائے ہوئے کرۂ ارض کے نقشہ کو سامنے رکھ کر بعد کے جغرافیہ میں اپنی تحقیق جاری رکھی

ابن خرداداذب پہلا شخص تھا جس نے خود اپنی تحقیق کی بنا پر دوسرے ممالک کے راستوں کو متعین کیا اور ایک کتاب ”المساک والممالک“ اس موضوع پر قلمبند کی۔ جس کا تتبع بعد کو المقدسی، ابن النقیہ، ابن حوقل نے کیا اور یعقوبی نے بھی اپنی کتاب البلدان میں اسی کی تقلید کی۔ اس کے بعد قدامہ نے الخراج لکھ کر سلطنت عباسیہ کو مختلف صوبوں میں تقسیم کر کے وہاں ڈاک کے انتظام اور خراج کی وصولی میں آدائیاں پیدا کیں۔ ایک اور جغرافیہ داں ابن رستہ نے ”العلاق النفسیہ“ لکھی۔ اور ابن النقیہ الہمدانی نے ”کتاب البلدان“ مرتب کی جس کے اقتباسات سے مقدسی اور یاقوت نے بھی فائدہ اٹھایا

جغرافیہ کا باقاعدہ علم عربوں میں الاسطرلابی، ابن حوقل اور المقدسی سے شروع ہوتا ہے۔ اسطرلابی نے ”مساک والممالک“ لکھ کر ابو زیاد البلیخی (سامانی عہد کا جغرافیہ داں) کے نام تمام کام کو پورا کیا۔ اور اسی کی خواہش پر ابن حوقل نے نقشوں میں ضروری تبدیلیاں کیں۔ مقدسی نے اس سے زیادہ اہم کام کیا یعنی اس نے اکثر ممالک اسلامیہ کی سیاحت کر کے اپنی ۲۴ سالہ سیاحت کے واقعات قلمبند کر کے اپنی مشہور تصنیف ”احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم“ پیش کی۔ اسی زمانہ میں ایک اور ماہر آثار و جغرافیہ حسن احمد الہمدانی پیدا ہوا جس کی دو کتابیں ”الاکیل“ اور ”سفۃ جنۃ العرب“ بڑی اہمیت رکھتی ہیں، اسی عہد کا ایک اور بہت بڑا ماہر جغرافیہ یاقوت ابن عبد اللہ الحموی تھا۔ جس کی تصنیف ”معجم البلدان“ بہت مقبول ہوئی۔

تاریخ قبل اسلام عربوں کا نیم تاریخی ذخیرہ صرف قدیم ملوک عرب کی وہ روایات تھیں جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی چلی آرہی تھیں۔ عہد بنی امیہ میں انکو قلمبند کرنا شروع کیا گیا اور عہد عباسیہ میں اسی کا تکمیل ہوئی۔ اس قسم کے راویوں میں ہشام الکلبی کو بڑی شہرت حاصل تھی، جن کی روایات کو طبری اور یاقوت نے بھی نقل کیا ہے

باقاعدہ تاریخ نویسی کا آغاز عربوں میں ”سیرۃ نبوی“ لکھنے سے شروع ہوا جس کی ابتداء محمد بن اسحاق مدنی نے کی اور اس کی لکھی ہوئی سیرۃ ابن ہشام کے وساطت سے ہم تک پہنچی اس کے بعد مغازی رسول کی تاریخیں موسیٰ ابن عقبہ اور کنذی نے قلم بند کیں۔ پھر ابن سعد نے رسول اور صحابہ و تابعین کا ایک بسیط تذکرہ ”طبقات“ کے نام سے تحریر کیا۔ فتوحات اسلامی کی ایک تاریخ ابن عبد الحکیم نے ”فتوح مصر و اخبارها“ کے نام سے لکھی اور ابن کثیر بلاذری نے دو کتابیں فتوح البلدان اور انساب الاشراف تصنیف کیں، ان کتابوں کے بعد تاریخ نویسی کی زمین زیادہ ہموار

ہو گئی اور باقاعدہ تاریخ نگاری شروع ہو گئی۔ چنانچہ سب سے پہلے ابن قتیبہ (محمد بن مسلم الدیناوری) نے کتاب المعارف لکھی اور ابو حنیفہ احمد ابن داؤد الدیناوری نے تاریخ عالم پر اخبار الطوال تحریر کی۔ اسی زمانہ میں چند اور نامور مورخ پیدا ہوئے۔ جن میں الطبری، مسعودی، حمزہ صفری، یعقوبی اور مسکویٰ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

طبری کی تاریخ ”اخبار الرسل والملوک“ عربی میں سب سے پہلی تاریخ ہے جس کو تمام مورخین مابعد (مسکویٰ، ابن اثیر، ابوالفدا اور ذہبی) نے اپنے سامنے رکھا۔ تاریخ طبری پیدائش عالم سے لے کر ۳۰۰ھ تک مسلسل واقعات پر مشتمل ہے اس نے اپنی کتاب لکھنے کے لئے فارس، عراق، شام اور مصر کا سفر کیا، وہاں کی قدیم روایات کا مطالعہ کیا۔ شیوخ بغداد سے جو کچھ سنا تھا انہیں سامنے رکھا اور احادیث نبوی جمع کمر کے ان سب کی بنیاد پر اس نے اپنی مشہور تاریخ لکھی، اسی سلسلہ میں اس نے اپنی تفسیر قرآن بھی جامع البیان کے نام سے لکھی یہ کتاب ۳۰ جلدوں میں تمام ہوئی اور اس کا ترجمہ تمام مغربی زبانوں میں کیا گیا۔

المسعودی ”ابو الحسن علی المسعودی“ عربوں کا میر و ڈوٹس سمجھا جاتا ہے اس نے اپنی تاریخ ”مروج الذهب“ طبری کی طرح سن دار نہیں لکھی بلکہ حکمران خاندانوں کی ترقیب کے لحاظ سے مرتب کیا اس نے بھی اپنی تاریخ کا مواد سیر و سیاحت کے بعد فراہم کیا اور ۳ جلدوں میں اسے پیش کیا اس نے اپنی ایک اور نہایت مشہور کتاب ”تنبیہ الاشراف“ بھی لکھی جس میں اس نے اپنے تاریخی نظریہ پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ معتزلی تھا اور واقعات کی چھان بین میں فلسفیانہ درک سے کام لیتا تھا۔

۳۰۰ھ زمانہ تھا جب مسلمانوں کی تاریخ نگاری عروج پر تھی اور ابن مسکویٰ کے بعد اس کا انحطاط شروع ہو گیا۔

یاقوت، ابن عساکر، ابن اثیر، ابن جوزی، ابن خلکان ابن اثیر نے مورخ ہونے کی حیثیت سے کافی شہرت حاصل کی لیکن اس کی تصنیف ”کامل فی التاريخ“ طبری کا خلاصہ ہے جس میں اس نے ۶۲۹ھ تک کے واقعات کا اضافہ کر دیا ہے اس نے ایک بڑی معرکہ آرا کتاب ”اسد الغابہ“ لکھی، جس میں ۵۰۰ھ صحابہ کے حالات درج ہیں۔ اسی زمانہ میں اس کے ہم عصر ابن جوزی نے بھی ایک تاریخ ”مراۃ الزمان فی تاریخ الایام“ تصنیف کی جس میں پیدائش عالم سے لے کر ۶۵۴ھ تک کے حالات درج ہیں۔

عہد عباسیہ کے تذکرہ نگاروں میں یاقوت، ابن عساکر اور سب سے اخیر میں ابن خلکان خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ابن عساکر کا تذکرہ زیادہ تر اکابر دمشق سے متعلق تھا (جو ۸ جلدوں میں تمام ہوا) لیکن ابن خلکان نے تمام عالم اسلامی کے ادباء شعراء کا ذکر کیا ہے اور ان کے کلام کا اقتباس دیکر ادب کی بھی بڑی گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔

دینیات دوسری قوموں کے اسلام لانے کے بعد عربوں میں مذہبی تفتیش و تحقیق کا ذوق بہت پہلے ہی پیدا ہو گیا تھا اور قرآن و تعلیمات قرآن کی صحیح تعلیمات معلوم کرنے کی غرض سے عربی زبان، احادیث رسول، عقاید اسلامی اور مسائل فقہی پر غور کرنے کی ضرورت جلد ہی محسوس کرنی لگی تھی، لیکن چونکہ قرآن کو اولیت کا درجہ حاصل تھا اور اس کے سمجھنے کے لئے علاوہ عربی زبان کے احادیث نبوی کا علم بھی ضروری تھا، اس لئے یہ کہنا قابل غلط نہ ہوگا کہ علم حدیث دراصل علم قرآن ہی کی ایک شاخ ہے جو بعد کو تدوین فقہ کے سلسلے میں بھی ضروری سمجھا گیا۔

احادیث کی جمع و تدوین کی طرف اس میں شرک نہیں مسلمانوں نے بڑی قصبہ کی اور اس کی ضرورت بھی تھی کیونکہ توسیع اسلام کے ساتھ ساتھ سیکڑوں نئے نئے مذہبی، سیاسی، معاشرتی، و اخلاقی مسائل سامنے آ رہے تھے، جن کے متعلق قرآن میں کوئی صراحت موجود نہ تھی اور لوگ ارشاد نبوی سے ان مسائل کا حل چاہتے تھے، لیکن اس سلسلہ میں ایک بہت بڑا نقصان یہ ہوا کہ اسلامی لٹریچر موضوع احادیث سے بھر گیا حضرت علی اور حضرت ابو بکر کے باہمی اختلافات، علی اور معاویہ کی لڑائی، بنو امیہ اور بنو عباس کی باہمی رقابت اور اسی طرح کے بہت سے مسائل تھے جنہوں نے وضع احادیث کا دروازہ کھول دیا کیونکہ یہ ذریعہ آمدنی کا بھی تھا اور ہر فرقہ اپنی موافقت میں احادیث پیش کرنے والوں کو

کافی معاوضہ دیتا تھا، چنانچہ ابن ابی الاوجاع نے قصاص کے وقت کوفہ میں خود اس کا اقرار کیا کہ اس نے ۱۲ ہزار احادیث وضع کی تھیں۔ مدینہ کے راویان احادیث بہ نسبت راویان کوفہ کے زیادہ مستند سمجھے جاتے تھے، پھر بھی ان سب کی روایات پر اعتماد کلی نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ابو ہریرہ سے ۵۳۰۰ روایات منسوب ہیں حالانکہ ان میں سے اکثر کے راوی وہ نہیں تھے، اسی طرح حضرت عائشہ سے ۲۲۱۰ انس ابن مالک سے ۲۲۸۶ اور عبید اللہ ابن عمر سے ۱۶۳۰ احادیث منسوب ہیں لیکن یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ تمام احادیث میں یہ نسبت صحیح ہے۔ تیسری صدی ہجری جمع احادیث کے لئے خاص اہمیت رکھتی ہے اور اسی زمانہ میں صحاح ستہ مرتب ہوئیں (مفصل بیان اس اشاعت میں کسی دوسری جگہ ملے گا) احادیث ہی کی بنیاد پر فقہ کی بھی تدوین ہوئی اور اختلاف احادیث ہی کے بنا پر چار فقہی مسلک جنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی پیدا ہو گئے (جن کی تفصیل آپ کو اس اشاعت میں کسی اور جگہ ملے گی)۔

قرآن اور احادیث اس میں شک نہیں کہ اخلاقی تعلیم کے سہا یف میں اور ان کی بنیاد پر متعدد کتابیں اخلاقیات پر لکھی گئیں لیکن تعلیم اخلاق کے اور ذرائع جو ادب و روایات اور عقل و درایت سے قعلق رکھتے تھے۔ ان سے بھی مسلمانوں نے فائدہ اٹھا کر اچھی اچھی تصانیف کیں۔ غیر عربی اقوال و حکایات کو سامنے رکھ کر ابن المقفع نے ”الدر الیمتہ“ لکھی، ”امثال القمان“ کے نام سے ایک کتاب مرتب کی گئی، ماوردی نے رسول اللہ اور صحابہ کے اخلاقی اقوال یکجا کئے اور فلاسفہ قدیم کے اقوال کے پیش نظر حنین یا اس کے بیٹے اسحاق نے ”کتاب الاخلاق“ مرتب کی اور مسکویہ نے تہذیب الاخلاق لکھی، بعد کو اخلاق و تصون دونوں کو سامنے رکھ کر غزالی اور دوسرے صوفیہ نے متعدد کتابیں لکھیں۔

عہد بنی عباس میں ایرانیوں نے عربی ادب کی بڑی گرفتہ جذبات انجام دیں جن میں البیرونی، جاحظ، ابن ورید، ابن قتیبہ، بلاذری، الجوهری، ابن جنی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ خالص ادب کی ترقی جاحظ سے شروع ہوتی ہے اور چوتھی پانچویں صدی ہجری میں انتہائی عروج پر پہنچتی ہے جب ابوالفرج اصفہانی (مصنف کتاب الاغانی) بدیع الزماں ہمدانی، ثعالبی اور حریری (مصنف مقامات) ایسی ہستیاں پیدا ہوئیں۔

شاعری میں بنو امیہ کا دور جاہلیت کی شاعری کا دور تھا، لیکن عہد بنی عباس میں اس کا رخ بدلا اور عجمی اثرات سے عرب شاعری کا رنگ بہت متاثر ہوا جس کی ابتداء بشار ابن برد سے ہوتی ہے بعد کو ابونواس، ابوالختمیہ، ابوتام وغیرہ پیدا ہوئے، جو عہد عباسیہ کے شعراء میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ خلفاء بنی عباس نے شعرو شاعری کی جتنی مدد کی اور شعراء کو بھنے انعامات دئے ان کی مثال ہم کو دوسری جگہ مشکل سے نظر آ سکتی ہے۔

عربوں میں ابتدائی تعلیم صرف قرآن تک محدود تھی جو مسجدوں کے مکتبوں میں دی جاتی تھی اور اسی کے ساتھ لکھنا بھی سکھایا جاتا تھا، بعد کو عربی قواعد، انبیاء کے قصص، رسول کے حالات، ابتدائی حساب، اور اخلاقی قسم کی شاعری بھی نصاب تعلیم میں شامل ہو گئی لیکن یہ تمام تعلیم زیادہ تر زبانی ہوتی تھی اور حفظ کرادی جاتی تھی، اور اسکے بچوں کی تعلیم جو مودب یا تالیق کے ذریعہ دی جاتی تھی۔ نسبتاً زیادہ بلند ہوتی تھی، بنو امیہ کے عہد تک یہی سلسلہ جاری رہا لیکن عہد بنی عباس میں جو ذہنی ترقیوں کا خاص دور تھا باقاعدہ بلند تعلیم کی طرف بھی توجہ کی گئی اور امین نے بغداد میں بیت الحکمت کے نام سے ایک بڑا زبردست علمی ادارہ قائم کیا۔ اس میں غیر زبانوں کے تراجم کئے جاتے تھے، علمی مباحثے ہوتے ہوئے تھے اس کا ایک کتب خانہ بھی تھا اور رصد گاہ بھی جہاں ہیئت کی تعلیم دی جاتی تھی اس وقت کا دستور تھا کہ جہاں جہاں رصد گاہیں یا مشافخا قائم ہوتے تھے وہاں ہیئت اور طب کی تعلیم دی جاتی تھی۔

سب سے پہلا تعلیمی ادارہ جہاں طلبہ کی ضروریات زندگی بھی فراہم کی جاتی تھیں مدرسہ نظامیہ تھا جسے نظام الملک طوسی نے قائم کیا تھا بعد کو اسی نہج کے مدارس خراسان، عراق و شام میں بھی قائم ہوئے۔ تعلیم بالغان کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا۔ لیکن یہ ضرور تھا کہ اس وقت کی تمام مساجد میں قرآن، حدیث و فقہ کی تعلیم کا پورا انتظام تھا اور طلبہ

ان سے مستفید ہوتے تھے۔ ان مساجد میں کتب خانے بھی ہوتے تھے اور علمی مذاکرے بھی ہوا کرتے تھے

مساجد کے علاوہ یوں بھی ملک بھر میں متعدد کتب خانے قائم تھے جہاں مختلف علوم و فنون کی کتابوں سے طلبہ و اہل علم استفادہ کرتے تھے۔ عہد عباسیہ میں کتابوں کی تجارت کو بڑا فروغ حاصل تھا۔ یعقوبی لکھتا ہے کہ اس نے بغداد کی سڑکوں پر تلو تلو دوکانیں کتب فروشوں کی دیکھیں۔ اس عہد کے کتب فروش خطاط بھی ہوتے تھے اور کتابوں کی خوش خط نقلیں کر کر کے بڑی بڑی قیمت پر فروخت کرتے تھے تیسری صدی ہجری کے آغاز تک پیرس پر لکھنے کا رواج تھا لیکن بعد کو جب چین سے عراق میں کاغذ آیا تو پھر یہاں بھی کاغذ بننے لگا اور بڑے بڑے کارخانے کاغذ سازی کے قائم ہو گئے

فن تعمیر عہد عباسیہ میں فن تعمیر کو بھی بہت ترقی ہوئی اور بڑے بڑے عالی شان قصر اس زمانہ میں تعمیر ہوئے، خلیفہ کا خاص محل (جسے باب الذہب کہتے تھے) القبة الخضراء (بابی بغداد کا قصر) قصر الخلد قصر صافہ و خلیفہ مہدی کا قصر اور آل برمک کے محلات اس عہد کے فن تعمیر کے بڑے اچھے نمونے تھے

خلیفہ المعتضد نے ”قصر الشرا“ کے نام سے ایک محل ۴۰ لاکھ دینار کے صرف سے تعمیر کرایا۔ المکتفی نے التاج کے نام سے ایک قصر بنوایا۔ اور المقتدر نے ایک محل ”دار الشجرہ“ طیار کرایا۔ جہاں گنوں میں سونے چاندی کے پودے نصب تھے۔ معز الدولہ (دوبیہ) نے ایک قصر ۱۰ لاکھ دینار صرف کر کے تعمیر کرایا۔ ان کے علاوہ عالی شان مساجد بھی اس عہد میں بکثرت تعمیر کرائی گئیں۔ چنانچہ المتوکل نے ایک مسجد کی طیاری میں ۷ لاکھ دینار صرف کئے

نقاشی و مجسمہ سازی عہد عباسیہ میں نقاشی کی طرف بھی خاص توجہ کی گئی۔ چنانچہ خلیفہ المنصور نے اپنے محل کے قبة پر ایک سوار کا مجسمہ بنوایا تھا جو بادشاہ کا بھی کام دیتا تھا۔ امین کی کشتیاں شیر و عقاب اور مچھلی کی شکل کی تھیں۔ المقتدر نے اپنے قصر میں جو حوض طیار کرایا تھا اس کے دونوں جانب پندرہ مسلح سواروں کے مجسمے بھی پائے جاتے تھے۔ خلیفہ معتصم کے قصر کی دیواروں پر جو نقاشی کی گئی تھی اس میں سیر و شکار کے مناظر کے علاوہ برہنہ عورتیں بھی دکھائی گئی تھیں

خطاطی خطاطی خاص مسلمانوں کا فن ہے اور اس کے موجدوں میں ایک شخص ریجانی تھا جو امویوں کے زمانہ میں پایا جاتا تھا (خطاریکان اسی کے نام سے منسوب ہے) دوسرا بہت بڑا خطاط وزیر مقلہ تھا۔ جب خلیفہ الراسی نے اس کا دامنا ہاتھ قطع کرا دیا تو یہ بایں ہاتھ سے بھی اتنا ہی اچھا لکھنے لگا۔ تیسرا خطاط ابن البواب تھا، آخری خطاط اس عہد کا یا قوت مستعصمی تھا

موسیقی عہد عباسیہ میں نغمہ و موسیقی کو بڑا عروج حاصل ہوا اور بڑے بڑے اہل کمال اس فن کے پیدا ہوئے۔ یہ ہم پہلے ظاہر کر چکے ہیں کہ عہد بنی امیہ میں گم اور مدینہ نغمہ و موسیقی کے مرکز تھے اور دربار بنی امیہ نے اس فن کی بڑی قدر کی لیکن جب عہد عباسیہ شروع ہوا تو یہ قدر دانیوں انتہا کو پہنچ گئیں

خلیفہ المہدی، عبدالعزیز دہب کا جو کہ کا بڑا زبردست موسیقار تھا اور اس کے شاگرد ابراہیم موسیٰ کا بڑا قدر دان تھا۔ ابراہیم موسیٰ اتنا کامل شخص تھا کہ ایک بار جب دربار میں ۳۰ کنیزیں ایک ساتھ مل کر عود بجا رہی تھیں تو اس نے ایک کنیز کو ٹوکا کہ اس کے عود کا دوسرا تار بے سراسر ہے۔ ہندی کے بعد ہارون الرشید نے ابراہیم کی جتنی قدر کی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ علاوہ ۱۰ ہزار درہم ماہوار تنخواہ کے ایک ایک گانے پر لاکھوں درہم اس کو انعام میں دیتا تھا

رشید نغمہ و سرود کا جتنا شایق تھا اور اس کے عہد میں اس فن کو جتنی ترقی ہوئی اس کا اندازہ ”کتاب الاغانی“ عقد الفرید، فہرست ابن ندیم اور نہایت کے مطالعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے

رشید جب جشن موسیقی کرتا تھا تو دو ہزار سے کم ماہرین فن اس میں حصہ نہ لیتے تھے اور اس کے بیٹے امین کے شفقت کا یہ عالم تھا کہ ایسی تقریروں میں وہ خود قصر کے تمام مرد و زن کے ساتھ صبح تک رقص کرتا رہتا تھا

رشید کا دوسرا محبوب مغنی مختار تھا، ایک قصاب کا لڑکا تھا جو پہلے اپنے باپ کی دوکان پر گوشت کی تعریف کا کرکڑا کرتا تھا۔ رشید کے دربار کی ایک مغنیہ اس کی آواز کی دلدادہ ہو کر رشید کے پاس آئی۔ رشید نے اس کا گانا سن کر ۱۰ ہزار دینار انعام میں دئے اور مشہور اپنے سپہو میں اسے جگہ دی۔ اس کی خوش آوازی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار دریائے دجلہ سے گزرتے ہوئے اس نے گانا شروع کیا تو دور دراز مکانات کے لوگ شعلیں لے کر اپنے برآمدہ میں آگئے اور اس کا گانا سننے میں محو ہو گئے۔

امون اور متوکل کے عہد میں اسحاق بن ابراہیم نے بڑی شہرت حاصل کی یہاں تک کہ اسے عہد اسلام کا سب سے بڑا موسیقار سمجھا جاتا ہے۔ کنیزوں میں بھی انھیں کی زیادہ قدر تھی جو گانا جانتی تھیں، ان کو گانے کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی اور جب وہ ماہر ہو جاتی تھیں تو انھیں حرم میں داخل کر لیا جاتا تھا۔ ایک بار اسحاق موصلی کی کسی شاگرد کنیز کی قیمت کو نہ مقرر کرنے، ۳۰ ہزار درہم لگائی تو بازنطینی فرمانروا نے اس میں اضافہ کر کے ۴۰ ہزار کر دئے اور آخر کار اسحاق نے اس جھگڑے کو اس طرح ختم کیا کہ آزاد کر کے اس سے شادی کر لی

خلفاء عباسیہ میں سے بعض خود بھی گانے کے ماہر تھے، چنانچہ ابراہیم (دارون الرشید کا بھائی) خود بڑا موسیقار تھا۔ الواثق، عہد نہایت اچھا بجاتا تھا اور دھنیں ایجاد کرنے کا خاص ملکہ رکھتا تھا۔ اسی طرح المستنصر اور المعتز بھی موسیقی کے ماہر تھے۔ لیکن خلیفہ المعتز کا مرتبہ ان سب سے زیادہ بلند تھا اور اس فن میں وہ نائک کا مرتبہ رکھتا تھا

ساز بجانے والوں کو آلاتی کہتے تھے۔ عود اور ریاب اس وقت کے مقبول ساز تھے۔ لیکن فرق یہ تھا کہ بڑے بڑے ماہرین موسیقی کے ساتھ عود بجایا جاتا تھا اور اس سے کم درجہ کے گویوں کے ساتھ رہا۔

عہد بنی عباس میں یونانی موسیقی کی متعدد کتابیں ترجمہ کی گئیں۔ جن میں کتاب المسایل، کتاب فی النفس، کتاب القسوت، کتاب النفس، کتاب القانون، کتاب الایقاع اور کتاب الموسیقی الکبیر خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں

ان ترجموں کے علاوہ خود کندی، فارابی اور بوعلی سینا وغیرہ نے متعدد کتابیں موسیقی پر لکھیں اور اس میں اتنی ترقی کی کہ بعد کو خود یورپ نے اس سے بہت کچھ سیکھا جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ یورپین سازوں کے نام وہی ہیں جو مسلموں میں رائج تھے۔

مثلاً ۱۔ العود (ALUTE) - قطار (GUITAR) - ریاب (REBEC) - نقارہ (NAKLAR) - قانون (CANON) اس کے علاوہ اُسرانا (HARMONY) - تان مینڈ (GLOSS) - سرگم (SOLZECIS) - گت یا تھامہ (TABULATURE) وغیرہ سب مغرب نے عربوں سے سیکھا۔

ہنری جارج فارمر لکھتا ہے کہ ”جب ہم اس عہد کی مغربی موسیقی کا مقابلہ عرب موسیقی سے کرتے ہیں تو ہم شرم کے مارے پانی پانی ہو جاتے ہیں۔ اس زمانہ کی موسیقی ایک صحرائے خشک تھی جس میں الفارابی کی ”کتاب الموسیقی“ ابن سینا کی کتاب الشفا سرسبز و شاداب نخلستان کا حکم رکھتی تھیں“ یہ وہ زمانہ تھا جب فرنگی دنیا کے طلب اندس کی یونیورسٹیوں اور ہسپانیا کے مدرسوں میں خالص عربی کتب موسیقی پڑھنے کے لئے دور دور سے آتے تھے۔ چنانچہ اس عہد کے مغربی ماہرین موسیقی میں جبر برٹ، جان سیواکلی، جبرارڈ وغیرہ جنھوں نے اس فن میں خاص شہرت حاصل کی، سب جامعہ اندس کے تربیت یافتہ تھے

”تال سم“ (MEASURE MUSIC) کا ذکر بھی قدیم مغربی موسیقی کی کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔ لیکن القلیل، الفارابی، الکندی اور بوعلی سینا وغیرہ اس چیز سے پوری طرح واقف تھے۔ اس کا اصطلاحی نام ایقاع یا ایقاعات تھا۔ جس نے مغربی لٹریچر میں ”OCHETUS“ اور ”HOQETUS“ کی صورت اختیار کر لی۔ عرب موسیقی میں سرود کی دو قسمیں تھیں، المعرودہ اور المعلومہ اور یہ دونوں بجنسہ ”ELMUARIFA“ اور ”ELMUALYMA“ کے نام سے مغربی موسیقاروں نے بھی لے لیں۔

اس میں شک نہیں کہ عربوں نے فن موسیقی ایران دیوتاں سے سیکھا اور ارسطو، اقلیدس، بطلمیوس کی متعدد کتابیں عربی میں منتقل کیں، لیکن بعد کو خود انھوں نے کافی اجتہاد و اختراع سے کام لیا جس کی تفصیل کندی، سرخسی، بنو موسیٰ، زکریا الرازی، فارابی، بوعلی سینا، ابن جابر وغیرہ کی تصانیف کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔



حکومت اندلس

(۱۳۸۶ھ سے ۱۴۹۲ھ تک)

یورپ وسطی کی تاریخ میں اسپین (اندلس) کی مسلم حکومت کا زمانہ ذہنی ترقی کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ دوسری صدی ہجری سے چوتھی صدی تک اگر اسپین کے مسلمانوں نے ترقی علوم و فنون میں حصہ نہ لیا ہوتا تو یورپ نشاۃ الثانیہ RENAISSANCE سے قطعاً محروم رہتا۔

ادبیات اگر عراق سے قطع نظر کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ادبیات اور لغت نویسی میں اندلس کے مسلمانوں کی خدمات بہت اہم ہیں۔ جامعہ قرطبہ کا پروفیسر القالی اور اس کا شاگرد محمد ابن الحسن زہبی اسی عہد کے علماء و ادب میں سے تھے اور یہ شاید کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ عبرانی زبان کی گرامر اسی زمانہ میں عربی گرامر کے اصول پر وضع کی گئی اور عربی کی بہت سی علمی و فنی اصطلاحات عبرانی میں ترجمہ کی گئیں۔ ابن عبدالرہیمی مصنف ”العقد الفرید“ اور علی ابن خزم اسی عہد میں پائے جاتے تھے۔ ابن خزم کے فضل و کمال کے متعلق ابن خلدون اور قسطلانی کا بیان ہے کہ اس نے تاریخ، دینیات، حدیث، منطق، شاعری وغیرہ پر چار سو کتابیں تصنیف کیں اور مذاہب عالم کے تقابلی مطالعہ پر ”الفصل فی الملل والنحل“ لکھ کر ابدی شہرت حاصل کی۔

ادبیات کی تاریخ کی طرف عبادتین، الماطون اور الموحدون کے زمانہ میں خاص توجہ کی گئی یہاں تک کہ اشبیلیہ، طلیہ اور غرناطہ کے ادبی اداروں نے قرطبہ کی شہرت کو بھی مانڈ کر دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عربی زبان میں صنائع و برائع کا رواج بکثرت ہو گیا تھا اور یہ انداز بیان اس قدر مقبول تھا کہ اٹلی اور مسیحی اسپین کی زبانوں نے بھی اس کی تقلید شروع کر دی۔ اسپینی زبان میں کلید و دمنہ کا ترجمہ بھی اسی عہد میں ہوا اور مقامات کی مسجع شنگاری کی نقل بھی مغربی زبانوں میں ہونے لگی۔

عبدالرہیمی، ابن خزم اور ابن الخطیب کے علاوہ اور بہت سے مستند شعرا اس زمانہ میں پائے جاتے تھے جن میں ابن زیدون نے غیر معمولی شہرت پائی۔ مسلم اسپین کے شاعروں نے عروض میں بھی تبدیلیاں کیں اور بعض بدیر بھریں اس وقت کے رجحان کے پیش نظر ایجاد کیں اور گہرا رھویں صدی کے آغاز میں موسیقی سے ملا کر ایک خاص قسم کی غزلیہ شاعری ایجاد کی۔ جسے موشح اور زہل کہتے تھے۔

موشح سے مراد عوامی گیت (FOLK SONG) تھے جو اندلس ہی میں ایجاد کئے گئے اور بعد کو وہ اس قدر مقبول ہوئے کہ تمام شمالی و مشرقی افریقہ میں اس کا رواج ہو گیا اور مسیحی اسپین و پرتگال میں بھی اس کی تقلید ہونے لگی۔

تعلیم ابتدائی تعلیم زیادہ تر قرآن، صرف و نحو اور فن شعر تک محدود تھی اور اس کا رواج اتنا عام تھا کہ مسلمانان اندلس کی اکثریت لکھنے پڑھنے سے واقف ہو گئی تھی در انجالیہ یورپ اُس وقت جاہل محض تھا۔

مغربی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عورتوں کو بھی تعلیم کی آزادی حاصل تھی۔ اونچے درجہ کی تعلیم میں دینیات، علم الکیمیا، جغرافیہ، فلسفہ، تاریخ، لغت، قواعد اور فن شعر شامل تھے اور اس تعلیم کے لئے متعدد دیوندرشیاں قائم تھیں جن میں جامعہ قرطبہ، اشبیلیہ، ملاغا اور غرناطہ بہت مشہور تھے۔ جامعہ قرطبہ میں ہیئت، ریاضی اور طب کی تعلیم بھی ہوتی تھی اور ہزاروں طلبہ یہاں تعلیم پاتے تھے اور سند فراغت حاصل کر کے بعد حکومت میں معزز عہدے پاتے تھے۔ جامعہ غرناطہ میں بھی انہیں تمام علوم کی تعلیم ہوتی تھی۔

یونیورسٹیوں کے ساتھ ساتھ لائبریریاں بھی متعدد قائم کی گئیں جن میں قرطبہ کی شاہی لائبریری خاص شہرت رکھتی تھی۔ کتب بینی کا شوق لوگوں میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ گھر گھر لائبریریاں قائم ہو گئی تھیں اور کتابوں کی دوکانیں بکثرت پائی جاتی تھیں۔

انڈس کا نہایت قدیم مشہور مورخ ابن القوطیہ تھا جس کی تصنیف "تاریخ الفتح الاندلس" نے بڑی شہرت حاصل کی۔ اسی عہد کا دوسرا مورخ ابن حیان تھا جس کی تصانیف کی تعداد ۵۰ تک پہنچتی ہے۔ اس کی تصنیف متین ۲۰ جلدوں میں مکمل ہوئی۔ اس کی تمام تصانیف میں سے اب صرف ایک "المقتبس فی تاریخ رجال الاندلس" باقی رہ گئی ہے۔

ابن خلیب اور ابن خلدون خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ابن خلدون کا مقدمہ، فلسفہ تاریخ کا اولین نمونہ ہے جس کی مثال اس سے قبل کس طرح میں کہیں نہیں ملتی۔

مشہور جغرافیہ دان البکری بھی اسی عہد میں پیدا ہوا جس کی تصنیف "المساک و الممالک" بڑی مشہور کتاب ہے اس کے بعد جغرافیہ ادیبی، ابن جبیر، المازنی اور ابن بطوطہ نے خاص شہرت حاصل کی۔

انڈس کا سب سے پہلا ہیئت دان المجریطی تھا جس نے زیک خوارزمی میں اصلاح و ترمیم کی۔ جابر بن اللجج، البطانی، البطروجی نے ہیئت قدیم میں بہت سے اضافے کئے۔ ان علماء و ہیئت کی گرانقدر خدمات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بعد کو انھیں کی وضع کی ہوئی اکثر اصطلاحات مغربی ہیئت دانوں نے اپنے یہاں لے لیں۔

ریاضی و ہیئت کی طرح نباتات کی تحقیق میں بھی انڈس کے علماء نے بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ سب سے پہلے انھوں نے نباتات و عقاقیر بعض درختوں کا نر و مادہ ہونا دریافت کیا انھوں نے یہ بھی تحقیق کی کہ کون سے درخت نم سے اگتے ہیں، کن کن کی قلم لگانا چاہئے اور کون کون درخت خود رو ہوتے ہیں۔ قرطبہ کے طبیب غافقی نے اسپین و افریقہ کے بہت سے پودوں کی تحقیق کر کے ان کے نام رکھے اور ان کی

پتی، پھول اور رنگ وغیرہ کی صراحت کی اور اس موضوع پر اس نے ایک کتاب "الادویۃ المفردہ" تصنیف کی۔ بارہویں صدی کے اخیر میں اشبیلیہ کے نامور فرزند ابو زکریا ابن العوام نے علم فلاحات پر ایک بڑی مفید کتاب لکھی اور عبداللہ ابن البیطار نے تمام اسپین و شمالی افریقہ کی سیاحت کر کے وہاں کے پودوں کی مفصل کیفیت اور ان کے طبی اثرات قلمبند کر کے دو کتابیں "المغنی فی الادویۃ المفردہ" اور "المجامع فی الادویۃ المفردہ" تصنیف کیں۔

ابن رشد، ابن سینا، ابن باجہ اور ابن طفیل دنیا میں صرف فلاسفہ کی حیثیت سے مشہور ہیں، لیکن یہ کم لوگوں کو معلوم ہو گا کہ سب

طیب انڈس کے اطباء میں سے تھے اور طبابت ہی ان کا پیشہ تھا۔

الزہراوی، الحکم ثانی کا درباری طبیب، آسا بڑا سرجن تھا کہ اس کا مثل عربوں میں پیدا نہیں ہوا۔ اس نے فن تشریح و جراحی میں بہت سے ایسے جدید اکتشافات کئے جو اس سے قبل کسی کے علم میں نہ تھے۔

علاج بالعقاقیر میں اسی مرتبہ کا ایک اور طبیب ابن زہر تھا۔ اس نے متعدد طبی کتابیں تصنیف کیں جن میں "التفسیر فی المداوۃ و التدریج" اس نے اپنے دوست ابن رشد کی فرمائش پر لکھی تھی، بڑی اہم تصنیف سمجھی جاتی ہے۔

انڈس کا سب سے پہلا فلاسفر ایک یہودی بچی ابن جبرول تھا جس نے "شیوع الحیات" (مرحمتہ حیات) لکھ کر بڑی شہرت حاصل کی، لیکن اس کے بعد بارہویں صدی عیسوی بڑے بڑے نامور حکماء سرزمین اندلس سے پیدا ہوئے اور

ان میں سب سے پہلے ابن باجہ پیدا ہوا جو فیلسوف ہونے کے علاوہ بہت بڑا طبیب، ہیئت دان اور موسیقار بھی تھا۔ اس نے ہیئت میں بطیموس کے بہت سے نظریوں میں ترمیم کی اور طب میں متعدد کتابیں لکھیں۔ فلسفہ میں اس کی نہایت قیمتی کتاب "تدبیر الموقد" ہے جس میں اس نے بتایا تھا کہ ایک

انسان عقل و ذہانت سے کام لے کر کیونکر باب الوہیت تک پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ بعد کے مورخین نے اسے محمد و ہدین قرار دیا۔

ابن باجہ کے خیالات کا موید دوسرا مشہور فیلسوف ابن طفیل تھا۔ یہ پہلے غرناطہ میں طبابت کرتا تھا اور بعد کو الموحدین کے زمانہ میں ابو یعقوب یوسف کا درباری طبیب ہو گیا تھا، بعد کو جب یہ وزیر ہو گیا تو درباری طبیب کی جگہ کے لئے اس نے ابن رشد کی سفارش کی جو اس کا دوست تھا۔

ابن طفیل کا سب سے بڑا کارنامہ اس کا ایک فلسفیانہ روان ”حی بن یقظان“ ہے (جس کا تفصیلی ذکر آپ کو اس کے حالات میں ملے گا) ابن رشد مسلم حکماء اسلام میں سب سے بڑا حکیم و فیلسوف سمجھا جاتا ہے۔ طب میں اس کی تصنیف ”الکلیات فی الطب“ اور فلسفہ میں ”تہافت التہافت“ بڑا بلند مرتبہ رکھتی ہے۔ تہافت دراصل جواب ہے غزالی کی ”تہافت الفلاسفہ“ کا۔

ابن رشد کے بعد دوسرا فیلسوف اسی مرتبہ کا ابن میمون یہودی تھا۔ یہ طبیب بھی تھا اور ہیئت داں بھی۔ طب میں اسکی کتاب ”الفصول فی الطب“ اور فلسفہ میں ”دلالت الجیران“ بڑی بلند پایہ تصانیف مانی جاتی ہیں

فلسفہ تصوف کے سرخیل ابن العربی بھی سرزمین اندلس کے فرزند تھے تصوف میں یہ فلسفہ اشراق افلاطونیت جدیدہ (NEO-PLATONISM) اور وحدۃ الوجود کے بڑے کامیاب مبلغ تھے۔ ”فتوحات المکیہ اور خصوصاً حکم“ ان کی بڑی مشہور تصنیف ہیں۔

اندلس کے علماء اسلام نے علوم و فنون کی بڑی کمال فخر خدمات انجام دیں جن کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ تیرھویں صدی عیسوی کے اخیر تک علماء اسلام کے تمام کارنامے یورپ کی زبانوں میں منتقل ہو گئے اور یہ علمی سرمایہ حاصل کرنے کے بعد ہی یورپ میں بیداری شروع ہوئی۔

طاہرہ خاص مرکز تھا جہاں ان تصانیف کا ترجمہ یورپین زبانوں میں کیا جاتا تھا۔ علاوہ ذہنی و عقلی علوم و فنون کے اندلس نے دستکاری پارچہ بانی اور فن تعمیر میں بھی بڑی ترقی کی تھی، دھات کے برتنوں کی نقاشی، مینا کاری، منبت کاری، رنگ آمیزی، چینی اور شیشہ کے ظروف بنانا، ہاتھی دانت کا کام، کتابوں کو مطلقاً کرنا، جلد سازی اور خطاطی وغیرہ سب انتہائی ترقی پر تھیں اور قالین سازی و پارچہ بانی کی ترقی کا یہ عالم تھا کہ صرف المیہ میں ۱۰۰۰ گھر قائم تھے۔

فن تعمیر میں انھوں نے جو نواکتیں پیدا کیں، ان کا اندازہ قصر الحمراء سے ہو سکتا ہے جو باقیات الصالحات کی حیثیت سے اب بھی تمام دنیا کے سیاحوں کا مرجع ہے۔

اندلس میں موسیقی کا آغاز ایک شخص زریاب سے ہوتا ہے جو بغداد کے مشہور موسیقار اسحاق موصلی کا شاگرد تھا۔ عبدالرحمان ثانی کے عہد میں اس نے قرطبہ میں ایک مدرسہ موسیقی کا جاری کیا اور مروجہ سازوں میں بعض تبدیلیاں بھی کیں۔ چنانچہ عود میں پانچویں تار کا اضافہ اسی نے کیا۔

زریاب کے بعد دوسرا مغنی ابن فرناس تھا جس نے اندلس میں موسیقی کا عام ذوق پیدا کیا۔ یہ موسیقی کے علاوہ اور بھی بہت سے فنون کا ماہر تھا اس نے سب سے پہلے بتایا کہ پیپر سے کاپی بن سکتا ہے اور اسی نے پہلے چڑیوں کی طرح پر اور بازو لگا کر فضا میں پرواز کرنے کی کوشش کی کہا جاتا ہے کہ وہ اس طرح کچھ دور تک پرواز کرنے میں کامیاب ہو گیا، لیکن جب تھوڑی دور جا کر زمین پر گرا تو اس نے کہا کہ اس کا سبب صرف یہ تھا کہ میں نے دم نہیں بنائی تھی۔

اندلس نے اس فن میں رفتہ رفتہ اتنی ترقی کی کہ بغداد اسکول کی موسیقی اس کے سامنے ماند پڑ گئی۔ عبادتیں کے عہد میں اشبیلیہ، موسیقی کا مرکز تھا اور یہاں کے بنے ہوئے سازاتے مشہور تھے کہ دور دور تک ان کی مانگ تھی۔

اس فن پر کتا ہیں بھی بکثرت لکھی گئیں، جن میں ابن باجہ اور ابن سبعین کے رسائل خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

(قرطبہ)

اندلس کی اموی حکومت کا دور زریں عبدالرحمان ثالث (۱۶۸ھ) سے شروع ہوتا ہے اور ایک صدی تک باقی رہتا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دارالحکومت قرطبہ کا سب سے زیادہ مہذب، و شایستہ و ترقی یافتہ شہر سمجھا جاتا تھا اور قسطنطنیہ اور بغداد کی شہرت بھی اس کے سامنے ماند پڑ گئی تھی۔ اس کی آبادی ایک لاکھ تیرہ ہزار گھرانوں پر مشتمل تھی اور مساجد و محلات کی کثرت سے سارا شہر میناروں اور قبیلوں کی بستی نظر آتا تھا، علمی ذوق کا یہ عالم تھا کہ، کتب خانوں کے علاوہ سیکڑوں دوکانیں کتب فروشوں کی پائی جاتی تھیں۔ اس کی پختہ سڑکیں دور دوری کے مکانوں کی روشنی سے جگمگاتی رہتی تھیں اور اس وقت جبکہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں غسل کرنا ناشایستہ فعل سمجھا جاتا تھا قرطبہ کا ہر فرد نفیس حماموں میں نہانے کا عادی تھا۔

اس وقت اسپین یورپ کا سب سے زیادہ آباد اور دولت مند ملک تھا۔ ملک کی آمدنی کا بڑا ذریعہ محصول تجارت تھا جو درآمد برآمد پر لیا جاتا تھا۔ صرف قرطبہ میں تیرہ ہزار گھر کپڑا بننے والوں اور چمڑا کی دباغت کرنے والوں کے تھے۔ دباغت اور چمڑا پر ٹھپہ کا فن اسپین سے مراکش پہنچا اور پھر فرانس و انگلستان۔

ریشم کے کپڑے پالی کران سے ریشم حاصل کرنا اور ریشمی کپڑے طیار کرنا، اسی طرح بھٹیڑوں کی پرورش کر کے ان کے اُون سے اونی کپڑے بنانا صرف قرطبہ بلکہ اندلس کے اکثر شہروں میں رائج تھا۔ الامیر، شہنشاہ اور پتیل کے برتنوں کے لئے مشہور تھا، و نشیا میں گئی ظروف نہایت عمدہ طیار ہوتے تھے۔ بعض مقامات میں سونے چاندی کی متعدد دکانیں پائی جاتی تھیں۔ خود قرطبہ میں لوہا اور سیسہ بکثرت پیدا ہوتا تھا اور طلیطلہ کی تلواریں مشہور تھیں۔ لوہے اور دھات کی اشیاء پر سونے، چاندی کی نقاشی بھی بہت ترقی پر تھی۔

کاشت کے لئے انھوں نے متعدد نہریں کھودیں۔ انگور، شفتالو، انار، نارنگی، چاول، روئی، نیشکر، زعفران، زیتون اور گیہوں کی کاشت عام طور پر ہوتی تھی۔ پھلوں کے باغوں کے علاوہ آرائشی و تفریحی باغات بھی بکثرت پائے جاتے تھے، جن میں ”جنت العریف“ (مشہور باغ) کے آثار آج کے جوار میں اب بھی پائے جاتے ہیں، یہ باغ اپنی نہروں، آبشاروں اور فواروں کی وجہ سے مشہور تھا۔

اشبیلیہ بہت بڑی تجارتی منڈی تھی جہاں سے روئی، زیتون اور زعفران کا تیل کشتیوں کے ذریعہ باہر بھیجا جاتا تھا۔ ملاغا اور جابین زعفران، انجیر، سنگ مرمر اور شکر کی برآمد کا مرکز تھے۔ یہاں کی مصنوعات و پیداوار قسطنطنیہ، دمشق، بغداد، مکہ، ہندوستان اور وسط ایشیا تک بھیجی جاتی تھیں۔ بحری تجارت میں عربوں کی ترقی و تجارت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ وہاں سے اپنی متعدد بحری اصطلاحات انھیں سے لیں۔

ڈاک کا بھی باقاعدہ انتظام تھا اور مساکو نامہ کا بھی۔ دینار و دہم اور فلس خاص کے تھے جو شمالی یورپ کی عیسائی سلطنتوں میں بھی ۱۰۰ سال تک جاری رہے۔ تعلیم کی طرف بھی قرطبہ کی اموی حکومت نے بڑی توجہ کی۔ خود الحکم بڑا دانش مند شخص تھا یہ طلبہ کو وظائف دیدیکر تحصیل علوم و فنون کی طرف مائل کرتا تھا اس نے ۳۰ مدارس قائم کئے جہاں طلبہ کو مفت تعلیم دی جاتی تھی۔ اس نے ایک یونیورسٹی جامعہ قرطبہ کے نام سے قائم کی، جہاں یورپ، افریقہ، ایشیا کے عیسائی اور مسلمان طلبہ بکثرت تعلیم پاتے تھے۔ یہ یونیورسٹی اس نے عبدالرحمان ثالث کی تعمیر کی ہوئی مسجد میں قائم کی تھی لیکن بعد کو اس نے ڈھائی لاکھ

دینار سے زیادہ صرف کر کے اس کو وسیع کیا، پانی کے لئے سینے کے پائپ لگائے اور ٹائل کا فرش بنوایا۔ اس کے علاوہ دور دور سے اس نے ماہرین علوم و فنون طلب کئے اور بڑے بڑے مشاہیر پران کو یہاں کا پروفیسر مقرر کیا چنانچہ مشہور مورخ ابن قتیبہ اور بغداد کے مشہور ماہر ادبیات ابوالاعلیٰ القانی (جن کی تصنیف اتالی اب تک عربی ادبیات کے درس میں شامل ہے) اسی جامعہ قرطبہ کے اساتذہ میں سے تھے۔ الحکم نے یہاں ایک بہت بڑی لائبریری قائم کی جس میں ۴ لاکھ کتابیں محفوظ تھیں۔ اسکی فہرست ۴۴ جلدوں میں تمام ہوئی۔ اس نے اسکندریہ و دمشق و بغداد ہر جگہ اپنے نایب مقرر کردئے تھے جو کتابیں خرید کر یہاں بھیجتے رہتے تھے۔ اس نے کتاب لاغانی کا سب سے پہلا نسخہ حاصل کرنے کے لئے اسکے مصنف اصفہانی کو ایک ہزار دینار پیشگی بھیج دیے۔ ایک ڈچ سیاح ”dozy“ نے لکھا کہ اس وقت اندلس میں قریب قریب ہر شخص لکھنا پڑھنا جانتا تھا۔

۱۰ سال بعد پڑھنے پر سرکاری روشنی کا رواج شروع ہوا پیرس میں اسکے صدیوں بعد تک دستور کی یہ حالت رہی کہ بارش کے موسم میں کشتوں گھنٹوں کیچر کا نور سے لٹا پڑتا تھا

منزل سنی لائبریری
گورنمنٹ لائبریری

فاطمین مصر

(۲۹۶ھ سے ۹۰۹ھ تک)

مصر کی فاطمی حکومت کا دور زریں المعز (۳۴۱ھ) کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور العزیز کے عہد کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے (۳۵۶ھ) لیکن المستنصر کے عہد میں بھی (۳۵۶ھ) یہاں کی شان و شوکت کا یہ عالم تھا کہ حسب بیان ناصر خسرو و محلات شاہی کی آبادی ۳۰ ہزار سے کم نہ تھی جس میں بارہ ہزار صرف نوکروں کی تعداد تھی اور ایک ہزار پیادہ و سوار باڈی گارڈ کی۔ پایہ تخت میں ۲۰ ہزار مکانات خلیفہ کی ملکیت تھے جن میں سے ہر ایک پانچ چھ مندریں رکھتا تھا۔

فاطمین کے عہد میں ابن کلیس علوم و فنون کا بڑا مشہور قدردان تھا۔ اس نے ایک اکادمی قائم کی تھی جس پر وہ ایک ہزار دینار ماہوار صرف کرتا تھا۔ یہی زمانہ مشہور ماہر طب محمد التیمی کا تھا۔ اس سے قبل اخشیدیوں کے عہد میں الکندی اور قضاعی دو مشہور مورخ یہاں پائے جاتے تھے۔

فاطمی عہد میں کوئی خاص علمی ترقی نہیں ہوئی، لیکن شعر و شاعری کا چرچا ضرور بڑھ گیا۔ کیونکہ المعز خود بھی شاعر تھا۔ علمی حیثیت سے اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے مسجد ازہر کو اکادمی (دارالعلوم) میں تبدیل کر دیا۔

اس خاندان کے ایک اور فرمانروا الحاکم نے شیعہ مسلک و عقاید کی تبلیغ کے لئے ایک ادارہ دارالحکمت کے نام سے قائم کیا اور اسی کے ساتھ کتابوں کی حفاظت اور مسودات کی نقل و غیرہ کے لئے ۲۷۰ دینار ماہوار مقرر کر دیئے۔ اس نے کتب خانہ کے علاوہ ایک مدرسہ بھی قائم کیا جہاں علوم دینیہ کے علاوہ طب و ہیئت کی بھی تعلیم ہوتی تھی۔

الحاکم کو خود بھی ہیئت سے کافی دلچسپی تھی اور المفسر میں جو رصد گاہ اس نے بنوائی تھی وہاں روز صبح کو جایا کرتا تھا۔

اسی کے دربار سے علی بن یونس وابستہ تھا جو مصر کا سب سے بڑا ہیئت دان سمجھا جاتا ہے۔ فلسفہ و طبیعیات، ریاضی، ہیئت و طب کا مشہور ماہر ابن شہیم بھی اسی دربار سے متعلق تھا۔ اس نے مختلف علوم و فنون پر ایک سو کتابیں تصنیف کیں جن میں ایک کتاب ”المناظر“ بصریات (OPTICS) پر بھی تھی۔

اسی زمانہ میں عمار الموصلی نے امراض چشم کے علاج پر ایک کتاب ”منتخب فی علاج العین“ تصنیف کی۔ اس نے موتیا بند کے علاج کا نیا طریقہ ایجاد کیا جس میں ایک نلکی کے ذریعہ سے آنکھ میں اتر آنے والے پانی کو جذب کر لیا جاتا تھا۔

العزیز نے یہاں ایک لائبریری بھی قائم کی تھی جس میں کتابوں اور بیش بہا ناد و خطوط کی تعداد دو لاکھ کے قریب تھی۔

فاطمی فرمانرواؤں کو تعمیر کا بھی خاص شوق تھا۔ ان کے عہد میں اچھی اچھی عمارتیں طیار ہوئیں جن میں جامع ازہر خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ تزئینی آرٹ میں فرنیچر و ظروف کی نقاشی، حریر بانی اور جلد سازی وغیرہ کی طرف بھی اس عہد میں کافی توجہ کی گئی۔

ایوبی خاندان

(۵۶۳ھ سے ۶۲۸ھ تک)
۶۱۲۵۰ ۶۱۱۶۹

ہرچند دمشق کا ایوبی عہد باہمی خانہ جنگی اور صلیبی لڑائیوں کی وجہ سے اضطراب و غیر دلچسپی کا عہد تھا، پھر بھی علوم و فنون، صنعت و تجارت کی طرف کافی توجہ کی گئی۔

دمشق کی شاہی عمارتیں، اس کی فصیل و بروج وغیرہ کے آثار سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں تعمیر کا کتنا اچھا ذوق پایا جاتا تھا۔ علوم و فنون کے سلسلہ میں نور الدین ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ سب سے پہلا مدرسہ تعلیم حدیث کا اور ایک شفا خانہ (المارستان النوری) اسی نے قائم کیا۔ صلاح الدین کے عہد میں تعلیمی سرگرمی زیادہ پیدا ہو گئی۔ اس نے فاطمیوں کے شیعہ اثرات دور کرنے کے لئے دمشق میں متعدد مدارس قائم کئے۔ ابن جریر نے لکھا ہے کہ ۱۱۸۷ء میں وہاں ۲۰ مدرسے، دو شفا خانے اور متعدد خانقاہیں پائی جاتی تھیں۔ صلاح الدین نے یرושلم، قاہرہ، اسکندریہ اور حجاز میں بھی متعدد مدارس اور شفا خانے قائم کئے۔ اس عہد میں علوم و فنون کی کتابیں بھی عربی میں ترجمہ کی گئیں اور زراعت و فلاحیت کی طرف خصوصیت کے ساتھ بہت توجہ کی گئی۔

سلاطین مملوک

(۶۴۹ھ سے ۹۲۰ھ تک)

نصف تیرھویں صدی عیسوی کے بعد باہمی خانہ جنگیوں کی وجہ سے حکومت اسلام میں کافی زوال آگیا تھا اور افریقہ میں صرف مملوک حکومت باقی رہی تھی لیکن اس زمانہ میں مملوکوں نے علوم و فنون کی دو شاخوں میں اپنی روایات سیادت کو شے نہ دیا ان میں ایک ریاضی و ہیئت تھی اور دوسری طب۔ ریاضی اور ہیئت میں تو زیادہ تر نصیر الدین طوسی کی پیروی کی گئی جو ایک فانی رصدگاہ اور مراۃ المناجیر پر ہی کا مہتمم رہ چکا تھا لیکن طب میں انھوں نے جس قدر دلچسپی لی اس کا اندازہ اس اسپتال سے ہو سکتا ہے جو اس خاندان کے آٹھویں فرمانروا قلاؤن نے قائم کیا تھا اور جس کا مہتمم ”ابو الحسن علی ابن النفیس“ (مصنف تشریح القانون) تھا۔

”قلاؤن کے بیٹے الناصر کے زمانہ میں فن بیماری (گھوڑوں کے علاج) پر خاص توجہ کی گئی اور عبداللہ بن دمیاطی نے گھوڑوں کی روایات پر ایک **طب** مسموٰۃ کتاب فضل التجالی تصنیف کی۔ ”روحانی و نفسیاتی علاج“ کی طرف بھی اس زمانہ میں توجہ کی گئی جس کا موجد صلاح مہبتہ القدر ابن جامع تھا۔ اس فن پر اس نے ایک کتاب ”الارشاد لمصالح الافلاس والاعباد“ تصنیف کی

امراض چشم کی طرف پہلے ہی عربوں کو توجہ ہو گئی تھی، لیکن بارھویں تیرھویں صدی عیسوی میں شام و مصر کے اندر اس فن نے بڑی ترقی کی۔ ابو الفضاہ بن النافقہ نے امراض چشم پر ایک بڑی اچھی کتاب مجربات کے نام سے تصنیف کی۔ اسی زمانہ میں ابن ابی الحسین حلبی نے ”الکافی فی الکحل“ (فن سرسازی پر) لکھی اور صلاح الدین بن یوسف نے ”نور العیون و جامع الفنون“ تصنیف کی۔ یہ موتیابند کا آپریشن بھی کرتا تھا۔

اسی عہد میں ابن ابی اصیبعیہ نے اطباء کا ایک بڑا مبسوط مذکرہ ”عیون الانباء فی طبقات الاطباء“ کے نام سے مرتب کیا جس میں عرب و یونان کے اہم طبیوں کا حال درج تھا، چونکہ اس زمانہ میں فلسفہ، ہیئت، طب و ریاضی سب کی تعلیم ساتھ ہی ساتھ ہوتی تھی اس لئے یہ تذکرہ دراصل عربوں کی تمام علمی جدوجہد کی تاریخ ہے۔ اسی قبیل کی ایک اور کتاب ”اخبار العلماء باخبار الحکماء“ کے نام سے انقضی نے تصنیف کی۔

اس عہد کا نہایت مشہور تذکرہ نویس ابن خلکان تھا جس نے اپنی کتاب دلیات الاعیان میں ۸۶۵ اکابر علم و ادب کے حالات جمع کئے یہ کتاب اپنی جامعیت کے لحاظ سے بہترین عربی تصانیف میں شمار ہوتی ہے۔

مملوک عہد میں بڑے بڑے نامور مورخ بھی پیدا ہوئے جن میں ابو القدر، ابن تغری بردی، سیوطی، مقرئہ سی نے خاص شہرت حاصل کی۔ ابو القدر نے ایک کتاب مختصر تاریخ البشر کے نام سے لکھی جس میں ابن اثیر کے خلاصہ کے ساتھ اپنے عہد تک کے واقعات بھی درج کئے۔ بردی نے سلاطین مصر و قاہرہ کے حالات میں ایک کتاب ”نجوم الظاہرہ فی ملوک المصر و القاہرہ“ کے نام سے تصنیف کی۔ جلال الدین سیوطی کو مختلف علوم و فنون سے دلچسپی تھی اس لئے اس کی تصانیف بھی مختلف مباحث سے تعلق رکھتی تھیں۔ مثلاً ”الاتقان فی علوم القرآن“ ”المظہر فی علوم اللغۃ“ ”حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ“۔

مقرئہ سی کو تاریخ، جغرافیہ اور آثار قدیمہ سے خاص دلچسپی تھی۔ اس لئے اس نے اپنی مشہور کتاب ”المواعظ والاعتبار فی ذکر المخططات والآثار“ میں

ان تمام فنون کو سمیٹ لیا۔

ملوک عہد میں دو بڑے مشہور قاموس نگار (ENCYCLOPEDIST) بھی پیدا ہوئے۔ ایک احمد الشوری مصنف ”دینیات“ اور دوسرا احمد القلقشنیدی (مصنف ”سبح الاعشا“)

دینیات میں ایک بڑی مشہور مہتی ”ابن تیمیہ“ کی مثنوی جو دہائیوں کا مورث اعلیٰ سمجھا جاتا ہے، اس عہد کے محدثین میں ابن حجر عسقلانی نے خاص شہرت حاصل کی اور ادیبوں میں شرف الدین محمد البصیری نے جن کا قصیدہ ”بردہ دنیا کی تمام زبانوں میں منتقل ہوا اور جو اردو و نظایف میں شمار ہوتا ہے۔

ادبیات میں سیرۂ عشر اور سیرۂ سیر کی داستانیں جو تمام عرب ممالک کے قہوہ خانوں اور مجالس لطف و تفریح کی جان ہیں، ان کی موجودہ ترتیب اسی عہد میں ہوئی۔ اس کے علاوہ الف لیلہ کی داستانیں بھی اسی زمانہ میں مکمل ہوئیں۔

فن تعمیر اس فن نے عہد ملوک میں غیر معمولی ترقی کی۔ چنانچہ اس زمانہ کے مساجد، مقابر و مدارس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ملوک سلاطین کا ذوق تعمیر بہت بلند تھا۔ گنبدوں اور میناروں کی ساخت، دروازوں، کھڑکیوں کی تعمیر اور بچی کاری وغیرہ میں انھوں نے عجیب و غریب ندرت سے کام لیا۔

کتابوں کو مٹا کرنا، خوبصورت جلد سازی اور خطاطی بھی اس وقت کے خاص فنون تھے۔

معاشرت کی نفاست و پاکیزگی بھی اس عہد کی خصوصیت خاصہ تھی اور دعوتوں میں رقص و سرود کا عام دستور تھا

عام تہذیب و معاشرت



ایران و ماوراء النہر کی مسلم حکومتیں

طاہری (۲۰۵ھ سے ۲۵۹ھ تک) جب حکومت بنو عباس پر زوال آیا تو جس طرح شمالی افریقہ اور مصر و شام میں اس کے مکے مکرمے ہو گئے اسی طرح ایران و ماوراء النہر میں متعدد خود مختار حکومتیں ترکوں اور ایرانیوں نے قائم کر لیں، ان میں سب سے پہلے طاہری خاندان ابھرا جس کا بانی امون الرشید کا معتد علیہ جنرل، طاہر ابن الحسین خراسانی تھا۔ اس خاندان کی حکومت صرف ۵۳ سال رہی اور اس نے کوئی کارنامہ علمی خدمت کا نہیں چھوڑا۔

صفاری (۲۵۴ھ سے ۲۹۰ھ تک) طاہری خاندان کے بعد صفاری حکومت قائم ہوئی اور تقریباً فارس و حدود ہند تک پہنچ گئی لیکن ۴۴ سال سے زیادہ نہ رہ سکی۔ اس عہد میں بھی ہم کو کسی علمی تحریک کا پتہ نہیں چلتا۔

سامانی (۲۶۱ھ سے ۳۸۹ھ تک) صفاریوں کے بعد ایران و ماوراء النہر میں، سامانیوں کی حکومت قائم ہوئی۔ ان کا پای تخت بخارا تھا اس عہد میں البتہ علوم و فنون کی طرف کافی توجہ کی گئی اور سمرقند نے بغداد کے عہد زریں کی یاد کو تازہ کر دیا۔ سامانی فرمانرواؤں نے عرب و ایران کے اکابر علم و فضل کی بہت قدر دانی کی جس کا ثبوت یہ ہے کہ امام رازی نے اپنی مشہور طبی تصنیف المنصور فی اسی خاندان کے ایک فرمانروا ابو صالح منفور ابن اسحاق سے منسوب کی تھی۔ نوح ثانی اس خاندان کا بڑا مشہور فرمانروا تھا، اس نے ابن سینا کو بخارا آنے کی دعوت دی اور شاہی کتب خانے سے مستفید ہونے کا پورا موقع دیا۔ ایرانی لٹریچر کی ترقی کی تاریخ بھی اسی عہد سے شروع ہوتی ہے، اس سے قبل اہل ایران بھی عربی میں تصانیف کرتے تھے، لیکن اس عہد سے فارسی زبان میں بھی کتابیں لکھی جانے لگیں۔ مشہور شاعر رودکی، نوح سامانی ہی کے دربار کا شاعر تھا اور فردوسی کی شاعری بھی اسی وقت سے شروع ہوتی ہے۔

اسی عہد میں منصور اول کے وزیر بلعمی نے تاریخ طبری کا خلاصہ کیا جو فارسی نثر کی نہایت قدیم کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

غزنوی (۳۵۱ھ سے ۵۸۲ھ تک) سامانیوں کے بعد غزنوی حکومت شروع ہوئی یہ ایک وسیع سلطنت کی حیثیت رکھتی تھی جس پر ۱۲ فرمانرواؤں نے ۲۲۰ سال حکومت کی۔

اس کی ترقی کا زمانہ محمد سے شروع ہوتا ہے جس کے عہد میں پایہ تخت غزنی، شعر و ادب اور علوم و فنون کا مرکز تھا۔ تاریخ گزیرہ کا بیان ہے کہ محمود سالانہ چار لاکھ دینار شعراء و علماء پر صرف کرتا تھا۔ اس نے متعدد مدرسے بھی جاری کئے اور غزنی کی مشہور مسجد کے جوار میں دو سنگ مرمر و سنگ خام کی بڑی حسین تعمیر تھی اور اپنی آرائش کی وجہ سے ”عروس ملک“ کہلاتی تھی، ایک یونیورسٹی بھی قائم کی، ایک عجائب خانہ بھی تعمیر کیا اور ایک کتب خانہ بھی، جو مختلف زبانوں کی بہترین کتابوں پر مشتمل تھا۔ اس نے اس یونیورسٹی کے مصارف اور طلبہ و اساتذہ کے وظائف و مشاہرہ کے لئے کئی کاؤں وقف کر دیے۔ ان مشاہیر میں سے جو اس وقت غزنی میں چاروں طرف سے اکٹھے ہو گئے تھے ۴ ایک شخص عقی تھا جس نے سب سے پہلے اولاد بکنگین کے حالات میں تاریخ یمنی لکھی۔ غضاٹری رازی، اسدی طوسی، منوچہر بلخی، فردوسی اسی دربار کے مشہور شاعر تھے۔ محمود، شعر کا جتنا قدردان تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس نے قلعہ کائنات کا کتب خانہ صرف اس لئے ترک کر دیا کہ وہاں کے راجہ نے ہندی کے چندا شعراء اس کی تعریف میں لکھ کر پیش کر دیے تھے۔

محمود کا قاعدہ تھا کہ جب کسی حصہ زمین کو فتح کر کے غزنی لوٹتا تھا تو وہاں کے اکابر علم و فضل کو بھی ساتھ لے جاتا تھا۔ اسی طرح ماوراء النہر، ایران و خراسان کے اکثر مشاہیر غزنی میں جمع ہو گئے تھے اور محمود بڑی دریا دلی سے ان کے ساتھ پیش آتا تھا۔

محمود کے بعد اس کے بیٹے مسعود کا زمانہ آیا جو اپنے باپ سے کم اہل کمال کا قدر شناس نہ تھا۔ اس کا دربار بھی اکابر علم و فضل کا مرکز تھا، جن میں ابوریحان بیرونی جو اپنے عہد کا بہت بڑا فیلسوف اور ماہر ہیئت و ریاضی تھا اور محمود ہی کے عہد میں شاہی ملازم ہو گیا تھا، خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ اس نے جب ریاضی کی مشہور کتاب قانون مسعودی لکھ کر پیش کی تو مسعود نے اس کے صلہ میں اس نے ہاتھی کے برابر وزن کر کے چاندی کے توڑے انعام میں دئے۔ اسی عہد کا مشہور عالم ابو محمد زامی تھا جس نے فقہ حنفی پر ایک کتاب مسعودی کے نام تصنیف کر کے ہادشاہ کے سامنے پیش کی۔

بیرونی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں عربی فارسی زبانیں بڑی ترقی پر تھیں، یونان و ہندوستان کا ایاب علمی ذخیرہ جم رہا تھی، ہیئت، فلسفہ، طب، ہندسہ وغیرہ مشتمل تھا، فارسی، عربی میں منتقل ہو رہا تھا۔

غزنوی خاندان کا ساتواں فرمانروا عبدالرشید خود بڑا فاضل شخص تھا اور تاریخ کی طرف اسے خاص توجہ تھی۔ سلطان ابوالہجیم بڑا اچھا خطاط تھا اور ارتقی (الفیہ و شافیہ کا مصنف) اسی کے دربار سے وابستہ تھا۔

بہرام شاہ بھی علم و فضل کا بڑا اقدردان تھا۔ شیخ نظامی اور سید حسن غزنوی، اسی دربار سے وابستہ تھے۔ اس نے دوسری زبانوں کی متعدد کتابیں فارسی میں ترجمہ کرائیں جن میں ایک کلیلہ و دمنہ بھی تھی۔

(۳۲۰ھ سے ۳۶۰ھ تک) = ایران کا شیعہ خاندان تھا جس کے ۲۱ افراد نے ۱۳۵ سال تک حکومت کی، عضد الدین اس خاندان کا نہایت مشہور فرمانروا تھا جس نے فرمانروایان اسلام میں سب سے پہلے شہنشاہ کا لقب اختیار کیا۔ اس کے عہد میں حکومت آلی توبہ انتہائی عروج پر تھی۔ پایہ تخت شیراز تھا لیکن اس نے بغداد کی ترقی میں بھی کافی حصہ لیا، نہریں بنوائیں، مسجدیں اور شفا خانے تعمیر کرائے۔ مسکو یہی اس کے عہد کا مشہور مورخ تھا۔ بغداد میں اس نے ایک بہت بڑا شفا خانہ ”بیمارستان العفصدی“ کے نام سے ایک لاکھ دینار کے صرف سے تعمیر کرایا جہاں ۴۴ اطباء ہر وقت موجود رہتے تھے۔ عرب کا مشہور شاعر متنبی اور علی الفارسی نحوی (مصنف کتاب الالفیاج) اسی کے زمانہ میں پائے جاتے تھے۔

عضد الدولہ کے بعد اس کے بیٹے شرف الدولہ نے بھی اپنے باپ کی روایات کو قائم رکھا اور ایک رصد گاہ قائم کی۔ اس کے بعد اس کا بھائی بہاؤ الدولہ تخت نشین ہوا تو اس کے وزیر ساہورابن اردشیر نے بغداد میں ایک اکادمی قائم کی اور اس کے کتب خانہ کے لئے دس ہزار کتابیں فراہم کیں۔ احوال تصفا اسی زمانہ میں پائے جاتے تھے، جن کا شمار شیعہ متکلمین میں ہوتا ہے۔

(۳۶۰ھ سے ۴۲۸ھ تک) = آل توبہ کے بعد سلجوقیوں کی حکومت شروع ہوئی جو افغانستان کے مغربی حدود سے ہر روم تک وسیع تھی۔ (۳۶۰ھ سے ۴۲۸ھ تک) = آل توبہ کے بعد سلجوقیوں کی حکومت شروع ہوئی جو افغانستان کے مغربی حدود سے ہر روم تک وسیع تھی۔ ملک شاہ اس خاندان کا نہایت مشہور فرمانروا تھا، اس نے مسجدیں، سڑکیں، نہریں، کاروانسراں، کثرت تعمیر کرائیں، بغداد میں رفاہ عام اور حفظان صحت کے سلسلہ میں اس نے بہت کچھ کیا، اس کا وزیر نظام الملک طوسی، تاریخ سلاجقہ میں بڑی نمایاں حیثیت رکھتا ہے، اس نے ایک بڑی رصد گاہ قائم کی اور تقویم جلالی کو رائج کیا۔ اس کی تصنیف ”سیاست نامہ“ نے بڑی شہرت حاصل کی۔ عمر خیام، ہندسہ، ریاضی و ہیئت کا مشہور ماہر اسی زمانہ میں پایا جاتا تھا اور ناصر خسرو مشہور سیاح بھی اسی زمانہ میں ابھرا۔

نظام الملک کا سب سے بڑا کارنامہ ”مدرسہ نظامیہ“ کا قیام تھا جہاں غزالی بھی طلبہ کو درس دیا کرتے تھے۔

(۴۲۸ھ سے ۴۶۸ھ تک) = سلاجقہ کے بعد خوارزمشاہیوں کی حکومت شروع ہوئی جو ۱۵۵ سال تک قائم رہنے کے بعد چنگیز خاں کے ہاتھوں ختم ہو گئی، لیکن اس عہد میں علم و فن کی خدمت کے نشانات ہم کو نہیں ملتے۔

خوارزمشاہی

ہندوستان کے علم ال خاندان

(۱۲۴۵ھ سے ۱۳۴۳ھ تک)
۶۱۸۵۴ سے ۶۱۰۳۸

ہندوستان میں بیرونی حکومت کی بنیاد شہاب الدین محمد غوری کے وقت سے پڑی، لیکن اس نے زیادہ مستحکم صورت قطب الدین ایبک کے وقت میں اختیار کی جو علوم و فنون کا بڑا قدردان تھا۔ قطب الدین ایبک کے بعد جب شمس الدین التمش کا زمانہ آیا تو اس کا دربار بھی علماء و فضلاء کا مرکز بن گیا۔ قاضی حمید الدین ناگوری، علاء الدین اور علاء الدین اسی عہد میں پائے جاتے تھے۔ اس نے ایک بڑی درسگاہ بھی تعمیر کرائی تھی جہاں دور دور سے طلبہ آتے تھے۔ اس کے بعد غیاث الدین بلبن کا زمانہ بھی علم و فن کے لئے سازگار رہا۔

خلجیوں کے زمانہ میں امیر خسرو کے علاوہ کوئی اور کامل فن پیدا نہیں ہوا۔ عہد تغلق میں فیروز شاہ البتہ بڑا علم دوست بادشاہ تھا۔ اس نے مرے اور شفا خانے تعمیر کرائے، سنسکرت کی بعض کتابوں کا ترجمہ کرایا۔ اور ایک عجائب خانہ بھی قائم کیا۔

اس کے بعد سید خاندان کا اقتدار کچھ دنوں رہا اور پھر لودیوں کی حکومت شروع ہو گئی، جن میں سکندر لودی کا زمانہ علمی ذوق کے لحاظ سے غنیمت تھا۔ اس نے سنسکرت کی ایک آہر ویدک کتاب کا ترجمہ فارسی میں کرایا جس کا نام طب سکندری ہے۔

لودیوں کے بعد مغل حکومت قائم ہوئی۔ اس خاندان میں اکبر، جہانگیر، شاہجہاں، اورنگ زیب چار بڑے مشہور فرمانروا ہوئے اور شعرا کی انھوں نے بڑی قدر کی، فضل و کمال کے لحاظ سے صرف چند نام ہمارے سامنے آتے ہیں، جن میں ابوالفضل، فیضی اور خان آرزو خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ شعرا کی فہرست البتہ بہت طویل ہے۔

ہندوستان میں علوم و فنون کی ترقی کے لحاظ سے مسلم حکومتوں کا کوئی خاص کا زمانہ ہمارے سامنے نہیں ہے۔ اس عہد کے علماء زیادہ تر مذہبی قسم کے تھے اور جو اٹھ کچھ اسلاف چھوڑ گئے تھے انھیں کے مطالعہ کو کافی سمجھتے تھے، تصنیف و تالیف بھی ان کے زیادہ تر انھیں قدیم کتابوں کی شرح و حواشی تک محدود رہی۔ مسجدیں اور عمارتیں البتہ انھوں نے اچھی اچھی تعمیر کرائیں اور فنون لطیفہ میں شعر و نثر کی بھی کافی قدر کی۔ ہاں تاریخ کی کتابیں البتہ بہت لکھی گئیں۔

(دوسرا حصہ)

علوم اسلامی پر ایک نظر

قرآن سے متعلق جو مباحث ہمارے سامنے آتے ہیں وہ صرف دو ہیں ایک یہ کہ قرآن کی لسانی حیثیت کیا ہے اور دوسرے یہ کہ اس کی جمع و ترتیب کیونکر ہوئی، اس لئے ”علم القرآن“ بذات خود کوئی مستقل علم نہیں ہے بلکہ وہ منحصر ہے ادبیات کے جاننے پر اور ان احادیث کے علم پر جن سے ہم کو پتہ چلتا ہے کہ کون سی آیت کس وقت کن حالات کے تحت نازل ہوئی اور ان تشریحات کو کب اور کیونکر جمع کیا گیا۔ ایک تیسری چیز اور بھی ہے جسے ”قرأت و تجوید“ کہتے ہیں، لیکن اس کا تعلق بھی دراصل ادبیات ہی سے ہے۔

قرآن، علوم و فنون کی کتاب نہیں، بلکہ صرف تعلیم اخلاق کی ہے، رہ گئے قصص قرآنی اور مابعد الطبیعیاتی بیانات یا معجزات سوان کا منشا و بھی محض درستی اخلاق ہے، جس پر اگر فنی حیثیت سے گفتگو کی جاسکتی ہے تو اس کا تعلق ”علم الکلام“ سے ہے نہ کہ نفس علم القرآن سے۔ علوم دینیہ میں علم قرآن یقیناً اساسی حیثیت رکھتا ہے، لیکن اس کا تعلق بھی زیادہ تر عقل سے ہے نہ کہ اس بحث سے کہ قرآن کتنا فصیح و بلیغ ہے اور اسے ابہام خداوندی سمجھنے پر ہم مجبور ہیں یا نہیں تاہم اگر ان باتوں کو ”علم قرآن“ ہی سے متعلق سمجھا جائے تو اس کا تعلق ”مذہب“ سے ہوگا نہ کہ علوم و فنون سے۔ تفسیر کے معنی تو فصیح یا سمجھانے کے ہیں اور یہ لفظ صرف قرآن کی توضیح و تشریح کے لئے مخصوص نہ تھا، حکمت و کتابوں کی شرح کے لئے بھی لفظ **تفسیر** تفسیر کا استعمال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ارسطو کی کتابوں پر جو حاشیے لکھے گئے ہیں انہیں بھی تصنیف ہی کہتے تھے اور بنس الرومی کی مشہور تصنیف المجمل کی شرح بھی تفسیر ہی کہلاتی تھی ان کے علاوہ ابوالوفا بیزجانی (مشہور ہیئت وال) نے ”DIOPHANTES“ اور الخوارزمی کی تصنیف الجبر کی جو شرحیں لکھی ہیں وہ بھی تفسیر ہی کہلاتی تھیں لیکن مذہبی اصطلاح میں لفظ تفسیر صرف قرآن کی توضیح و تشریح کے لئے مخصوص ہے۔

علم تفسیر کا تعلق ادبیات و روایات سے ہے۔ یعنی ایک تو لسانی و نحوی حیثیت سے قرآنی آیات کا مفہوم سمجھانا اور دوسرے روایات و احادیث کی مدد سے یہ بتانا کہ فلاں آیت کب، کن حالات میں نازل ہوئی اور اس کا حقیقی مفہوم و مقصود کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں قرآنی قصص و حکایات و جنہیں اسرائیلیات کہتے ہیں، آیات متشابہات، نسخ و منسوخ، اخلاقیات، معجزات اور احکام تشرعی سے تعلق رکھنے والی جو آیات کلام مجید میں پائی جاتی ہیں ان سے بھی مفسرین بحث کرتے ہیں، لیکن اس تمام بحث و تحقیق کا تعلق زیادہ تر روایات ہی سے ہوتا ہے اور عقلی حیثیت سے ان مسائل پر کوئی گفتگو نہیں کی جاتی اور اگر کسی مفسر نے اس کی کوشش بھی کی ہے تو وہ تفسیر سے ہٹ کر زیادہ تر ”علم کلام“ کی چیز ہو گئی ہے۔

بعض تفسیریں ایسی ہیں جن میں صرف ضمائے مرجع کو نظر ہر کر کے آیات کا ترجمہ دوسرے الفاظ میں کر دیا گیا ہے اور اس قبیل کی تفاسیر میں جلالین کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ بعض تفاسیر میں ہر ہر جملہ، ہر ہر لفظ کو سامنے رکھ کر تشریح کی گئی ہے اور بعض میں صرف سورتوں کو سامنے رکھ کر ان کی توضیح کر دی گئی ہے۔

اسلامی لٹریچر میں کتب تفاسیر کا بہت بڑا ذخیرہ پایا جاتا ہے اور اسلامی عہد کے ہر زمانہ میں متعدد تفاسیر لکھی گئی ہیں، جن میں سے اکثر ضایع ہو گئے ہیں اور بعض اب تک موجود ہیں۔

تفسیریں زیادہ تر عربی میں لکھی گئیں کیونکہ ان کے لکھنے کے لئے عربی زبان کی جہارت ضروری تھی، لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ دنیا کی دوسری زبانوں میں تفسیر لکھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ مغربی زبانوں میں تو خیر رجحان بہت بعد کو پیدا ہوا، لیکن اسلامی ممالک کی زبانوں میں یہ سلسلہ بہت پہلے شروع ہو گیا تھا اور بعد کو اس طرف اس قدر توجہ ہو گئی کہ اگر آپ تمام تفاسیر کی فہرست اپنے سامنے رکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ اکثر کتب تفسیر کے مصنف عجیبی النسل تھے۔

عربی زبان میں جتنی تفاسیر لکھی گئی ہیں ان میں طبری، زمخشری، رازی اور بیضاوی کی تفسیروں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ طبری بڑا مورخ بھی تھا اور بڑا مفسر بھی۔ اس کی تفسیر بڑی مبسوط و مفصل ہے اور اس کی بنیاد صرف روایات پر قائم ہے۔ زمخشری چونکہ مفکر بھی تھا اس لئے اس کی تفسیر "کشاف" میں معنویاتی رنگ بھی پایا جاتا ہے۔ یہ تفسیر طبقہ خواص میں اتنی مقبول ہوئی کہ علامہ تفتازانی اور سید شریف جرجانی ایسے اکابر علماء نے اس کی شرحیں لکھیں۔ رازی کی تفسیر کبیر بھی اپنی جگہ خاص اہمیت رکھتی ہے۔ لیکن عام طور پر بیضاوی کی تفسیر نے بڑی شہرت حاصل کی اور جو مطالب قرآنی اس میں بیان کئے گئے ہیں انہیں جمہور استنادی پختہ سمجھتا ہے۔ بعد کی تفسیروں میں برواس کے اسماعیل حقی کی تفسیر ترکی ممالک میں زیادہ مقبول ہوئی۔

علم تفسیر بڑا قدیم علم ہے اور اس کی ابتدا آغاز عہد اسلام میں ہو گئی تھی، چنانچہ استنبول کی حمیدیہ لائبریری میں تفسیر کا ایک نسخہ پایا جاتا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسے خود ابن عباس (وفات ۳۷ھ) نے لکھا تھا۔

قرون اولیٰ میں تو نہیں لیکن بعد کو ضرور اس بات پر غور کیا گیا کہ متداول تفاسیر میں جن احادیث سے استناد کیا جاتا ہے وہ کس حد تک قابل اعتماد ہیں اور تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ ان میں اکثر ساقط الاعتبار ہیں اور اس لئے کسی تفسیر کے متعلق یہ کہنا کہ وہ آخری لفظ کی حیثیت رکھتی ہے، درست نہیں۔ علم تفسیر اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک ہم کو یقینی طور پر یہ نہ معلوم ہو جائے کہ کونسی آیت کب اور کیوں نازل ہوئی اور یہ ممکن نہیں، اس لئے مفسرین آیات قرآنی کی شان نزول بتانے میں اکثر و بیشتر مجروح روایات وغیرہ مصدقہ واقعات کا سہارا ڈھونڈنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور اس طرح ان کی تفسیر ایک مجموعہ عجائب و غرائب ہو جاتی ہے۔

عہد حاضر کے ایک مشہور مصری عالم شیخ طنطاوی نے عہد حاضر کے علوم حکمیہ کو سامنے رکھ کر ایک تفسیر لکھی ہے لیکن اس میں ضرورت سے زیادہ عقل سے کام لیا گیا ہے، اس لئے صیغ معنی میں تفسیر سے بھی نہیں کہہ سکتے۔

اردو میں بھی بہت سی تفاسیر لکھی گئیں، لیکن ان سب کی بنیاد قدامت کی تفاسیر پر قائم ہے اور جو تفاسیر ان میں پائے جاتے ہیں وہی ان میں بھی موجود ہیں۔

حدیث ظہور اسلام سے قبل بھی اہل عرب کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنے اسلاف و اکابر یا اب و جد کے مراسم و شعائر اور واقعات تاریخی کی روایات محفوظ رکھا کرتے تھے اور ان سے ٹھننا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ جب رسول اللہ مبعوث ہوئے اور عربستان کی ذہنی و دماغی دنیا میں انقلاب عظیم برپا ہوا، یعنی روایات قدیمہ کے محفوظ رکھنے کے بجائے رسول و صحابہ کے اقوال و افعال کی روایات کو زندہ رکھنے کی کوشش کی گئی اور یہ تھی اولین بنیاد فقہ حدیث کی۔

پھر چونکہ کسی واقعہ کی صحت کا انحصار زیادہ تر اس پر ہے کہ اس کے بیان کرنے والے نے خود اسے دیکھا ہو، یا وہ اس سے قریب تر زمانہ میں پایا جاتا ہو اس لئے سب سے زیادہ معتبر راوی صحابہ مانے گئے، جو رسول اللہ کے ساتھ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے اور سفر و حضر میں ساتھ رہتے تھے اس کے بعد تابعین کا درجہ قرار پایا، جنہوں نے صحابہ کا زمانہ دیکھا تھا۔ اور پھر تبع تابعین کے دیکھنے والے تھے و ہم جراث۔ اس لئے حدیث کے دو حصے ہو گئے ایک وہ جسے اسناد کہتے ہیں اور دوسرا متن یعنی ایک حصہ وہ جس میں یہ بتایا جائے کہ کن کن راویوں کے ذریعہ سے روایت بیان کی گئی ہے اور دوسرا حصہ خود واقعہ یا روایت کا۔ یا الفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ جب کوئی شخص کسی واقعہ کی روایت کرتا تھا تو اسے یہ بھی ثابت کرنا پڑتا تھا کہ واقعی رسول اللہ نے ایسا فرمایا یا ایسا کیا اور اس کا ثبوت اس سے زیادہ کچھ نہ ہوتا تھا کہ وہ معتبر راویوں کا سلسلہ بیان کر دے۔

اس امر کی تحقیق کے لئے کہ جن راویوں کے سلسلہ سے حدیث بیان کی جاتی ہے وہ معتبر ہے یا نہیں اور یہ کہ اخلاقی و ذہنی حیثیت سے ان کا کیا مرتبہ ہے ہے ایک علاحدہ فن کی بنیاد پڑی جسے فن رجال کہتے ہیں۔ اور اس کا اصطلاحی نام "الجرح والتعذیل" قرار پایا۔

ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں بعض روایتیں زیادہ معتبر مانی گئی ہوں گی اور بعض کم، اس لئے راویوں کی حیثیت، الفاظ روایت کے اختلاف اور سلسلہ روایت کے لحاظ سے حدیث کی بہت سی تقسیمیں ہو گئیں :-

- (۱) اگر راویوں کا پورا سلسلہ نہایت معتبر ہے اور حدیث میں کوئی بات عقیدہ مروجہ کے خلاف نہیں ہے تو ایسی حدیث کو ”صحیح“ کہتے ہیں۔
 - (۲) اگر راویوں کے سلسلہ میں کوئی راوی کم درجہ کا ہے یا اسناد مکمل نہیں ہے تو ایسی حدیث کا نام ”حسن“ قرار پاتا ہے۔
 - (۳) اگر راوی مشتبہ ہے یا نفس روایت میں کوئی بات شبہ کی ہے تو ایسی حدیث کا نام ”ضعیف“ رکھا جاتا ہے۔
 - (۴) اگر راوی نے قول رسول کے الفاظ کے بجائے کہیں کہیں خود اپنے الفاظ استعمال کئے ہیں تو ایسی حدیث کو ”درج“ کہتے ہیں۔
 - (۵) اگر راوی صرف ایک ہے اور اس کی روایت ضعیف سمجھی جاتی ہے تو ایسی حدیث کو ”مترک“ کہتے ہیں۔
 - (۶) اور اگر کوئی روایت - لحاظ روایت و مفہوم بالکل غلط مانی جاتی ہے تو اس کا اصطلاحی نام ”موضوع“ ہے۔
- پھر چونکہ احادیث میں صرف رسول ہی کے اقوال و افعال سے بحث نہیں ہوتی بلکہ صحابہ و تابعین کے حالات و اقوال کی روایت کو بھی حدیث کہتے ہیں اس لئے ایک تقسیم اور ہوئی یعنی

- (۱) اگر کسی حدیث میں رسول اللہ کا ذکر ہے تو اسے ”مرفوع“ کہیں گے۔
 - (۲) اگر صحابہ کے اقوال و افعال کا ذکر ہے تو اس کا نام ”موقوف“ ہوگا۔
 - (۳) اگر تابعین کے اقوال و افعال بیان کئے گئے ہیں تو اسے ”منقول“ کہیں گے۔
- اسناد کے لحاظ سے ایک اور تقسیم احادیث کی کی جاتی ہے :-

- (۱) اگر روایت کا نہایت معتبر غیر منقطع سلسلہ کسی صحابی تک پہنچتا ہے تو اسے ”مسند“ کہتے ہیں۔
 - (۲) اگر راویوں کا سلسلہ اس طرح کا ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے قسم و حلف کے ساتھ ہاتھ پر ہاتھ کر روایت بیان کی ہے تو ایسی حدیث کو ”مسلسل“ کہتے ہیں۔
 - (۳) اگر اسناد مکمل بھی ہیں اور مختصر بھی یعنی آخری راوی اول راوی کے درمیان بہت کم واسطے ہیں تو ایسی حدیث کو ”عالی“ کہتے ہیں۔
 - (۴) اگر راویوں کا سلسلہ غیر منقطع ہے تو ایسی حدیث کو ”متصل“ کہتے ہیں۔
 - (۵) اگر یہ سلسلہ بیچ سے ٹوٹ گیا۔ یعنی تابعین کے سلسلہ کا کوئی راوی نہیں ہے تو ”منقطع“ کہتے ہیں۔
 - (۶) اگر کوئی بات رسول اللہ کے متعلق کسی تابعی نے بیان کی ہے اور اسے نہیں معلوم ہو سکا ہے کہ کس صحابی سے اسے سنا تو ایسی حدیث کو ”مرسل“ کہتے ہیں۔
 - (۷) اگر کوئی حدیث ایسی ہے جو ”عن فلاں“ و ”عن فلاں“ سے بیان کی گئی ہے یعنی صرف سماعی اسناد ہے تو اسے ”معنعن“ کہتے ہیں۔
 - (۸) اگر کسی حدیث میں کوئی ایک راوی بھی غیر متعین ہے تو اسے ”مبہم“ کہتے ہیں۔
- اس کے علاوہ ایک اور تقسیم باعتبار طریق روایت بھی کی گئی یعنی ایک ہی حدیث کتنے لوگوں نے علیحدہ علیحدہ بیان کی ہے۔ یعنی
- (۱) اگر کوئی حدیث علیحدہ علیحدہ بہت سے لوگوں نے بیان کی ہے اور وہ سب ثقہ و معتبر ہیں تو اسے ”متواتر“ کہتے ہیں۔
 - (۲) اگر کم از کم تین معتبر طبقے کے راویوں نے اسے بیان کیا ہے تو ”مشہور“ کہتے ہیں۔
 - (۳) اگر علیحدہ علیحدہ دو راویوں نے روایت کی ہے تو ”عزیز“ کہتے ہیں۔
 - (۴) اگر ایک ہی راوی ہے تو ”آحاد“ کہتے ہیں۔
 - (۵) اگر صرف ایک تابعی نے روایت کی ہے تو ”غریب مطلق“ کہتے ہیں۔

ہر چند یہ تمام تقسیمیں جو بیان کی گئی ہیں ان پر تمام علماء کا اتفاق نہیں ہے اور مفہوم کے لحاظ سے ائمہ فن باہد کثرت میں لیکن ہمارا مقصود اس اظہار سے صرف یہ بتانا ہے کہ احادیث کی چھان بین میں کتنی کاوش سے کام لیا گیا اور رسول اللہ کے اقوال و افعال کا صحیح علم حاصل کرنے کے لئے

کس قدر مبلغ کو ششہیں صرف کی گئیں

اول اول یہ دستور تھا کہ احادیث زبانی روایت سے حاصل کی جاتی تھیں یعنی اگر معلوم ہو جاتا تھا کہ کسی شخص کو کسی حدیث کا علم ہے تو شاہیقین اُس کے پاس جاتے تھے اور اُس سے سن کر یاد کر لیتے تھے، یا یہ ہوتا تھا کہ راوی کسی حدیث کو بیان کرتا تھا اور لوگ اُسے لکھ لیتے تھے اور دوبارہ اُس کو سن کر اگر کوئی غلطی ہوتی تو صحت کر لیتے تھے اور راوی اس کی شرح بھی بیان کر دیتا تھا پھر وہ لوگ جو احادیث کو اس طرح قلمبند یاد کر لیتے تھے وہ دوسرے دن کو اسی طور سے بتاتے تھے۔ حتیٰ کہ رفتہ رفتہ زبانی روایت کا دستور بند ہو گیا اور تحریری روایت کا رواج قائم ہو گیا۔

جمع احادیث کی اول اول یہ صورت تھی کہ راوی یا رجال کے لحاظ سے ان کی ترتیب قائم کی گئی اور ایسے مجموعہ کو مسند کہتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ”مسند احمد بن حنبل“ خاص شہرت رکھتا ہے لیکن بعد کو متن کے مفہوم کے لحاظ سے ترتیب قائم کی گئی اور ایسے مجموعوں کا نام ”مسنف“ قرار پایا۔ اس قسم کے مجموعوں میں بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ خاص مرتبہ کی چیزیں سمجھی جاتی ہیں۔ علی الخصوص بخاری، مسلم جو صحیحین کے نام سے موسوم ہیں کہ اگر کوئی ایک بھی روایت ان دونوں میں پائی جائے تو پھر اس سے انکار کرنے کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہتی۔ حضرات شیعہ کے نزدیک صرف وہ روایات قابل اعتبار ہیں جو جناب علی یا ان کے متبعین کی وساطت سے پہنچی ہیں چنانچہ اس اصول کے لحاظ سے سب ذیل پانچ کتابیں ان کے یہاں مرتب ہوئی ہیں:-

(۱) الکافی، محمد بن یعقوب الکلینی کی۔ (۲) من لایستخرہ الفقہ، محمد بن علی بابویہ قمی کی۔ (۳) تہذیب الاحکام۔ (۴) الاستبصار فی ما اختلف فیہ الاخبار، محمد الطوسی کی۔ (۵) نہج البلاغہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اقوال جناب علی کا مجموعہ ہے۔ یہاں تک کہ جو کچھ لکھا گیا اُس سے آپ کا معلوم ہو گیا ہوگا کہ کتب احادیث کی تردید میں کتنی محنت و کاوش سے کام لیا گیا لیکن باوجود اس تمام حزم و احتیاط کے ان پر آنکھ بند کرنے کے اعتقاد نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے متعدد وجود ہیں۔ تاریخی و سیاسی بھی اور نفسیاتی بھی

جس وقت آپ غور کریں گے کہ روایت احادیث کی ابتدا کب سے ہوئی تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ یہ زمانہ وہ تھا جب رسول اللہ کی وفات کے بعد اسلام کا دائرہ اثر وسیع ہوتا جا رہا تھا اور اس کی سلطنت و حکومت پھیلتی جا رہی تھی، سنی مذہب کے پیرو، موسوی مسلک کے متبعین، فلسفہ یونان کے ماننے والے، ایران کے آتش پرست اور بودھ مذہب کے تارک اور نیا لوگ، بھی سے مسلمہ انوں کو واسطہ پڑ رہا تھا اور ان سب کے تمدن و اخلاق مذہب و اعتقاد کے مقابلہ میں ان کو اسلام کا مطالعہ کرنا اور اسلامی شریعت کا منہبہ کرنا ضروری تھا۔ پھر ظاہر ہے کہ انہیں بات بات میں غور کرنے کی ضرورت ہوتی ہوگی کہ رسول اللہ کا فلاں امر یہ کیا طریقہ عمل تھا۔ کیا ہدایت فرمائی تھی اور یہی وہ چیز تھی جس نے روایت حدیث کی بنیاد ڈالی۔ پھر چونکہ رسول اللہ کی آنکھ بند ہوتے ہی لوگوں میں باہم اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور ہر جماعت اپنی تائید میں رسول ہی کی حدیث کو پیش کرنا زیادہ موثر جانتی تھی اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد ہی روایت حدیث و وضع حدیث کی بنیاد پڑ گئی کیونکہ جب دو مخالف جماعتوں میں سے ہر ایک اپنی موافقت میں حدیث پیش کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ ان میں ایک ضرور جھوٹی ہوگی۔ پھر صحابہ کے بعد جب عہد بنی امیہ و بنی عباس میں مصالحہ سیاسی کے لحاظ سے ہر ایک جماعت کو اپنی تائید میں بہت زیادہ ضرورت نقل و احادیث کی پڑی تو اس وقت مستقل نگاہیں وضع احادیث کی قائم ہو گئیں اور حکومت کے اثر، روپیہ کے زور سے جس امیر و خلیفہ نے جس قسم کی حدیث کی ضرورت ہوئی فوراً ڈھواولی، چنانچہ کتب تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ خود امراء کے پاس جا کر کہا کرتے تھے کہ اگر کسی حدیث کی ضرورت ہو تو مہیا کر دی جائے۔ اسی کے ساتھ چونکہ حدیث روایت کرنے والوں کی سوسائٹی میں بہت عزت کی جاتی تھی۔ اس لئے لوگوں میں بالخصوص یوں بھی اس طرف رغبت پیدا ہوئی

اسی سلسلہ میں نفس روایت کی اہمیت پر بھی غور کرنا ضروری ہے۔ یعنی جو احادیث روایت کی گئی ہیں وہ بالفاظ رسول روایت ہوئی ہیں یا صرف مفہوم لے لیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کتب احادیث کی تردید میں رسول اللہ کے کم از کم دو سال بعد شروع ہوئی ہے اور یہ امر کہ وہ طرح قرین عقل و قیاس نہیں کرتے ان کے بعد درجنوں راویوں کے ذریعہ سے جو روایتیں فراہم کی گئی ہیں ان کا مفہوم بھی وہی باقی رہا ہوگا جو رسول اللہ کا مقصود تھا چہ جائیکہ الفاظ نبوی۔

غور فرمائیے کہ رسول اللہ چار آدمیوں کے سامنے کسی وقت کوئی بات ارشاد فرماتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ اس کا ایک مفہوم قرار دیکر اس کی روایت کرتا ہے۔ پھر کیا ممکن ہے کہ سب کے سب کسی ایک بات پر متفق ہوں یا سب نے رسول اللہ کا حقیقی مدعا معلوم کر لیا ہو یا ان کے الفاظ یاد رکھے ہوں، پھر اسی کے ساتھ جس وقت اس امر پر غور کیا جائے گا کہ اس وقت رسول اللہ کا لب و لہجہ کیا تھا۔ کس سلسلہ سخن میں کیا بات ارشاد ہوئی تھی، آپ کا رویہ سخن کس طرف تھا تو یہ الجھنیں اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں اور کبھی کسی حدیث کے متعلق یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ رسول اللہ ہی کا ارشاد ہے۔ یہی سبب تھا کہ متقدمین صحابہ میں سے بعض سرے سے روایت و احادیث ہی کو پسند نہ کرتے تھے اور بعض محدثین نے روایت بالمعنی کو کبھی جائز قرار نہیں دیا۔ لیکن ضرورت زمانہ نہ روایت و احادیث سے لوگوں کو باز رکھ سکی اور نہ روایت بالمعنی کی روک تھام ہو سکی۔

رسول اللہ کے بعد تاریخ اسلام میں جتنی پیچیدگیاں پیدا ہوئیں وہ ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں، آپ کی آنکھ بند ہوتے ہی خلافت کے مسئلہ میں دو گروہ پیدا ہو گئے اور ہر چند بظاہر ان میں کوئی تضاد تو نہیں ہوا لیکن اصول دونوں کے علیحدہ تھے، خلیفہ اول کے بعد جب خلیفہ دوم کے انتخاب کا وقت آیا تو اس اختلاف میں اور زیادہ قوت پیدا ہوئی، یہاں تک کہ خلیفہ ثالث کے زمانہ میں یہ پوری طرح نمایاں ہو گیا اور خلیفہ چہارم کے عہد میں کھلم کھلا ٹھن گئی، پھر غور فرمائیے کہ جب اتنی مختلف جماعتیں موجود ہوں اور علویین و خوارج، امویین و عباسیین وغیرہ کے تضاد و اصطلاح نے شیرازہ کو درہم و برہم کر رکھا ہو تو ایسے زمانہ میں احادیث کی روایت کیا اہمیت رکھ سکتی ہے جبکہ ہر ایک اپنی موافقت میں احادیث ہی کو پیش کرتا تھا روایت کے ساتھ ائمہ فن نے چند اصول درایت بھی مقرر کر دیے ہیں چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے عبالہ تافہد میں جن اصول ذرا کا ذکر کیا ہے ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:-

(۱) اگر کوئی روایت تاریخ مشہور کے خلاف ہو تو صحیح نہیں

(۲) اگر وقت و حال کا قرینہ اس کے خلاف ہو تو بھی باور نہ کرنا چاہئے

(۳) اگر مقتضائے عقل و شرع کے خلاف ہو تو بھی ایسی حدیث قابل اعتبار نہیں

(۴) اگر کوئی بات ایسی بیان کی جائے جو رسول اللہ کے اخلاق کے منافی ہے تو بھی اسے رد کر دینا چاہئے

اسی طرح امام بخاری نے ابن جریری سے جو اصول درایت بیان کئے ہیں وہ بھی قریب قریب اسی کے ہیں لیکن آپ کتب احادیث کو اٹھا کر دیکھئے اور نو فیصلہ کیجئے کہ ان میں کتنی حدیثیں اصول درایت کے معیار پر ٹھیک آتی ہیں، شاید ہزار میں دس ہیں اگر احادیث کی تقسیم ان کے مطالب کے لحاظ سے کی جائے تو حسب ذیل بڑی بڑی تقسیمیں ہو سکتی ہیں:-

۱۔ تعلیم عقاید و عبادت و اخلاق

۲۔ پیشین گوئیاں اور قصص و حکایات

۳۔ احکام شریعت یا معاشری قانون

۴۔ مابعد الطبیعیات (یعنی حیات بعد الموت اور دوزخ و جنت، عذاب و ثواب وغیرہ وغیرہ۔۔۔)

نظا ہر ہے کہ ان ابواب میں سب سے زیادہ محفوظ و ناقابل اعتراض باب اگر ہو سکتا ہے تو پہلا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ بھی اپنے جزئیات میں اختلافات سے خالی نہیں اور روایت و درایت اس پر بھی تنقید ہو سکتی ہے

دوسرا باب بالکل اسرائیلی روایات سے بھرا ہوا ہے اور چونکہ عیسوی و موسوی مذہب کے اثرات رسول اللہ کے بعد بھی بہت کچھ باقی تھے اس نے لوگوں نے ان مذہب کی روایتوں کو نقل کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا اور ان کی توثیق کے لئے ان روایتوں کو رسول اللہ سے منسوب کر دیا۔ پیشین گوئیوں کی حدیثیں جتنی ہیں وہ سب ناقابل اعتبار ہیں، کیونکہ ہر زمانہ میں ہر شخص نے اپنے اغراض و مقاصد کے لحاظ سے ایسی حدیثیں گھڑ کر مطلب برآری کرنا چاہی ہے

احکام شریعت کے متعلق بھی احادیث میں بکثرت اختلاف و تضاد پایا جاتا ہے اور اسی لئے اسلام کی فقہ میں کئی اسکول ہو گئے ہیں پھر

چونکہ ہر اسکول اپنی تائید میں احادیث ہی پیش کرتا ہے اس لئے لامحالہ ان سب کو موضوع قرار دیا جائے گا کیونکہ اب یہ معلوم کرنا دشوار ہے کہ واقعی رسول اللہ نے کیا ارشاد فرمایا تھا

وہ احادیث جو بعد الطبیعیات سے متعلق ہیں وہ بھی یکسر موضوع ہیں اور اسلام میں جو غیر مذاہب کے عناصر شامل ہو گئے تھے ان کے زیر اثر یہ سب کچھ بعد کو بڑھایا گیا ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ اس سے مختلف نہیں ہے جو مذاہب قدیمہ کے خرافیات میں پایا جاتا ہے۔
فقہ علم تشریع یا قانون سازی کو اسلام میں فقہ کہتے ہیں، جو عبادت، عقاید، اخلاق، معاملات اور آئین حکومت وغیرہ تمام مسائل پر مشتمل ہے۔ اسلام میں احکام فقہ اخذ کرنے کے چار ذرائع ہیں: قرآن، حدیث، رائے اور اجماع امت۔ ابتداء اسلام میں جب کوئی مسئلہ سامنے آتا تھا تو سب سے پہلے قرآن میں جستجو کی جاتی تھی کہ اس باب میں خدا کا کیا حکم ہے اور جب قرآن سے اس کا پتہ نہ چلتا تو احادیث رسول کی طرف توجہ کی جاتی، لیکن اگر اس میں بھی کامیابی نہ ہوتی تو فیصلہ کرنے والا تو اپنی رائے سے کام لیکر فیصلہ کرتا ایک بار امیر معاویہ کو کسی خاص مسئلہ میں نہ قرآن کا کوئی حکم ملا نہ کوئی حدیث رسول، تو انہوں نے زید بن ثابت سے رجوع کیا اور انہوں نے خود اپنی رائے سے کام لے کر مشورہ دیا

اسی طرح ایک بار مصر کے قاضی نے حضرت عمر سے کسی مسئلہ میں استصواب کیا تو آپ نے ہدایت کی کہ اگر رسول اللہ کی کوئی حدیث موجود نہیں ہے تو اپنی رائے سے کام لیکر فیصلہ کرو
 آگے چل کر انھیں رایوں اور خلفاء راشدین کے احکام نے نظائر قانونی کی حیثیت اختیار کر لی اور فقہ یا قانون کا جزو بن گئے۔ اسی کا نام اجماع امت تھا

اول اول اسلام پر صرف شریعت موسوی کا اثر تھا، لیکن جب بعد میں سلسلہ فتوحات مسلمان ایران اور بازنطینی علاقوں تک پہنچ گئے تو فقہ اسلامی پر ان ملکوں کے رسم و رواج اور مروجہ قوانین کا بھی کافی اثر پڑا اور مسلمانوں نے ان باتوں کے قبول کر لینے میں جو تعلیم اسلام کے منافی نہ تھیں پس و پیش نہ کیا، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ عہد بنی امیہ و بنی عباس میں رومی قانون کی بہت باتیں شریعت اسلامی میں داخل ہو گئیں
 خلفاء راشدین کے زمانہ میں تو علمی حیثیت سے فقہ کی تدوین کا خیال پیدا نہ ہوا تھا لیکن عہد بنی امیہ میں وقتاً فوقتاً اس کی کوشش ضرور کی گئی اور عہد بنی عباس میں اس نے زیادہ منظم صورت اختیار کر لی

باوجود اس امر کے کہ فقہاء نے بالاتفاق قرآن، حدیث، رائے اور اجماع امت کو فقہ کا مآخذ قرار دیا تھا، لیکن استخراج احکام میں ضرور ان کے درمیان اختلاف ہو جاتا تھا، اور یہ اختلاف زیادہ تر احادیث کے سلسلہ میں ہوتا تھا، کیونکہ جب ایک ہی مسئلہ پر مختلف احادیث ملتیں تو کوئی جماعت کسی حدیث کو ترجیح دیتی اور کوئی دوسری حدیث کو

فقہ کی باضابطہ تدوین دوسری صدی ہجری میں شروع ہوئی اور مدینہ، شام اور عراق کے علماء نے فقہی تصانیف کی طرف خاص توجہ سے کام لیا۔ ذہبی نے ”مذکرۃ الحفاظ“ اور عبد اللہ بن المبارک نے ”العلم فی الابواب والفقہ“ اس عہد کی تصانیف کا تفصیلی ذکر کیا ہے جن میں زہری کے فتاویٰ دو تین جلدوں پر مشتمل ہیں اور حسن بصری کی تصنیف ”ابواب الفقہ“ (جو سات جلدوں پر مشتمل ہے) خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

یورپ کے ایک مشہور مستشرق ای گریفینی (E. GRIFFINI) کو حال ہی میں اٹلی کے شہر میلان کی امپرومین (AMBROSIAN) لائبریری میں ایک فقہی کتاب کا نسخہ ملا ہے جو شیعی فرقہ زیدیہ کے بانی زید بن علی سے منسوب ہے، پھر اگر یہ صحیح ہے کہ وہ مسودہ واقعی خود زید بن علی کے قلم کا ہے تو ہم کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ فقہ کی تدوین سب سے پہلے شیعی طبقہ میں ہوئی، لیکن ابھی تک اس مسودہ کی اصلیت مشتبہ ہے اور یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ واقعی زید بن علی ہی کی تصنیف ہے

سنیوں میں فقہ کی سب سے پرانی اور اہم کتاب مالک بن انس (۹۷ - ۱۷۹ھ) کی موطا ہے، لیکن اسی وقت جبکہ مالک بن انس، مدینہ میں موطا کی تدوین میں مشغول تھے، شام میں عبد الرحمن الاوزاعی بھی تدوین فقہ کر رہے تھے، جو عرصہ تک ہسپانیہ کے مدارس میں مقبول رہی

تصنیف و تالیف کے باب میں عراق کو تمام اسلامی ممالک پر فوقیت حاصل تھی، جہاں نہ صرف فقہ بلکہ ادبیات، فلسفہ، منطق اور دوسرے علوم میں بھی تصنیف و تالیف اور تحقیق و تفتیش کا سلسلہ عرصہ تک قائم رہا۔ اس میں شک نہیں فقہ میں سب سے زیادہ نازک مسئلہ رائے کا ہے، کیونکہ رایوں میں ہمیشہ اختلاف ہو سکتا ہے اور اس لئے بعض علماء نے رائے کی اہمیت کو تسلیم نہیں کیا، لیکن چونکہ اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہ تھا اس لئے آخر کار فقہاء و حجاز و فقہاء عراق دونوں نے اسے تسلیم کر لیا۔ ان میں حماد بن ابی سلیمان (وفات ۱۲۷ھ) سب سے پہلے فقہ تھے جنہوں نے رائے کی اہمیت پر زیادہ زور دیا، ان کے بعد ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد (ابو یوسف اور محمد بن الحسن) نے اس کی بنیاد استوار کی اور سلسلہ تصانیف باقاعدہ شروع کر دیا۔ چنانچہ ابو یوسف نے ہارون الرشید کے عہد میں اپنی مشہور تصنیف ”کتاب الخراج“ مرتب کی اور اس طرح حکومت کا آئین و تشریعی نظام اصول فقہ کے مطابق قائم ہو گیا۔

عراق میں ایک دہقان فقہ سفیان ثوری (وفات ۱۶۰ھ) کا بھی تھا جس کی تعلیمات پر مغربی افریقہ کے مسلمان عرصہ تک عمل کرتے رہے مگر بعد میں اس کا اثر کم ہونے لگا اور رفتہ رفتہ ختم ہو گیا۔

اگرچہ عام طور پر علماء اسلام نے تدوین فقہ میں رائے کی اہمیت کو تسلیم کر لیا تھا، لیکن پھر بھی بعض علماء اس کے خلاف تھے اور جب بعد کو فقہائے عراق و حجاز کے درمیان اصول استنباط و تاویل احادیث میں اختلاف پیدا ہوا تو اس جماعت کو جو پہلے ہی سے رائے کی مخالفت تھی، زیادہ موقع مل گیا اور اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم رسول اللہ کی احادیث کے علاوہ کسی اور کی رائے یا اجتہاد کو قابل عمل نہیں قرار دے سکتے۔ اس اختلاف کے سب سے بڑے علمبردار یعقوب بن اخیثم تھے جو عہد مامون میں بغداد کے عہدہ قضا پر مامور تھے اور جن کی تصنیف ”کتاب التنبیہ“ نے خاص شہرت حاصل کی۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فقہ میں ”اصحاب الحیثیت“ اور ”اصحاب الرائے“ کی دو جماعتیں علیحدہ علیحدہ ہو گئیں۔ ہر چند یہ اختلاف خالص علمی اختلاف تھا، لیکن اس کا اثر بہتیت اجتماعی اور معاشرہ پر بھی پڑا اور اس کو دور کرنے کے لئے محمد بن ادریس الشافعی نے ان دونوں جماعتوں کو متحد کرنے کے لئے بعض قواعد و ضوابط تدوین فقہ کے ایسے مرتب کئے جن پر دونوں متفق ہو سکیں، لیکن چونکہ خود شافعی کا رجحان زیادہ تر روایت و حدیث ہی کی طرف تھا، اس لئے وہ اپنی مصالحت کو شمش میں کامیاب نہ ہو سکے۔

تیسری صدی ہجری تک فقہ کے دو شعبے پیدا ہو چکے تھے (۱) اصول فقہ یعنی ماضی فقہ اور اس سے استنباط مسائل کا علم۔ (۲) فروع فقہ، یعنی زندگی کے مختلف مسائل کے متعلق فقہی احکام کی تدوین اور پھر بعد کو انہیں دو شعبوں پر تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

سفیوں میں فقہ کے چار دبستان خیال پائے جاتے ہیں جو ان چار ائمہ کے نام سے منسوب ہیں جنہوں نے ان کی بنیاد ڈالی تھی۔

(۱) فقہ حنفی۔ اس کے بانی امام ابو حنیفہ تھے۔ اس فقہ کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ ترکی، وسط ایشیا، اور ہندوستان کے تمام مسلمان اس فقہ کے تابع ہیں۔

(۲) فقہ مالکی۔ یہ امام مالک سے منسوب ہے اور مغربی افریقہ، بالائے مصر کے علاقہ میں اس کے پیرو زیادہ پائے جاتے ہیں۔

(۳) فقہ شافعی۔ یہ امام شافعی سے منسوب ہے اور اس کے مقلدین زیادہ تر مصر، جنوبی عرب، جزائر شرق الہند، مشرقی افریقہ اور شام میں نظر آتے ہیں۔

(۴) فقہ حنبلی۔ امام حنبل سے منسوب ہے۔ اس کے پیرو عموماً عراق، مصر، شام و فلسطین میں زیادہ پائے جاتے تھے لیکن اب صرف نجد کے علاقہ تک محدود ہے۔

ان چار فقہی اسکولوں کے علاوہ اور بھی متعدد دبستان فقہ پیدا ہوئے جن میں دبستان اوزعی، دبستان سفیان ثوری، دبستان غاسبری، دبستان جریریہ (طبری کا قائم کیا ہوا) قابل ذکر ہیں، لیکن یہ سب چند دن چل کر ختم ہو گئے۔

فارسیوں اور شیعوں نے بھی اپنی اپنی فقہ علیحدہ مرتب کی جو بعض مسائل میں فقہ حنفی سے مختلف ہے شیعہ جماعت نے تدوین فقہ میں صرف

ان احادیث کو سامنے رکھا جو علو میں کے سلسلہ سے روایت کی گئی تھیں اور حنفی کتب احادیث پر اعتماد نہیں کیا۔ شیعوں میں زیدی جماعت کے اصول، اثنا عشری شیعوں سے کچھ مختلف ہیں

اسلامی لٹریچر میں فقہی کتابوں کا بڑا ذخیرہ پایا جاتا ہے اور عمرانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کو نظر انداز کر دیا گیا ہو، لیکن چونکہ زمانہ کے ساتھ ساتھ حالات بدلتے جا رہے ہیں اور بہت سے نئے نئے مسائل سامنے آرہے ہیں، اس لئے یہ کہنا کہ جو فقہ اس وقت تک مرتب ہو چکی ہے وہ بالکل کافی ہے اور اس میں کسی حدوت و اضافہ کی گنجائش نہیں، درست نہیں

تاریخ اسلام و عہد اسلام کا ذکر آتے ہی سب سے پہلے ہماری نگاہ جزیرہ نمائے عرب کی طرف جاتی ہے، کیونکہ اسلام کی ابتدا وہیں سے ہوتی ہے اور بعد کو اسی سرزمین کے فرزندان نے اس کی اشاعت ساری دنیا میں کی

چونکہ موضوع تاریخ اسلام ہی سے تعلق رکھتا ہے، اس لئے سب سے پہلے ہمیں یہی دیکھنا ہوگا کہ عرب میں تاریخ کی ابتداء کہاں سے ہوئی۔ ظہور اسلام اس میں کیا تبدیلیاں ہوئیں اور پھر فتوحات اسلامی کے سلسلہ میں اور کون کون سے عناصر اس میں شامل ہوئے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ سوال ہمارے سامنے آتا ہے کہ آیا عہد اسلام سے قبل بھی عرب میں تاریخ کا وجود پایا جاتا تھا یا نہیں، اور اگر تھا تو اس کی کیا نوعیت تھی۔ عربوں کا تاریخی عہد کب سے شروع ہوا، اس کا فیصلہ بہت دشوار ہے، کیونکہ قبل اسلام کی جاہلی روایات اور دوسری صدی ہجری کی (ایک حد تک) علمی روایات کے درمیان جو خلا پایا جاتا ہے اس کا حال ہمیں بالکل معلوم نہیں اور جب تک اس درمیانی زمانہ کا حال معلوم نہ ہو، عربوں میں علم تاریخ کی تدریجی ترقی کا پتہ چلانا بہت دشوار ہے

جزیرہ نمائے عرب میں یمن کی تہذیب بہت قدیم سمجھی جاتی ہے۔ جس کا ثبوت قدیم میمری نقوش و آثار سے بھی ملتا ہے۔ خیال کیا جاتا تھا کہ یمن قدیم کی بعض تاریخی روایات کے نقوش بھی دستیاب ہو سکیں گے، لیکن ان زبانی روایات کے علاوہ جو زیادہ تر قصص و حکایات کی صورت رکھتی ہیں اور کوئی تاریخی مواد قدیم یمن کے متعلق اس وقت تک دستیاب نہیں ہو سکا۔ البتہ ظہور اسلام سے ایک صدی قبل کے زمانہ کے بعض حالات پر ان سے ضرور روشنی پڑتی ہے اور قدیم شاہان یمن میں سے صرف ملکہ سبا اور ابرہہ کا ذکر بھی ان روایات میں پایا جاتا ہے

ظہور اسلام کے بعد پہلی صدی ہجری میں ان روایات میں زب و داستان کے لئے کچھ اور اضافے کئے گئے اور ان پر قدیم تاریخ عرب کی بنیاد رکھی گئی جس کا سہرا وہب بن خبیر اور عبید بن شریح کے سر ہے۔ ہر چند یہ دونوں فن تاریخ کا صحیح احساس نہ رکھتے تھے اور حداثات انھوں نے اپنے زمانہ کے لئے ہی وہ بھی مبالغہ آمیز روایتی رنگ سے پاک نہیں ہیں تاہم انھیں تاریخ نویسی کی بنیاد ضرور کہا جاسکتا ہے جس پر تاریخ مابعد کی تعمیر استوار ہوئی

ان کے بعد مورخ ابن اسحاق نے جو کچھ کھواہ عبیدہ کی خیالات کا چرہ تھا اور دوسرے مورخ عبد اللہ بن ہشام کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے وہب کی کتاب الیجان ہی کو دوبارہ پیش کیا۔ حدیث کہ طبری کی تفسیر قرآن بھی وہب کی روایتوں سے محفوظ رہ سکی اور اس طرح جو خلفیاتی عنصروں پر طبرانی میں داخل ہو گیا تھا وہ آج بھی بدستور باقی ہے ابن خلدون نے بے شک ان قسیمی روایات کو مجروح قرار دیکر ان کی لغویت ثابت کی، لیکن لطف یہ ہے کہ اپنے نظریوں کے ثبوت میں اسے خود بھی انھیں روایات سے کام لینا پڑا

شمالی عرب میں حالات کچھ مختلف تھے، کیونکہ یہاں کی قبائلی آبادی اپنی اپنی روایات بالکل علیحدہ رکھتی تھیں اور ان میں باہم گہر کوئی اشتراک نہ پایا جاتا تھا۔ یہ روایات وہی ہیں جنہیں ایام عرب سے تعبیر کیا جاتا ہے اور صرف آپس کی قبائلی جنگوں سے تعلق رکھتی ہیں

اس میں شک نہیں کہ ان روایتوں میں حد درجہ مبالغہ سے کام لیا گیا ہے تاہم انفس واقعات پر ان سے ضرور کچھ کچھ تاریخی روشنی پڑتی ہے اور عہد اسلام کے مورخوں کو قدیم عرب کی تاریخ مرتب کرتے وقت ان سے کام لینا پڑا، کیونکہ ان روایات کے علاوہ عہد قدیم کے حالات معلوم کرنے کا اور کوئی ذریعہ تھا ہی نہیں۔ انھیں روایات کے ساتھ ساتھ شمالی عرب میں ایک چیز اور بھی پائی جاتی تھی یعنی نسب ناموں کو یاد رکھنا اور انھیں بغیر کسی تغیر و تبدل کے ثابت کرنا یہ اپنی جگہ بڑی اہم چیز تھی جس سے مورخین مابعد نے بہت فائدہ اٹھایا

دوسری صدی ہجری میں جب زبان و محاورات کی جستجو و تحقیق کا شوق پیدا ہوا تو ماہرین اسانیات کو سب سے پہلے انھیں روایات کی طرف متوجہ

ہونا پڑا اور اس طرح ایک بڑا ذخیرہ ان روایات کا فراہم ہو گیا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ابو عبیدہ کا نام ہمارے سامنے آتا ہے جنہوں نے تمام ان قدیم روایات کو موضوع کے لحاظ سے جدا جدا مرتب کیا اور یہ ان کے صحیح احسان تاریخ نگاری کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔

اسی طرح کا ایک کارنامہ ہشام بن محمد الکلبی کا ہے۔ انہوں نے اپنے والد عوانہ اور ابو مخنف کی جمع کی ہوئی روایتوں کو زیادہ پھیلا کر پیش کیا اور خاندانِ حیرہ کے حالات قدیم مخطوطات کی مدد سے فراہم کئے، ظہور اسلام کے بعد حقیقی معنی میں تاریخ نویسی کا آغاز رسول اللہ کے حالات اور ان کے مغازی کی جستجو سے ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے جو احادیث یا روایات فراہم کی گئیں، ان کا تعلق زیادہ تر مغازی سے تھا۔ یہ کام سب سے پہلے مدینہ کی گلیوں میں شروع ہوا اور دوسری صدی ہجری میں جا کر کہیں دوسرے مقامات پر پہنچی ان کی پیروی کی گئی۔ چونکہ احادیث اور روایات کی فراہمی میں ہر بات کی بڑی کوشش کی جاتی تھی کہ کوئی غلط بات سامنے نہ آئے اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ عرب میں صحیح تاریخ نویسی کی ابتدا سیرت رسول و مغازی رسول ہی سے ہوئی

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ابان بن عثمان اور عروہ بن زبیر کا نام لیا جاتا ہے، گو ان کی کسی تصنیف کا حوالہ بعد کی کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔ ان کے بعد متعدد لوگوں نے احادیث مغازی فراہم کرنا شروع کیں جن میں محمد بن مسلم ابن شہاب الزہری کا نام خصوصیت کے ساتھ بہت نمایاں ہے انہوں نے یہی نہیں کیا کہ احادیث مغازی کو یکجا کر دیا بلکہ ایک مسلسل تاریخ مغازی رسول بھی مرتب کر دی جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی چیز تھی۔ زہری کے بعد متعدد کتابیں سیرت رسول پر لکھی گئیں، جن کی بنیاد زیادہ تر زہری ہی کی تصنیف تھی۔ لیکن ان میں محمد ابن اسحاق بن یسار کی سیرت نبوی کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ اس میں نہ صرف مغازی و سیرت بلکہ تاریخ نبوت کو بھی پیش کیا گیا تھا

اس کے بعد تاریخ ممالک کا زاویہ زیادہ وسیع ہو جاتا ہے اور ابن اسحاق کا مشہور جانشین محمد بن عمر الواقدی سامنے آتا ہے جس نے نہ صرف مغازی کی تفصیلات قلمبند کیں بلکہ ہارون الرشید کے عہد تک خلفاء کے حالات بھی جمع کئے۔

اس کے بعد محمد ابن سعد نے، طبقات ابن سعد کے نام سے زیادہ مفصل تاریخ لکھی جس میں صحابہ و تابعین کے حالات بھی درج ہیں۔ سیرت نبوی سے متعلق جبنا حصہ اس نے لکھا وہ بھی زیادہ متنوع و وسیع ہے اس میں اخلاق النبی، علامات نبوت اور شمائل و خصایل پر الگ الگ بحث کی گئی ہے اس سلسلہ میں یہ بات خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے کہ اس وقت تک تاریخ نویسی صرف عراق تک محدود تھی اور دوسری صدی ہجری کے اختتام تک شام، عرب و مصر کی سرزمین سے کوئی شخص یہ ذوق لیکر نہیں آگیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ ما بعد کے مورخین عراقی مورخین ہی سے زیادہ متاثر رہے

تیسری صدی کی ابتدا میں حبیب کاغذ کا استعمال شروع ہوا تو تاریخ نویسی کو اور زیادہ ترقی ہوئی، کیونکہ وہ تمام روایات و احادیث جو اس سے قبل لوگوں کو محض زبانی یاد تھیں ضبط تحریر میں آنے لگیں اور اس طرح تیسری صدی ہجری کے وسط تک اچھا خاصہ تاریخی ذخیرہ فراہم ہو گیا۔

اس زمانہ میں سب سے پہلے احمد بن حنبل البلاذری کا نام سامنے آتا ہے اور اسی وقت سے اول اول عربوں کی تاریخ نویسی ایرانی اثرات سے متاثر ہوئی۔ ہر چند فارسی کا ”خداوند نامہ“ ایک صدی پہلے ہی عربی میں ترجمہ ہو چکا تھا لیکن اس کا کوئی خاص اثر عرب تاریخ نویسی پر نہ پڑا تھا۔ اب عربوں کا رجحان ایران کی تاریخی کتابوں کی طرف زیادہ ہوا اور تاریخ عالم لکھنے میں ان سے استفادہ کا رواج شروع ہو گیا۔ اس سلسلہ میں ابو حنیفہ دیناوری، یعقوبی، ابن قتیبہ، حمزہ، اصفہانی اور مسعودی خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ طبری بھی اسی زمانہ کا مورخ ہے لیکن اس کا رجحان زیادہ تر عرب روایات ہی کی طرف تھا

تیسری صدی ہجری سے لیکر چھٹی صدی تک کا زمانہ اسلامی مورخین کی نمایاں ترقی کا زمانہ تھا، چنانچہ سوہوں کی تاریخ، فتوحات کی تفصیل ملک کے اقتصادی و سیاسی حالات، غیر ملکوں سے تعلقات، فقہی و شرعی سرگرمیاں، علمی مباحث وغیرہ سبھی کچھ تاریخ کے سلسلہ میں آگیا اور متعدد کتابیں مختلف موضوعات پر ضبط تحریر میں آئیں۔ اس عہد کے مشہور مورخین میں ابن مسکویہ، ابن خلیب بغدادی، ابن مقفع اور ابن عساکر کے نام بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔ اس وقت کی تاریخوں میں مذہبی عنصر لگبلا زیادہ تھا، لیکن سیاسی مصالح کا ان پر کوئی اثر نہ پڑا تھا، لہذا چوتھی صدی کے

بعد یہ اثر بھی شروع ہوا اور عام تاریخوں کے بجائے زیادہ تر صوبہ جاتی حکومتوں کی تاریخیں لکھی جانے لگیں اور وہ بھی سیاسی نقطہ نظر سے۔ ظاہر ہے کہ ایسی تاریخیں حکومت کے اثرات سے آزاد رہ کر نہیں لکھی جاسکتی تھیں، اس لئے مورخین مجبور ہوئے کہ وہ اپنی معلومات سرکاری دفاتر یا سرکاری بیانات سے آگے نہ بڑھائیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر صوبہ کی تاریخ، مذہبی، سیاسی و ثقافتی حیثیت سے پروپاگنڈا ہو کر رہ گئی اور تاریخ کی حقیقی روح مفقود ہو گئی لیکن اس سے ایک فائدہ بھی ہوا، وہ یہ کہ اس سلسلہ میں تاریخ کے ساتھ ساتھ تذکرہ نویسی کی طرف بھی لوگوں کو توجہ ہو گئی اور تذکرے زیادہ ابتداء عہد اسلام کے اکابر کی زندگی سے تعلق رکھتے تھے، ان کی ترتیب میں روایات ہی سے کام لینا پڑا اور مقامی و وقتی سیاسی اثرات سے وہ محفوظ رہے اسی زمانہ میں اولیاء کرام، حفاظ، علماء، شعراء، ادبا، ماہرین نجوم، طب و موسیقی وغیرہ کے حالات زندگی بھی قلمبند ہونا شروع ہوئے اور شیعی مورخین نے بھی امام حسین اور واقعہ شہادت پر بھی متعدد کتابیں لکھیں

اس قسم کی تصانیف میں خطیب بغدادی کی کتاب جو پندرہ جلدوں پر مشتمل ہے، ابن عساکر کی تاریخ دمشق، ابو الفتح اصفہانی کی کتاب الکافانی اور ابن قتیبہ و ثعلبی کی تصانیف خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں

چونکہ اس وقت اسلامی مملکت کی مرکزیت ختم ہو چکی تھی اور اس کے مختلف صوبوں میں علیحدہ علیحدہ خود مختار حکومتیں قائم ہو چکی تھیں، اس لئے تاریخ و تذکرہ کی کتابوں پر بھی اس کا بڑا اثر پڑا اور مختلف حکمران خاندانوں کی تاریخیں انھیں کے مصالح کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئیں۔ اس زمانہ میں ایرانی اثرات اسلامی تاریخ نویسی پر بہت زیادہ ہو گئے اور براہیم کی کتاب تاجی کے بعد عربی نے تاریخ یمنی لکھی جو سبکیں اور محمود غزنوی کے حالات پر مشتمل تھی۔ اسی زمانہ میں دقیقی اور فردوسی کی زمبہ شاعری وجود میں آئی اور اس کا اثر بھی ایرانی تاریخ نویسی پر کافی پڑا۔

اس سے قبل زیادہ تر عربی کی تاریخوں کا ترجمہ فارسی میں کیا جاتا تھا، لیکن اب براہ راست فارسی میں لکھی جانے لگیں۔ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ترکی خاندانوں کے حکمران جو ایک طرف اناطولیہ اور دوسری طرف ہندوستان تک پہنچ گئے تھے عربی زبان سے ناواقف تھے۔ چنانچہ چھٹی صدی ہجری کے اخیر تک فارسی میں تاریخ لکھنے کا رواج زیادہ پھیل گیا، اس دور کے مورخین میں محمد بن علی رافعی اور خضر الدین مبارک شاہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں

جب مغلوں کی سلطنت مغربی ایشیا میں قائم ہوئی تو تاریخ نویسی کا مغل اسکول علیحدہ قائم ہو گیا جس کی ابتدا فضل اللہ شیدائین طبیب نے کی۔ اس اسکول کے دوسرے مورخین میں وصال اور حمد اللہ مستوفی بہت مشہور ہوئے۔ تیمور کے زمانہ سے پھر تاریخ نویسی کا رنگ بدلا، کیونکہ یہ اس کی طرف بہت مایل تھا اور جہاں جاتا تھا، وقایع نویسوں اور مورخوں کی ایک جماعت اپنے ساتھ لے جاتا تھا، نظام الدین شامی کا ظفر نامہ اسی زمانہ کی چیز ہے جسکی تقلید میں شرف الدین علی یزدی نے اسی نام سے ایک اور کتاب لکھی۔ زیادہ مقبول ہوئی۔ خاندان تیمور کے فرمانرواؤں کے زمانہ میں اس فن کو اور ترقی ہوئی اور ہرات کا ایک نیا اسکول تاریخ نویسی قائم ہو گیا اس اسکول کے بڑے بڑے مورخین میں حافظ آبرو (جس نے جامع التواریخ کو از سر نو مرتب کیا) فصیح خوانی (مجل کا مصنف) حسین کاظمی، عبدالرزاق سمقور، میر نور (ساحب روضۃ الصفا) اور میر نور نے خاص شہرت حاصل کی

ہندوستان کے عہد مغلیہ میں گو ابتداً یہ وہ تہراتی اسکول مقبول رہا لیکن بعد کو اس میں ہندوستانی عنصر بھی شامل ہو گیا۔ اس دور کے تاریخ نویسوں میں نظام الدین احمد حسن نے عہد غزنوی۔ اپنی تاریخ کی ابتدا کی تھی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ لیکن عبدالقادر بدایونی کی اہمیت اس لئے بہت زیادہ ہے کہ وہ درباری مورخ نہ تھا اور اس نے جو کچھ لکھا وہ خود اس کے مطالعہ کا نتیجہ تھا۔ بدایونی کے بعد محمد قاسم فرشتہ نے زیادہ مسودہ کتاب لکھی۔ فرشتہ کی حیثیت سے وہ بدایونی کی تاریخ کو نہیں پہنچتی انھیں عمومی کتب تاریخ کے ساتھ ساتھ خصوصی تاریخیں بھی اس زمانہ میں لکھی گئیں جو کسی خاص فرمانروا یا کسی خاص خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ایسی کتابوں میں عہد مغلیہ سے متعلق ابوالفضل کا اکبر نامہ، آئین اکبری، تہذیب نامہ بہت مشہور ہیں۔ اس انداز کے مورخہ، محمد کاظم، مستعد خاں اور خوانی خاں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ او۔ افغان خاندانوں کی تاریخ لکھنے والوں میں نعمت اللہ بروی، امام الدین، عبد الکریم بخاری نے خاص شہرت حاصل کی۔

اس عہد کی خصوصیت کہ تذکرہ اور ڈائری کے انداز کی تاریخیں لکھی گئیں ایک مستقل اہمیت و قیمت رکھتی ہیں۔ چنانچہ ترک تیموری، ترک بابر، ترک جہانگیری اور ہمایوں نامہ وغیرہ متعدد کتابیں اسی انداز کی مرتب کی گئیں۔ ہندوستان میں مسلم حکومت کے متعلق اور بہت سی کتابیں لکھی گئیں، جن کی فہرست کافی طویل ہے۔

جغرافیہ مسلمانوں میں جغرافیہ متعدد ذرائع سے پہونچا۔ سب سے پہلا ذریعہ تو عہد جاہلیت و لوک عرب کی وہ روایات تھیں جو داستان گوئیوں اور شاعروں کے ذریعہ سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی چلی آتی تھیں، جن کے ذریعہ سے انھیں بہت سے امکان عرب کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ شاعری و جغرافیہ کا یہ تعلق صدیوں تک قائم رہا، دوسرا ذریعہ قرآن و حدیث تھا، قرآن یا حدیث کا مقصد جغرافیہ کی تعلیم دینا نہ تھا، لیکن ان میں زمین، پہاڑ وغیرہ کا ذکر ضرور پایا جاتا ہے۔ مثلاً: کہ زمین چٹھی ہے، پہاڑ میخوں کی طرح قائم ہیں وغیرہ وغیرہ اور اس طرح جغرافیہ کا ایک تصور ان کے ذہن میں قائم ہو گیا۔ تیسرا ذریعہ سلسلہ فتوحات تھا جس نے مسلمانوں کو بہت سے نئے مقامات سے آشنا کیا۔ چوتھا ذریعہ سیاست تھی۔ اور پانچواں ذریعہ ہیئت کی وہ کتابیں تھیں جو عہد عباسیہ میں دوسری زبانوں اور خصوصاً یونانی سے عربی میں منتقل ہوئیں۔ یہی وہ خاص ذریعہ تھا جس نے اس فن میں مسلمانوں کی صحیح رہبری کی

بطليموس کا ترجمہ سب سے پہلے ابن خردادبہ نے کیا پھر الکندی، ثابت بن قرائن اور محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے کتاب صورت الارض لکھی۔ خوارزمی ہیئت داں تھا اس لئے اس کی کتابیں زیادہ تر زیچ پر مشتمل ہیں، پھر بھی اس سے جغرافیہ کے متعلق بہت سی معلومات حاصل ہوئیں۔ خوارزمی کی طرح بتانی، ابن یونس، بیرونی نے بھی متعدد تصانیف کیں جو زیادہ تر فلکیاتی جغرافیہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ مامون کے عہد میں عرض البلد و طول البلد کے عملی تجربات کئے گئے اور زیچ آمونی و جدمی آئی، اسی زمانہ میں کرویہ ارض کا ایک نقشہ بھی طیار کیا گیا جس کا نام مسعودی نے الصور الممالک رکھا، بعد کو الزہری نے اپنی کتاب الجغرافیہ میں عہد مامون کے اس نقشہ کی تشریحات کیں

چونکہ عہد عباسیہ میں سلسلہ فتوحات مختلف مقامات کے راستے جاننے کی زیادہ ضرورت تھی اس لئے سیاحتوں کا سلسلہ بھی شروع ہوا اور جغرافیہ کا علم زیادہ وسیع ہو گیا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ”ابوالعباس جعفر بن احمد المرزبی“ کا نام لیا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک ابن خردادبہ کی ”کتاب المسالك والممالك“ کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ اسی نام کی ایک کتاب بیت پہلے السرخسی لکھ چکا تھا، لیکن یہ ضایع ہو گئی اور صف ابن خردادبہ کی کتاب باقی رہی، جو واقعی بڑی مفصل کتاب ہے اور جغرافیہ معلومات کے علاوہ، تاریخ، ہیئت، مختلف ممالک کی مالی آمدنی، اور آمد و رفت کے راستوں کے بیان پر بھی مشتمل ہے

اسی قبیل کی تصنیف یعقوبی کی کتاب البلدان، ابن رستہ کی کتاب العلاقات، الفقیہ اور قیامہ کی کتاب الخراج ہے۔ یہ تمام کتابیں، جاحظ کی کتاب لابصار و عجائب البلدان کے زیر اثر تصنیف کی گئیں۔ اس سلسلہ میں سامانی وزیر جیہانی کی تصنیف ”کتاب المسالك والممالك“ بھی قابل ذکر ہے جو ابن خردادبہ کی کتاب سے بعض احوال میں مختلف ہے۔

عہد عباسیہ میں جغرافیہ کا جو ذوق پیدا ہو گیا تھا اس نے ایک نیا دبستان اس فن کا پیدا کر دیا اور ابو زید بلخی نے ایک اٹلیس (نقشہ، صور الاقالیم کے نام سے مرتب کیا جس سے اصطخری اور ابن حوقل نے بھی فائدہ اٹھایا، لیکن نقشہ سازی کی ابتدا حسب بیان ابن ندیم اس سے قبل ابو جعفر الخازن کر چکا تھا اس گروپ کے جغرافیہ نویسوں میں بعد کو المقدسی نے بڑا نام پایا۔ اس کی تصنیف ”تقاسیم فی معرفۃ الاقالیم“ بہت زیادہ واضح و مکمل تھی۔ دسویں صدی عیسوی میں بلخی اسکول کے علاوہ اور بھی متعدد مصنف پیدا ہوئے جن میں اسحاق بن الحنین (مصنف کتاب المرجان)، المطہر المقدسی (مصنف کتاب البدو و التاریخ) اور گردیزی (مصنف زمین الاخبار) خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

دسویں صدی کا سب سے بڑا مورخ و جغرافیہ داں مسعودی تھا جس نے دور دور کی سیاحت کر کے دو بڑی مشہور کتابیں (مروج الذهب اور کتاب التنبیہ) لکھیں۔ دوسرا سیاح ابن فضلان بھی تھا جو بغداد میں سفیر بنا کر گیا تھا۔ ایک اور سیاح ابراہیم بن یعقوب نے یورپ کا سفر کر کے وہاں کے حالات لکھے اور ابن سلیمان الاسوانی نے ۹۰۵ء بار وادی نیل کی سیاحت کر کے ”کتاب اخبار النوبا“ لکھی

سیاحت کے سلسلہ میں جو کتابیں جغرافیہ کی لکھی گئیں وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے دوسری کتابوں سے مختلف تھیں، کیونکہ ان میں جغرافیہ کے ساتھ تاریخ بھی شامل تھی۔

اس قسم کے مصنفین میں ابن عبدالحکم (مصنف فتوح مصر) عمر بن محمد الکندی (مصنف فضائل مصر) اور ابن زلاق نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ گیارہویں صدی عیسوی میں بھی اسی قسم کی جغرافیائی تصانیف کا سلسلہ جاری رہا اور محمد بن سلامہ قرطبی نے ”مختار فی ذکر المخطوط والآثار“ لکھی جس کے اقتباسات یا قوت اور مقرئیں نے بھی دئے ہیں، بارہویں صدی میں ”ابوالفضل امیہ بن العزیز“ کا ”الرسالۃ المصریہ“ بھی اسی قبیل کی تصنیف تھی۔ مغرب (اندلس) کے جغرافیہ کی کتابوں میں الوراق کی ”کتاب المسالک والممالک“ خاص اہمیت رکھتی ہے۔

اسی قبیل کی تاریخ و جغرافیہ ملی ہوئی کتابوں میں ارتقی کا رسالہ کے حالات میں ابن ابی طاہر کی ”تاریخ بغداد اور نیشہ کی تاریخ بغداد بھی شامل ہیں گیارہویں صدی عیسوی میں دو بہت بڑے جغرافیہ دان پیدا ہوئے ایک بیرونی مصنف قانون مسعودی جس نے سب سے پہلے ہیئت و جغرافیہ کے متعلق ہندوں کے معلومات سے مسلمانوں کو آشنا کیا اور دوسرا ابو عبد اللہ البکری جس کے فدیہ سے شمالی افریقہ اور جنوبی روس کے حالات معلوم ہوئے، اسی صدی کی تصنیف ناصر خسرو کا سفر نامہ بھی ہے اور ابراہیم الطروشکی کی وہ کتاب بھی جس میں اس نے قرآن و جبرئیل کے حالات درج کئے ہیں۔

اس صدی کی کتابوں میں جغرافیہ زیادہ تر تاریخی رنگ میں لکھا گیا اور پچھلی کتابوں کے اقتباسات سے بہت کام لیا گیا جو زیادہ تر ہیئت جغرافیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ تاہم اس زمانہ کی تصانیف میں الادریسی کی ”نزهت المشتاق“ خاص چیز ہے جس میں نقشے بھی دئے گئے ہیں۔ ایک اور کتاب ابن سعید کی ”کتاب الجغرافیہ فی اقالیم السبع“ بھی قابل ذکر ہے۔

بارہویں صدی کی تصانیف میں الزہری کی کتاب الجغرافیہ جس میں اسپین کا جغرافیہ زیادہ شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، کافی اہمیت رکھتا ہے تیرہویں صدی کے جغرافیہ نویسوں میں القزوینی، الحسانی، الدمشقی، ابن الورودی اور الباکودی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ قزوینی کی ”عجائب المخلوقات“ اور ”عجائب المبلدان“ نے بڑی شہرت پائی۔ اسی طرح دمشقی کی نخبۃ الدہز ہراتی کی کتاب جامع الفنون، الورودی کی خیرۃ العجایب اور الباکودی کی تلخیص الآثار نے کافی قبولیت حاصل کی۔

انسائیکلو پیڈیا کی قسم کی تصانیف میں التویری کی ”نہایت الارب فی فنون الادب“ اور ابن فضل اللہ العمری کی ”مسالک الابصار“ خاص حیثیت رکھتی ہے۔

سیاحتی لٹریچر کی ابتدا ”رحلۃ ابن جبیر“ سے ہوتی ہے (۱۱۸۵ھ) اس کے بعد سلسلہ وار ہرودی کی ”اسارہ علی معرفۃ الزیارہ“ (۱۳۱۴ھ) ابن الحماد کی ”تاریخ المستنصر“ (۱۲۳۰ھ)، شہابی کی ”کتاب الرحلۃ“ (۱۲۳۹ھ) آبداری کی ”کتاب الرحلۃ“ (۱۲۸۹ھ)، طبری کا ”سیاحت نامہ“ (۱۳۱۵ھ)، محمد بن رشید کی رحلتانی اور سب سے اخیر میں ابن بطوطہ کی تحفۃ النظار لکھی گئی۔

تیرہویں چودھویں صدی عیسوی کے بعد اس قسم کی تصانیف کا سلسلہ تقریباً ختم ہو گیا۔

مصر و شمالی افریقہ مصر میں خطہ کے قسم کے لٹریچر نے ایوبیوں اور مملوکوں کے عہد میں زیادہ ترقی کی۔ اس زمانہ کے خاص خاص جغرافیہ نویس

یہ تھے :- ابن حطاطی مصنف قوانین الدواہین (۱۲۱۹ھ)، عبد اللطیف، مصنف حالات مصر (۱۲۲۹ھ)، نابلسی مصنف حالات فیوم (۱۲۳۳ھ)، الصفدری مصنف کتاب فضائل مصر (وفات ۱۳۶۱ھ)، ابن متوکی مصنف کتاب الاقالیم (۱۳۲۵ھ) ابن جیعان مصنف کتاب تحفۃ السنیہ (۱۳۴۵ھ)، ابن دیماسک مصنف کتاب الانتصار (۱۳۵۶ھ)، القلقشنڈی مصنف صبح العشار (۱۴۱۸ھ)۔ المقرئیں مصنف ”کتاب المواعظ والاعتبار“ (۱۴۴۲ھ)، خلیل النظار ہی مصنف زبدۃ کشف الممالک (۱۴۵۵ھ)، سیوطی مصنف حن المحی نذر (۱۵۰۵ھ)۔

شمالی افریقہ میں صرف چند جغرافیہ نویسوں کا نام سامنے آتا ہے۔ ان میں ایک الحسن المرکشی تھا جس نے ”جامع المبادی وانحایات“ میں عرض البلد و طول البلد کے چند نقشے بھی دئے تھے، دوسرا عبد الواحد مرکشی (۱۲۲۴ھ) جس کی کتاب المعجب نسبتاً زیادہ مفصل ہے تیسرا بہت زیادہ اہم ابن خلدون تھا جس کی ”کتاب العبر“ کا مقدمہ فن تاریخ و جغرافیہ کے لحاظ سے بہت زیادہ مقبول و شہور ہوا۔ اسی قبیل کی

تصنیف ”کتاب الموش“ قیروانی کی ہے

مشرق اور عراق میں حالات کے پیش نظر جغرافیہ سے زیادہ سیاسیات کی طرف توجہ کی گئی اور وہاں صرف ایک شخص ہر مہر س
ایران و عراق اس ذوق کا پیدا ہوا

ان علاقوں میں جہاں کی ادبی زبان فارسی ہو گئی تھی، وہاں بھی جغرافیہ تصانیف بہت کم ہوئیں۔ ترجمہ البتہ کافی ہوئے۔ اس عہد کی جغرافیہ تصانیف میں ناصر خسرو کا سفر نامہ، احمد طوسی کی عجائب المخلوقات، بکران کا جہاں نما، قزوینی کی عجائب البلدان کا ترجمہ، کافی اہمیت رکھتے ہیں۔
۱۳۳۰ء کے قریب نصیر الدین طوسی اور قطب الدین شیرازی نے غیر معمولی شہرت حاصل کی جو نہ صرف جغرافیہ بلکہ تمام علوم اسلامی کے ماہر تھے۔ جوینی کی تصنیف جہاں نما اور رشید الدین کی جامع التواریخ، ممالک ترک و مغل سے زیادہ تعلق رکھتی ہیں۔ اسی زمانہ میں ایک اور بہت مشہور شخص حمد اللہ مستوفی پیدا ہوا جس کی تصنیف نزہت القلوب بہت مقبول ہوئی۔ اس کا ہم عصر محمد بن یحییٰ مصنف ”صور الاقلم“ تھا (۱۳۴۷ء)، نذر جویں صدی میں عبد الرزاق سمرقندی نے مطلع السعدین لکھی۔ ۱۵۱۶ء میں علی اکبر نے خطائی نامہ میں فارس و چین کے مفصل حالات قلمبند کئے اور امین احمد رازی نے ہفت اقلیم ۱۵۹۹ء میں تمام ممالک اس عہد کے نہایت مشہور ماہرین ہدیت میں ایک الفیہ بیگ تھا اور دوسرا علی بن محمد القوسجی تھا جنہوں نے فلکیاتی جغرافیہ بڑی تفصیل کے ساتھ مرتب کیا

عربوں کے کلاسیکل لٹریچر میں سب سے پہلے نویں صدی کے سوداگر سلیمان کا بحری سفر نامہ ہمارے سامنے آتا ہے اور اسکے بعد **بحری جغرافیہ** ابو زید الصرانی کی ”سلسلۃ التواریخ“ جس میں ہندوستان و افریقہ کے حالات درج ہیں۔ سواصل خلیج فارس، جنوبی عرب اور بحر احمر کے متعلق بہت قدیم زمانہ سے عربوں کی معلومات چلی آرہی تھیں، لیکن اس فن نے تصنیفی حیثیت عہد عباسیہ میں حاصل کی۔ ابن ماجہ کے بیان کے مطابق تین کتابیں اس موضوع پر لکھی گئیں لیکن وہ ہم تک نہیں پہنچیں، مسعودی اور مقدسی کے یہاں البتہ ہم کو بحر ہند کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں، لیکن سب سے پہلا مصنف جس نے ”کتاب لفواید“ میں بحری راستوں اور جہاز رانی کے اصول سے باقاعدہ بحث کی ابن ماجہ تھا۔ (وفات ۳۷۷ھ) اس کا ایک نوجوان ہم عصر سلیمان المہری تھا جس کی کتاب العمدۃ المہریہ بڑی اچھی تصنیف ہے۔ قریب قریب اسی زمانہ میں ترکی امیر البحر سیدی علی رئیس نے بحر ہند کے جغرافیہ پر ایک کتاب مجہد کے نام سے لکھی (۵۵۴ھ) اور پیری رئیس نے بحریہ کے نام بحر روم پر۔ قریب قریب اسی زمانہ میں ”علی بن احمد بن محمد الشرقی السیفقسی“ نے ایک کتاب اس موضوع پر لکھی۔

ترکوں میں جغرافیہ کا میلان سب سے پہلے قزوینی، ابو الفدا اور الوروی کی تصانیف دیکھ کر ہوا جن کے ترجمے ترکی زبان میں کئے گئے۔ اولین ترکی تصنیف اس سلسلہ میں یازجی اوغلو احمد کی درکنون ہے۔ اسکے بعد مصطفیٰ بن علی نے تحفۃ الزمان لکھی۔ لیکن سب سے زیادہ اہم کتاب ”محمد بن عمر بن یزید العاشق“ کی مناظر العالم ہے۔ بحری سیاحت کے سلسلہ میں اولیا چلیپی کی ”تاریخ سیاح“ بڑی معرکہ آرا کتاب ہے۔
ترکی کے ماضی قریب میں سامی بیگ نے قاموس العالم اور مصر جدید کے متعلق علی پاشا مبارک نے ”المخطط التوفیقیہ“ اچھی کتابیں جغرافیہ کی لکھی ہیں۔

ایران کے حالیہ جغرافی لٹریچر میں ”محمد حسن خاں اعتماد السلطنت“ کی تصانیف کے علاوہ ”مرآۃ البلدان“، ”مطالع الشمس“۔ حاجی مرزا طبیب کا ”فارسی نامہ ناصری“ اور مسعود گنہاں کا ”جغرافیہ مفصل ایران“ اچھی تصانیف ہیں۔

فلسفہ، کلام، منطق

اسلامی لٹریچر میں لفظ ”فلسفہ“ کا استعمال مسلمانوں کے اس فلسفہ کے لئے ہوتا ہے جو زیادہ تر یونانی فلسفہ کے زیر اثر وجود میں آیا تھا۔ **فلسفہ** عربوں نے ایران و ہندوستان کے فلسفہ سے بھی فائدہ اٹھایا لیکن سب سے پہلے یونانی فلاسفہ کی کتابیں ترجمہ کی گئیں، ان مترجمین میں

حنین بن اسحاق اور اسحاق بن حنین کا نام سب سے پہلے آتا ہے۔ ان ترجموں سے مسلمانوں میں کافی آزاد خیالی پیدا ہو گئی، یہاں تک کہ الکنڈی کے وقت میں اس آزاد روی نے نمایاں طور پر الحاد کی شکل اختیار کر لی اور ایک عام آواز فلسفہ کے خلاف بلند ہوئی جس کے سب سے بڑے موید اشعری تھے۔ الکنڈی کے بعد فارابی آئے جن کی تعلیم پر بعد کو ابن سینا نے اپنے فلسفہ کی بنیاد قائم کی۔ ان کے فلسفہ کا بنیادی اصول یہ ہے کہ خدا واجب الوجود ہے وہی تمام کائنات کی تخلیق کا علت العلل ہے اور اسی سے چشمہ وجود جاری ہے۔ اس لئے کائنات بھی قدیم ہے۔ وہ اس بات کا بھی قائل تھا کہ قانون قدرت تمام نظام عالم پر حاوی ہے اور اس میں تغیر و تبدل ممکن نہیں

خدا کا جو تصور اس نے پیش کیا وہ اتنا غیر محدود نہ تھا جتنا قرآن سے ظاہر ہوتا ہے۔ قرآنی تصور ”کیف ما یشاء“ کا ہے یعنی خدا جو چاہے کر سکتا ہے، لیکن ابن سینا اس کا قائل نہ تھا کہ خدا قانون قدرت سے ہٹ کر سب کچھ کر سکتا ہے۔ ابن سینا کا فلکیاتی نظریہ بھی مکمل نہ تھا۔ ابن سینا کے فلسفہ کے مخالفین میں سب سے زیادہ اہم ہستی الغزالی کی ہے جنہوں نے اس کی مخالفت میں ۲۰ رسائل تصنیف کئے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی ذہنی ترقی کی رفتار ڈھیمی پڑ گئی

اندلس کا اسلامی فلسفہ ممالک اسلامی میں کم اور عہد وسطیٰ کے مسیحی فلسفیوں میں زیادہ مقبول ہوا۔ ابن باجہ کا فلسفہ یہ تھا کہ روح انسانی تدریجی ترقی کر کے ”الوہیت“ سے ہم آغوش ہو سکتی ہے۔ ابن طفیل قائل تھا کہ جو علم طبیعی ذرائع سے حاصل ہوتا ہے وہ بھی الہامات ربانی کا ہم آہنگ ہو سکتا ہے اسی فلسفہ کو ابن رشد نے زیادہ قوت و وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔ وہ روح کا قائل تھا اور آخرت میں عذاب و ثواب کا بھی۔ اس نے ابن سینا کے بعض نظریوں میں ترمیم بھی کی۔ اس وقت جبکہ فلسفہ کے مقابلہ میں مذہب کے پاؤں اکھڑتے جا رہے تھے، غزالی نے بڑا کام کیا اور فلسفہ میں تصوف شامل کر کے عقاید اسلام کو بڑی حد تک فلسفہ کے حدود تک کھینچ لائے

اس عہد کے حکماء میں رازی اور طوسی دو بڑے مرتبہ کے فلاسفر تھے، رازی مذہب کو زیادہ تر یونانی فلسفہ ہی کی روشنی میں دیکھتے تھے اور ارسطو سے زیادہ افلاطون سے متاثر تھے۔ انہیں لوگ مشکک کہتے تھے۔ طوسی نے بھی انہیں مسائل کو لیا جو رازی کے سامنے تھے لیکن ان میں ابن کمونہ کے بعض نظریوں کو بھی شامل کر لیا

اس وقت اختلافی چیز زیادہ تر ابن سینا کے ”اشارات“ تھے اور یہ اختلاف چودھویں صدی تک قائم رہا۔ قسری، اصفہانی اور رومی اس کے مویدین میں سے تھے۔ طوسی کا سب سے بڑا کا زامہ فلسفہ کے خلاف شہرستانی کے اعتراضات کا رد کرنا تھا۔ ان باہمی اختلافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ فلسفہ کی چھان بین اور زیادہ ہونے لگی اور اس نے غیر معمولی ترقی حاصل کر لی اور ابن ملکہ زنجیزی اور سہروردی ایسی ہستیاں پیدا ہو گئیں جن کے نظریوں کا متبع بعد کو سہروردی، شیرازی، ہرندی، ابن کمونہ اور دوانی نے بھی کیا

ابن سینا نے منطق و فلسفہ پر جو کچھ لکھا وہ بڑا وسیع و بڑا ہے۔ اس کی تلخیص کی جائے اور اس خدمت کو خواجه، ابوری اور زرتوجی نے انجام دیا۔ ابوری نے فلسفہ کی ایک قاموس (انسائیکلو پیڈیا) بھی لکھی جو بہت مقبول ہوئی، کاہن کی ”شمسیہ“ کی متعدد شرحیں لکھی گئیں فلسفہ کی ترقی میں طوسی کی حیثیت ایک مرکزی فیلسوف کی سی تھی۔ انہوں نے اصول فلسفہ پر نہایت وضاحت کے ساتھ گفتگو کی اور مذہب و فلسفہ دونوں کو ایک ساتھ ملانے کی کوشش میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ اس سلسلہ میں ہنری اور قوجی کی خدمات بھی کافی اہم ہیں۔ قوجی نے ابن سینا کی تعلیمات کو زیادہ رواج دیا اور غزالی نے فلسفہ کے خلاف جو شکوک و ادوایم پیدا کر دیے تھے ان کو بڑی حد تک ادا کیا۔ قوجی، ابن سینا کا بڑا مداح تھا، لیکن اس نے علالت، سہروردی، ابیجی، عبد الجبار اور خیام کے نظریوں سے بھی فائدہ اٹھایا

اس وقت یونانی فلسفہ، مفکرین اسلام کے دل و دماغ میں اتنا جا گزیں ہو گیا تھا کہ آخر کار غزالی کی کمان اتر گئی۔ ہر چند فقہ زانی نے ابن سینا کے نظریوں کی مخالفت کر کے غزالی کا بہت ساتھ دیا، لیکن اسے زیادہ کامیابی نہیں ہوئی، صدر الدین شیرازی اس عہد کا بڑا بدست مفکر تھا، جس نے طوسی پر بہت کچھ لکھا۔ اس نے کائنات کے متعلق ایک بالکل نیا نظریہ پیش کیا، ابیجی، ہرندی اور فاروقی کا شمار بھی اس عہد کے اچھے حکماء میں ہوتا ہے

ہندوستانی لائبریری
گاردن لینا روڈ، میانہ، گلشن

کلام

علم کلام کی دو قسمیں ہیں ایک نقلی اور دوسرا عقلی۔ نقلی یا منقولات سے تعلق رکھنے والا علم کلام تو وہ ہے جو خود اسلامی فرقوں کے باہمی اختلافات سے پیدا ہوا، اور دوسرا وہ جو فلسفہ کے مقابلہ کے لئے ایجاد ہوا۔

ابتداء میں اسلام ایک بہت سادہ سادہ مذہب تھا اور اس کے ماننے والے بغیر کسی جرح و نقد کے اس کے عقاید پر ایمان رکھتے تھے، لیکن جب اسلام کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور دوسری قومیں مسلمان ہوئیں تو وہ اپنے اعتقادات بھی بہت کچھ ساتھ لائیں اور ان کو سوچنا پڑا کہ اسلام کے بنائے ہوئے عقاید ان کے قدیم عقاید سے کس قدر مختلف ہیں اور کیوں۔ اس سلسلہ میں خدا، رسول، قرآن، حدیث اور نظام و عتقاری مسائل پر غور ہونے لگا۔ اس طرح اختلاف خیال کی بنا پر اسلام میں متعدد فرقے پیدا ہو گئے اور ہر ایک نے اپنے اپنے خیال کی تائید میں آیات قرآنی اور احادیث کی تاویلیں کرنا شروع کر دیں۔

عقلی علم کلام فلسفہ کے مقابلہ کے لئے ایجاد ہوا۔ ہنوا مئیہ کے زمانہ میں مذہبی مناظرے و مباحثے زیادہ تر خود مسلمانوں ہی کے مختلف فرقوں تک محدود تھے، لیکن جب عہد بنی عباس میں مجوسی، یہودی اور عیسائی اسلامی درسگاہوں میں علوم عربیہ کی تعلیم حاصل کرنے لگے اور حکومت نے مذہبی مباحث پر آزادانہ گفتگو کی اجازت دیدی تو پھر اسلامی عقاید پر رد و قدر شروع ہو گئی اور زندقہ و الحاد کے خیالات لوگوں میں پیدا ہونے لگے۔ فلسفہ مہدی نے یہ دیکھ کر حکم دیا کہ مذہب اسلام پر جو شبہات کئے جاتے ہیں ان کے جواب میں کتابیں لکھی جائیں، اور یہ عقلی ابتداء عقلی کلام کی، لیکن اس فن کا نام علم کلام، ہنوا مئیہ کے زمانہ میں رکھا گیا جب معتزلہ سامنے آئے۔

اس فن کا نام علم کلام اس لئے رکھا گیا کہ سب سے پہلا اختلاف ”کلام الہی“ کے متعلق پیدا ہوا تھا یا اس لئے کہ فلسفہ کی ایک شاخ یعنی منطق کا جز نام تھا وہی اس فن کا بھی رکھا گیا کیونکہ منطوق اور کلام دونوں مترادف ہیں۔ محدثین اور علماء ظاہر علم کلام کے بڑے مخالف تھے۔ لیکن خلفاء عباسیہ، ہر کی وزراء اور دینی خزانرواؤں نے اس فن کی بڑی حمایت کی اور اس کو کافی ترقی ہوئی۔

سب سے پہلے ابوالہذیل نے اس فن پر کتابیں لکھیں اور پھر بعد کو اس کے شاگرد نظام نے اس کو بہت ترقی دی۔ یہ دونوں معتزلی تھے۔ علم کلام کی بنیاد دوسری صدی ہجری میں پڑ گئی تھی، لیکن اس کی ترقی تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں ہوئی۔ پانچویں صدی ہجری میں اس کا زوال شروع ہوا، کیونکہ عنان حکومت ترکوں اور دیلمیوں کے ہاتھ آگئی تھی اور یہ لوگ صرف تلوار کے دھنی تھے، علمی مسابلی سے انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ عہد بنی عباس میں خاص خاص علماء کلام یہ تھے :- ہشام بن عبد الملک، علی بن ہشیم، ابوالسالمک حضری، ابوالہذیل نظام، منعم بن عیاد، جاحظ، ابوالقاسم بلخی۔

پانچویں صدی میں بھی جبکہ علم کلام کو زوال شروع ہو گیا تھا، بعض متکلمین بڑے پایہ کے موجود تھے مثلاً :- ابوالحسن بصری، ابوالحاق اسفرائینی، قاسمی عبد الجبار معتزلی۔

علم کلام کا اصل مقصد ان اعتراضات کا جواب دینا تھا جو عقلاً قرآن کے بیانات پر وارد ہوتے تھے اور اس سلسلہ میں وجود باری کی حقیقت، نبوت کا مفہوم، نقص قرآن، معجزات اور مسابلی حشر و نشر، دوزخ و جنت وغیرہ سبھی سامنے آئے اور متکلمین نے ان کو مختلف تاویلات کے ساتھ عقلاً صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں قرآن کی تفاسیر بھی عقلی نقطہ نظر سے لکھی جانے لگیں۔ ان مفسرین میں ابو مسلم اصفہانی، ابوالقاسم بلخی، قفال، جمعہ و صیبت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

جیسا کہ پہلے ظاہر کیا جا چکا ہے۔ اول اول علم کلام کا تعلق زیادہ تر روایات و منقولات سے تھا لیکن بعد کو امام غزالی کے زمانہ سے اس کا تعلق عقل و معقولات سے بھی ہو گیا جسے امام رازی نے بڑی ترقی دی۔

منطق عرب فلسفیوں نے منطق کی بنیاد ارسطو کی تعلیمات پر قائم کی اور اس میں کہیں کہیں رد اقبیت اور ”افلاطونیت جدیدہ“ کو بھی شامل کر دیا۔ عربوں نے یونانی فلسفہ و منطق پر جس میں انھوں نے مہارت کامل حاصل کر لی تھی۔ حاشیہ بکثرت لکھے اور ان کی بنیاد پر خود بھی کتابیں تالیف کیں۔ ارسطو کی منطق پر عربوں نے خصوصی طور پر بہت توجہ کی اور بعد الطبیعیات پر زیادہ زور نہیں دیا۔ عرب فلسفیوں نے فلسفہ اور منطق کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا اور ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ کتابیں لکھیں۔ ان مصنفین میں فارابی اور بوعلی سینا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بوعلی سینا کی کتاب ”مقالہ فی تقسیم الحکما والعلوم“ اور فارابی کی تصنیف ”کتاب اصلاح العلوم“ خصوصیت کے ساتھ بہت اہم سمجھی جاتی ہیں جن کا عہد وسطیٰ کے مغربی فلسفیوں پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ عرب منطقوں کے اقوال کے مطابق منطق معلوم سے غیر معلوم کے متعلق علم حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، لیکن اس کا اصل مقصد نیک و بد کی تمیز اور تکمیل روحانیت ہے۔

چونکہ منطق اور فلسفہ دونوں ایک قبیل کی چیز ہیں اور تمام حکما و اسلام، منطقی بھی تھے، اس لئے منطق کو فلسفہ سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ فضا اور کواکب و نجوم سے دو علم متعلق ہیں جن میں سے ہر ایک کا موضوع بالکل جداگانہ ہے۔ ایک وہ جسے علم نجوم یا علم احکام نجوم یا علم تنجیم کہتے ہیں اور دوسرا وہ جو ہیئت یا فلکیات کے نام سے موسوم ہے۔ پہلے کا مقصد گردش کواکب کو دیکھ کر پیشین گوئی کرنا ہے اور دوسرے کا صرف اجرام فلکی کے متعلق تحقیق و جستجو۔

علم تنجیم کو ارسطو نے علوم طبیعیہ کی شاخ قرار دیا ہے لیکن فارابی اور ابن خلدون وغیرہ نے اس کو علوم ریاضیہ میں شامل کیا ہے۔ میرے نزدیک علم تنجیم کا جس حد تک تعلق ہیئت سے ہے اسے ریاضی کی شاخ سمجھنا چاہئے اور احکام صادر کرنے کا حقہ ان علوم طبیعیہ سے وابستہ ہے جن میں علم فراست (قیانہ) علم الکیمیا اور علم تعبیر الرؤیا وغیرہ داخل ہیں۔

علم تنجیم کی بنیاد اس اعتقاد پر قائم ہے کہ تمام تغیرات ”عالم کون و فساد“ کے اجرام فلکی کی گردش سے وابستہ ہیں اور اس سلسلہ میں جبکہ اصطلاحات مرتب ہو گئی ہیں۔ ان سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے دیگر علوم و فنون کی طرح اس طرف بھی خاص توجہ کی اور ہیئت کی بہت سی اصطلاحات کی طرح، علم نجوم کے بھی تمام اصطلاحات یورپین لٹریچر میں انھیں سے لئے گئے۔ مسلم ماہرین علم نجوم نے زیادہ تر ان تین باتوں کی طرف توجہ کی۔ اول روزانہ واقعات زندگی کے متعلق سوالات کا جواب دینا۔ مثلاً یہ کہ فلاں چیز ملے گی یا نہیں، فلاں شخص کہاں غائب ہو گیا ہے، فلاں چور پکڑا جائے گا یا نہیں وغیرہ وغیرہ اس کا اصطلاحی نام مسائل ہے۔ دوسرے کسی کام کرنے کے لئے ٹیک ساعت بتانا جسے اصطلاح میں ”اختیارات“ کہتے ہیں تیسرے زائچہ طیار کرنا جس سے کسی شخص کو ماضی و مستقبل کے حالات معلوم ہو سکیں اسے اصطلاح میں ”تحویل من الموالید“ یا ”تحویل من العالم“ کہتے ہیں۔

عرب کے مسلمانوں نے اس فن کو مختلف ذرائع سے حاصل کیا، یونانی ذرائع سے افلاطون، وٹس وائیس (Vettius Valens) ڈیوٹیس سڈونس (Dorotheus Sidonius) ٹیوٹر (Teucer) انتیاکوس (Antia Chos) مخصوص طور پر قابل ذکر ہیں۔ علاوہ یونانی ذرائع کے پہلوی اور ہندی کتابوں سے بھی انھوں نے مدد لی اور مصر، عراق اور شام میں جو زبانی روایات اس فن کے متعلق پہلی آرہی تھیں ان سے بھی فائدہ اٹھایا۔ الغرض مسلمانوں کا علم تنجیم ان سب کا امتزاج تھا جو نہایت مکمل طریقہ سے ابو معشر کی تصانیف میں پایا جاتا ہے۔ فلاسفہ و فقہاء وغیرہ نے سوائے الکندی، فخر الدین رازی اور اخوان الصفا کے ہمیشہ اس علم کی مخالفت کی، لیکن عملاً یہ مخالفت بیکار ثابت ہوئی اور تمام خلفاء و امراء کے دربار میں اہل تنجیم کا با اثر ہونا تاریخ سے ثابت ہے۔

اس فن میں ابو معشر کی مشہور تصانیف کے علاوہ الکندی کے رسائل جن میں اسلام کا زائچہ طیار کیا گیا تھا، علی بن رضوان کی شرح افلاطون کی کتاب پر احمد بن یوسف کی شرح کتاب الثمرہ پر ابو الحسن علی بن ابی رجا کی تصانیف، سہل بن بشر ابو بکر الحسن بن الخضیب، ابوعلی یحییٰ بن الخیاط، محمد بن عمر بن الفروغان الطبری کی کتابیں جن کے ترجمے پہلے فارسی زبان میں اور پھر یورپ کی دوسری زبانوں میں ہو کر مشہور ہو چکے ہیں۔ اس فن میں مسلمانوں کے

مشہور علمی کارنامے یہ ہیں :-

علم الافلاک یا علم ہیئت میں مسلمانوں کی کاوشیں بہت زیادہ قابل قدر ہیں، یوں تو اہل عرب ظہور اسلام سے قبل ہی ہیئت کا کچھ نہ کچھ علمی علم رکھتے تھے جسے ان کی صحرائی زندگی اور بدوبانہ طرز معاشرت نے مجبوراً سکھا دیا تھا (کیونکہ رات کی سیاحتوں نے جن کا وہاں بہت زیادہ رواج تھا انھیں بتا دیا تھا کہ چاند اور ستاروں کی جائے وقوع اور اوقات طلوع و غروب سے وقت اور موسم کا حال معلوم کر لیا کریں) لیکن علمی حیثیت سے اس کا رواج دورِ مگر صدی ہجری میں ہوا اور اس کی ابتدا سنسکرت کی ان کتابوں سے ہوئی جو ۱۰۰۰ء میں دربار خلافت تک پہنچیں۔ یہ کتابیں برہما گیتا کی تھیں اور انھیں کو پیش نظر رکھ کر ابراہیم حبیب الفزاری اور یعقوب بن طارق نے عربی میں اس فن کی کتابیں مرتب کیں اور ابوالحسن اہواززی نے گردش سیارگان کا نقشہ بنایا ان کتابوں میں جس اصول پر نقشے کھینچے گئے تھے اس کا نام انھوں نے السند السید رکھا جو یقیناً سنسکرت لفظ سدھانتا کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ یہ اصول تقریباً پانچویں صدی ہجری تک قائم رہا۔

اس کے بعد پہلوی کتابوں اور نقشوں سے مدد لی گئی، چنانچہ عربی کا نزدیک شاہ یازیک شہر یا پہلوی نقشہ نزدیک شترہ ابارہی کا مترادف ہے جو ساسانی حکومت کے زمانہ میں طیار ہوا تھا، تیسری صدی ہجری میں مسلمان ہیئت دان اس نزدیک کے زیادہ باطن تھے لیکن اس کے بعد اس کا رواج ختم ہو گیا۔ ہیئت میں یونانی اثر کو مسلمانوں نے بہت بعد میں قبول کیا لیکن درودرہ اشکام کے ساتھ ساتھ پہلے (Almagest) کا، الجسطی کے نام سے رواج ہوا جو زیادہ کامیاب چیز نہیں کہی جاسکتی لیکن اس کے بعد حجاج بن مطر اور حنین بن اسحاق نے زیادہ بہتر صورت میں اس خدمت کو انجام دیا۔ اس سلسلہ میں اور بعض مشہور یونانی ہیئت دانوں کی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا

باقاعدہ رصدگاہوں کے استعمال کی ابتدا جند تپا پور میں (جو ایران کے جنوب و مغرب کا ایک مقام ہے) ہوئی اور اجداد شہادت زری نے اپنی مشہور نزدیک المشتعل طیار کرنے کے زمانہ میں آلات رصدگاہ کا استعمال کیا

امون الرشید عباسی کے زمانہ میں مسلمانوں کی ترقی اس فن میں اپنے عروج پر تھی۔ بغداد کی رصدگاہ میں یحییٰ بن ابی منصور کی نگرانی میں دربار خلافت کے ہیئت دانوں نے باقاعدہ گردش اجرام کا معائنہ کیا، الجسطی کے تمام اصول کی علمی تصدیق کی اور بہت سے مسائل ہیئت علی طور پر حل کئے اور نزدیک الممتحن طیار کیا جس کی تصدیق کوہ قاسیاں کی رصدگاہ سے بھی کی گئی۔ عہد امون الرشید میں تدمر اور الرقة کے درمیان دائرہ نصف النہار کے ایک درجہ کی پیمائش ایک مشہور واقعہ ہے عہد امون میں محمد بن موسیٰ الخوارزمی بھی نہایت مشہور ہیئت دان ہوا جس کی نزدیک دو صدی تک رائج رہی

۱۰۰۰ء سے ۱۰۰۰ء تک موسیٰ بن شاہر کے تین بیٹوں نے خود اپنے گھر پر رصدگاہ قائم کر کے ہیئت کا مطالعہ کیا۔ اسی صدی میں شیراز، نیشاپور، سمرقند وغیرہ میں بھی رصدگاہوں سے کام لیا گیا۔ تیسری صدی ہجری میں ثابت بن قرة البستانی المہانی، المناہجی وغیرہ مشہور ہیئت دان گذرے ہیں

سلاطین ہونہ کے زمانہ میں بھی ایک رصدگاہ قائم ہوئی اور عہد المرحمان العسفری، ابن الاعلم، دحجن بن رستم الکوبی، احمد الصاغانی اور ابو الوفا وغیرہ بڑے بڑے ہیئت دان دربار میں جمع ہو گئے۔ اسی زمانہ میں غزنہ میں البیرونی تھا جس کے کارنامے بہت مشہور ہیں

مصر میں باقاعدہ مطالعہ ہیئت فاطمی خلیفہ العزیز کے زمانہ میں شروع ہوا، اس خلیفہ نے قاہرہ میں ایک رصدگاہ قائم کی اور ایک جایزہ اس کے متعلق وقف کی گئی۔ اسی رصدگاہ میں ابن یونس نے اپنا مشہور ”الزج الجامی“ طیار کیا۔ اسپین میں دسویں صدی عیسوی کے وسط

سے اس طرف توجہ ہوئی تو شاہزادگان قرطبہ، اشبیلیہ اور طائیہ نے بھی اس طلب اعتناء کیا یہاں جو تصانیف ہوئیں وہ پہلے اسپینی زبان میں اور پھر لاطینی میں منتقل ہوئیں۔ یہاں کے مشہور ہیئت دان مسلم الجبرطی، ابن السج، جابر بن افلح اور الزرقانی تھے۔ شمالی افریقہ میں ہرچند کوئی باقاعدہ رصدگاہ قائم نہیں ہوئی تاہم بعض ہیئت دان وہاں ایسے پیدا ہوئے جن کا نام تاریخ میں پایا جاتا ہے اور جن میں ابوعلی الحسن المرکشی خاص طور پر

قابل ذکر ہیں۔

شمالی ایران میں سلجوقیوں کا دربار بھی اس علم کے ماہرین سے خالی نہ تھا، چنانچہ جلال الدین ملک شاہ سلجوقی کے زمانہ میں بمقام نیشاپور رصدگاہ قائم ہوئی اور اس کے بعد الخزانہ نے نیک سنجری طیار کی

الک خانی خاندان کی مشہور خونریز و خوں آشام ہستی ہلاک کرنے بھی مراغہ میں ایک بڑی رصدگاہ نصیر الدین طوسی کی نگرانی میں طیار کرائی
علامہ طوسی نے بارہ سال کے مطالعہ کے بعد نیک الکخانی شایع کی۔ طوسی کا ایک شاگرد قطب الدین محمود شیرازی بھی خاص طور پر قابل

ذکر ہے۔

قاہرہ میں ایک شخص ابن الشاطر ثرا ماہر فلکیات پیدا ہوا جس کے مرتب کئے ہوئے زائچے شام، مصر اور تمام شمالی افریقہ میں رائج ہوئے
تیمور کے پوتے سلطان الہ بیک نے سمرقند میں ایک بہت بڑی رصدگاہ تعمیر کرائی، جس میں حبشہ الکاشی، قاضی زادہ، الرومی اور علی الفہجی ایسے
مشہور ماہرین معمور کئے گئے اور خود سلطان الہ بیک نے کئی سال تک رصدگاہ کی صدارت کی مگر افسوس ہے کہ الہ بیک کے ساتھ ہی اسلامی دنیا سے ہیئت

کی اصلی شان مٹ گئی اور اس کے بعد صرف جہتریاں بڑانے والے اور اوقات نماز بتانے والے لوگ رہ گئے
مسلمان ہیئت دانوں نے نظام بطلمیوس کا تتبع کیا اور زمین کو ساکن مان کر دیگر اجرام فلکی کی گردش کو دائرہ دار تسلیم کیا۔ البتہ اسپین کے بعض فلاسفہ
نے نظام بطلمیوس کی مخالفت کی۔ ان میں سب سے پہلا محمد بن کچا تھا جو ابن باجہ کے نام سے مشہور ہے، ابن طفیل نے بطلمیوس اور ابن باجہ دونوں کی مخالفت
کی۔ ابن رشد نے حرکت کو لولبی (Spinal) تسلیم کیا

انفرض مسلمانوں کے کارنامے علم ہیئت میں دیگر علوم، ریاضیہ کی طرح کم نہیں ہیں اور یورپ کا بہت سا علمی ذخیرہ فلکیات سے متعلق مسلمانوں ہی
کی کتابوں کا ترجمہ ہے

رہ گیا یہ امر کہ آیا ہماری زندگی اور معاملات زندگی پر اجرام فلکی کا کوئی اثر ہوتا ہے یا نہیں، سو اس کا جہاں تک علمی
تعلق ہے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ حوادث طبیعی کا تعلق زیادہ تر گردش سیارگان ہی سے ہے اور اب جبکہ فضا کی شعاعوں کے اثرات ہر لمحہ ثابت ہوتے
جا رہے ہیں۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اہل زمین کی صحت و بیماری، ترقی و تنزل کا تعلق فضا اور مافی الفضا سے نہیں، لیکن کسی کا یہ خیال کر لینا کہ جو کچھ
کرتے ہیں اجرام فلکی کرتے ہیں، بیشک لغو و بطل ہے اور اسی خیال سے مذہب نے اہل نجوم کی پیشین گوئیوں کے خلاف احتجاج کیا، البتہ ان کو اگر بجائے فاعل کے
دلائل و ذرائع مان لیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور بڑی حد تک حقیقت سے بھی قریب ہے۔

اہل عرب ”GEOMETRY“ کو ”علم الهندسہ“ کہتے ہیں جو غالباً فارسی لفظ اندازہ کا معرب ہے۔ اہل عرب نے یہ علم اقلیدس کی تصانیف
سے حاصل کیا جن کا ترجمہ سب سے پہلے حجاج بن یوسف بن مسلم نے کیا تھا۔ اس کے بعد انھوں نے ارخمیدیس (ARCHEMEDES)
اور اپولونیوس (APOLONIUS) کی تصانیف سے فائدہ اٹھایا اور پھر ہندوستانی سندھانت سے۔ ہیرو (HERO) کی تصانیف سے
انھوں نے عملی ہندسہ یعنی ”مساحت و پیمائش کا فن سیکھا۔“

خالص علم الهندسہ پر عربوں کی صورت دو کتابیں قابل ذکر ہیں۔ پہلی تو وہ ہے جسے موسیٰ بن شاگرد کے تین بیٹوں (محمد، احمد، حسن) نے تصنیف کیا
اس کا ترجمہ انگریزی اور جرمن میں ہوا اور دوسری ابوالوفاء بیزجانی کی

اول الذکر تصنیف ۸ مقالات پر مشتمل ہے جن میں دائرہ، مثلث اور مخروطی جسم کا رقبہ نکالنے کے اصول بتائے گئے ہیں، موصوفہ الذکر کتاب میں
ہندسہ کے بہت سے مسائل حل کئے گئے ہیں

ان کے علاوہ عربوں نے ہندسہ پر بہت سے رسائل لکھے جو حساب و ہندسہ کی مختلف شاخوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ مسایل الجبرا کو ہندسہ کی رد
سے حل کرنے اور مثلث کی ریاضی میں اہل عرب، ہندوؤں اور یونانیوں سے سبقت لے گئے تھے۔ اس فن میں مصری ابوالکامل شجاع بن اسلم نے خاص شہرت حاصل
کی۔ عمر خیام دوسرا شخص تھا جو مسایل الجبرا کو ہندسہ کی مدد سے حل کرنے میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ مساحت پر البتہ عربوں کی کتابیں کم پائی
جاتی ہیں۔

حساب علم الحساب کا مفہوم میں بہت وسیع ہے اور تمام علوم ریاضیہ یہاں تک کہ موسیقی بھی اس میں شامل ہے، اس کی دو قسمیں ہیں، نظری (THEORETICAL) اور عملی (PRACTICAL)

کہا جاتا ہے کہ ششے میں ہندی ہیئت اور اعداد بغداد میں پہونچے، لیکن جدید تحقیقات سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی، بلکہ کہا جاتا ہے کافحتین بنی امیہ جب شمالی افریقہ اور اسپین سے لوٹے تو اپنے ساتھ غباری اعداد بھی لائے اور شام و دمشق میں انھیں رائج کیا۔ اس کے بعد وہاں ہندی اعداد پہونچے اور پھر بغداد میں رائج ہوئے۔ لیکن ان ہندی اعداد کے علم کے باوجود عرب کے ریاضی دان زیادہ تر وہی غباری اعداد استعمال کرتے تھے اور اہل عرب نے ہندی اعداد کو آہستہ آہستہ بالکل اسی طرح دیر میں قبول کیا جس طرح یورپ نے عربی اعداد کو۔ الغرض نویں صدی عیسوی تک عربوں میں ہندوستانی اعداد کا عام رواج نہیں ہوا اور الکرجی نے اپنی کتاب ”کافی فی الحساب“ میں یہ اعداد استعمال نہیں کئے۔ ہیئت کے حساب میں بھی قدیم شامی اور یونانی میں حساب جمل کا رائج تھا (یعنی ابجد ہوزکا) جس میں اعداد کی جگہ حروف لکھے جاتے تھے۔

سب سے پہلے موسیٰ الخوارزمی (قدیم عرب ریاضی دان) نے ہندی اعداد کا استعمال شروع کیا۔ اس کے بعد علی بن احمد انسوسی نے بھی یہی اعداد استعمال کئے اور ایک کتاب ”المقتنع فی الحساب الہندی“ لکھی

فن حساب پر عربوں کی قدیم تصانیف میں ابو زکریا محمد المحضار کی تصنیف ”کتاب الصغیر فی الحساب“ اور ابوالحسن علی القائل صدی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں

ان کے یہاں جمع، تفریق بائیں طرف سے کی جاتی تھی۔ اور $SQR : ROOT$ کے لئے کوئی علامت موجود نہ تھی بلکہ اس کے لئے لفظ جذر لکھ دیا جاتا تھا۔ عربوں میں ہاتھوں کی اونگلیوں کے ذریعہ سے بھی شمار کرنے کا رواج تھا جسے وہ ”حساب الید والہوا“ کہتے تھے

مسلمانوں نے اس فن میں غیر معمولی ترقی کی۔ سب سے پہلے ان کی واقفیت طب یونانی سے شامی و ایرانی ذرائع سے ہوئی اور پھر خود انھوں نے **طب** یونانی کتابوں کے ترجمے کرنے شروع کر دیے۔ طب کی قدردانی میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی قید نہ تھی چنانچہ خلفاء و امراء کے دربار میں یہودی، عیسائی، مجوسی، صائبی بلکہ ہندو اطباء بھی پائے جاتے ہیں

مسلمانوں نے یونانی اطباء میں زیادہ تر بقراط اور جالینوس کی تصانیف سے فائدہ اٹھایا، بقراط کے مترجمین میں حنین بن اسحاق خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے

عبد رانی اطباء میں ابن سہویہ نے جہارون الرشید کے دربار کا طبیب خاص تھا، خاص شہرت حاصل کی۔ یہ کتابوں کے ترجمہ کرنے پر بھی مامور تھا اور اس فن کی تعلیم بھی دیتا تھا۔ اسی زمانہ میں بخاریہ شروع بھی رشید کے دربار تک پہونچا۔ یہ دونوں جند شاپور سے آئے تھے۔ مقرر کے فاطمی خلیفہ حاکم کے دربار کا مشہور طبیب علی بن راززی بھی عیسائی تھا جس نے جالینوس کی بڑی اچھی شرح لکھی۔ آل بویہ کے فرمانروا عضد الدولہ کے دربار کا طبیب علی بن عباس مجوسی تھا۔ اس نے بوعلی سینا کی قانون سے پہلے ایک کتاب لکھی جو بہت مقبول ہوئی۔ خلیفہ قاہرہ کے دربار کا طبیب ہنات صائبی مذہب کا تھا اور خلیفہ کا اتنا مستعمل یہ شخص تھا کہ اطباء کو سند دینے کی خدمت اسی کے سپرد کی گئی تھی

مسلمانوں میں راززی، بوعلی سینا، ابن باجہ اور ابن طفیل بڑے مشہور ماہرین طب ہوئے ہیں۔ راززی، راسے اور بغداد کے شرفاء خانوں میں ہاتھ کی حیثیت سے مامور رہے اور الحادی اور منصوری دو کتابیں لکھ کر غیر معمولی شہرت حاصل کی۔ راززی صرف طبیب نہ تھے، بلکہ جراح بھی تھے۔ دواسازی کے بھی ماہر تھے اور علم الکیمیا کے بھی۔ شیخ الرئیس بوعلی سینا کی کتاب ”القانون“ نے بکنی شہرت حاصل کی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کا ترجمہ مشرق و مغرب کی اکثر زبانوں میں کیا گیا

آنڈس کے اطباء میں ابن باجہ اور ابن طفیل نے بڑی شہرت حاصل کی یہ دونوں الموہدون کے عہد کے طبیب تھے۔ ان کے علاوہ ابن رشد (ابن طفیل کے شاگرد) بھی اسی زمانہ کا طبیب تھا جس کی کلیات نے بوعلی سینا کی قانون سے کم شہرت نہیں پائی۔ ابن زہر اور ابن کاخانہ ان بھی اس فن میں بڑی جہارت رکھتا تھا

عربوں سے یہ فن پہلے یہودیوں میں پہونچا اور پھر عیسائیوں میں۔ عربوں نے صرف یونانی کتابوں پر قناعت نہیں کی بلکہ خود بھی ریسرچ کر کے متعدد دواؤں کے خواص معلوم کئے

علم تشریح و جراحی

علم تشریح سے مراد (ANATOMY) ہے، یعنی تمام اعضاء و انسانی کی ساخت کا علم۔ مسلمانوں میں یہ فن زیادہ مقبول نہیں ہوا کیونکہ کسی جاندار کی تصویر بنانا مذہباً ممنوع تھا اور اخلاقی حیثیت سے جسم انسانی کی چھریچھاڑ (جراحی) بھی پسند نہ کی جاتی تھی۔ اس فن کا اولین امام جالینوس تھا جس نے، کتابیں اس موضوع پر لکھیں۔ یہ عمل تشریح زیادہ تر ہندوؤں پر کیا کرتا تھا۔ مسلمانوں کو جب کبھی موقع ملا تو اس فن کی معلومات حاصل کرنے کی کوشش انھوں نے کی چنانچہ عبداللطیف سیاح کو جب معلوم ہوا کہ مصر میں کسی پہاڑی پر انسانی ڈھانچے برآمد ہوئے ہیں تو وہ ان کے دیکھنے کے لئے گیا اور کچھ باتیں نوٹ کیں

جالینوس اور دوسرے یونانی علماء تشریح کی کتابیں جب عربی میں ترجمہ کی گئیں تو بعض مسلم اطباء کو اس طرف توجہ ہوئی اور ابن سینا، علی بن عباس اور رازی نے اس فن پر کتابیں بھی لکھیں جن میں ہڈیوں، عضلات، اعصاب اور تمام اندرونی و بیرونی اعضاء و جسمانی کی تشریح کی گئی تھی ان کا ترجمہ بعد کولاطینی زبانوں میں کیا گیا۔ قناتیر (CATHETER) کا موجد بھی رازی ہی تھا

عربوں میں ابوالقاسم الزہراوی (عبدالرحمان ثالث فرمانروائے قرطبہ کا طبیب خاص) اور ابن زہر (اشبیلیہ) نے اس فن میں خاص شہرت حاصل کی۔ زہراوی نے ایک بڑی مبسوط تصنیف ”التقریفات“ کے نام سے چھوٹی اور ابن زہر نے جراحی میں غیر معمولی کمال پیدا کیا۔ زہراوی نے جراحی کے آلات اور عمل جراحی کے نقشے بھی دئے ہیں مسلمانوں میں اس فن کے بعض ماہرین کے نام یہ ہیں :-

ابن بڑیاء (مصنف جامع المفردات الادویہ) - امین الدولہ ابو الفرج یعقوب (مصنف عمدۃ الجراحین) - محمد ابن ابراہیم (مصنف غنیۃ الطبیب

یعنی روشنی، رویت، انعطاف نور اور اختلاف مناظر کا علم۔ اس کا تعلق ریاضیات فلکیہ سے ہے جو ہندسہ کی ایک شاخ ہے اس کے تحت جن امور سے بحث کی جاتی ہے وہ یہ ہیں :-

بصریات

(۱) روشنی کی حقیقت کیا ہے - (۲) قوت باصرہ کسے کہتے ہیں - (۳) اشیاء کا احساس باصرہ سے کیونکر ہوتا ہے اور (۴) خطوط شعاعی کے انحراف و انعکاس کا باصرہ پر کیا اثر پڑتا ہے

اس علم کے موجد و واضع یونانی تھے اور عربوں نے دوسرے علوم یونانی کے ساتھ اسے بھی انھیں سے حاصل کیا اور پھر اس میں خود ایجادات و اختراعات کیں۔ مسلمانوں نے یونانی سے جن کتابوں کا ترجمہ کیا ان میں بطلمیوس کی المجسطی اور اقلیدس کی کتاب المناظر خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں اس موضوع پر افلاطون کی کتاب کا ترجمہ جنین نے کیا، اریستو کی ”کتاب الانوار“ کا ابن ناعمہ نے، اقلیدس کی ”المنہات“ کا خطا بن لوقا نے اور بایمیوس کی مجسطی کا مختلف لوگوں نے کیا

مسلمانوں میں جن علماء نے اس موضوع پر ماہرانہ تصانیف کی ہیں ان کی فہرست یہ ہے :-

۱۔ الکندی - حکماء اسلام میں یہ سب سے پہلا شخص جو تمام علوم حکمیہ میں دستگاہ کامل رکھتا تھا اس نے مختلف علوم و فنون پر ۲۵ کتابیں لکھیں جن میں آٹھ بصریات پر تھیں۔ ان میں سے ایک ”حقیقت نور و ظلمت“ پر ہے، دوسری شعاعوں کے انعکاس پر اور تیسری مناظر و مرایا پر۔

الکندی کی یہ تصانیف بنیادی حیثیت رکھتی ہیں جن پر دوسرے حکماء نے اپنی تحقیقات کو جاری رکھا

۲۔ ابن سینا جسے ابن خلدون نے بہت بڑا ماہر بصریات تسلیم کیا ہے۔ اس فن پر اس نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں کتاب ”الفہر و الشفق“ اور کتاب

المنظر بہت مشہور ہوئی۔ موخرانی لکیر کتاب کی سات جلدیں ہیں جن میں بصریات کے تمام پہلوؤں سے اس نے بحث کی ہے۔ اس فن پر یورپ

کی تمام معلومات کا ذریعہ یہی کتاب ہے۔ اس نے آتش شیشوں کے انعکاس پر متعدد کتابیں لکھیں

۳۔ حکیم ابو جعفر الخازن المروزی - سب سے پہلا اس نے ذکر ہوا میں انعکاس نور کی مقدار دریافت کی۔ علم مناظر و مرایا میں اس کی ایک تصنیف ہے

جس میں شعاعوں کے منحنی (ترچھا) پڑنے اور طلوع و غروب کے وقت چاند سورج کے بڑا نظر آنے پر بحث کی ہے۔ یہ ہندسہ وہیئت کا بھی بڑا ماہر تھا

- ۴۔ ابراہیم بن ہرون۔ مختلف علوم و فنون کا جید عالم تھا اور علوم ریاضیہ و فلکیات میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ بصیرات پر اس نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں تجرید اشعاعات۔ کتاب اللامعات۔ بڑے مرتبہ کی تصانیف ہیں۔ اس نے قانون مسعودی میں بھی کئی جگہ اس فن پر بحث کی ہے
- ۵۔ معلم ثانی محمد بن نصر فارابی۔ نے علیحدہ کوئی کتاب اس فن پر نہیں لکھی لیکن اپنی مشہور تصنیف نیل السعادت پر اس پر بھی کافی بحث کی ہے جس سے اس کی وسعت نظر کا اندازہ ہو سکتا
- ۶۔ ابو بکر رازی نے حقیقت بصر اور شروط نظر پر دو کتابیں لکھیں
- ۷۔ عبداللہ بن مروان نے شعاعوں کے انکسار پر تین کتابیں لکھیں
- ۸۔ عبید اللہ بن حسن نے شعاعوں کی حقیقت پر دو کتابیں تصنیف کیں
- ۹۔ ابوسہل بن نوخت نے تشبیہ و تمثیل (مناظرہ درایا) پر ایک کتاب تصنیف کی
- ۱۰۔ حسن بن موسیٰ اس فن کا بڑا ماہر تھا اس نے آلات مناظر کی صناعت پر ایک بے مثل کتاب تصنیف کی
- ۱۱۔ محقق طوسی اور قزوینی نے شعاعوں کے انعکاس پر تین کتابیں لکھیں
- ۱۲۔ ابن ابی رافع نے انعکاس مناظر پر ایک کتاب تصنیف کی

ان کے علاوہ دیگر حکماء اسلام نے بھی اس فن پر متعدد کتابیں لکھیں۔ لیکن اب ان میں سے اکثر نایاب ہیں

موسیقی عربوں میں موسیقی اور غنا دو چیزیں علیحدہ علیحدہ مفہوم رکھتی ہیں۔ موسیقی کا تعلق گانے کے علم یا تھیوری سے ہے اور اسے اہل عرب نے ریاضی کی شاخ میں رکھا ہے۔ غنا کا تعلق عمل یعنی ”الحان“ سے ہے۔ اسی لئے لحن بنانے والے (COMPOSOR) کو وہ موسیقار اور لحن سے گانے والے کو متنی یا مطرب کہتے ہیں

دوسرے فنون کی طرح عربوں نے موسیقی میں بھی یونانیوں سے استفادہ کیا، لیکن اس سے قبل دوسری تیسری صدی ہجری میں وہ خود اپنی موسیقی بھی رکھتے تھے۔ گو ظہور اسلام سے قبل فارسی و عربی موسیقی قدیم سامی موسیقی سے متاثر ہوئی، لیکن وہ خود اس کے بھی کچھ اصول ضرور رہے ہوں گے جن کا کوئی ریکارڈ دستیاب نہیں ہوا

فارابی نے اپنے زمانہ کے ایک ساز ظنبد را بخدادی (یا المیزانی) کا ذکر کیا ہے جس کے پردے یا طبقے قبل اسلام کی عربی موسیقی کے مطابق ہوتے تھے الغرض پہلی صدی ہجری میں وہاں موسیقی کی تھیوری ضرور پائی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک مغنی ابن سجاح کے متعلق معلوم ہے کہ اس نے ایرانی اور رومی دونوں جگہ کی موسیقی سنا کہ خود اپنی موسیقی علیحدہ پیدا کی تھی۔ اسی زمانہ میں عربوں نے ایرانی غود لیکر اس کے طبقات یا پردوں میں ترمیم کی اور اس کے بعد بھی وقتاً فوقتاً ترمیم ہوتی رہی چنانچہ سب سے پہلے ہارون الرشید کے دربار کے ایک مغنی الزغال نے اور پھر اس کے بعد اسی ق موسیٰ نے پردوں کی تقسیم میں تبدیلی کی عربوں کی قدیم موسیقی کے کیا اصول تھے اس کا صحیح علم ہمیں حاصل نہیں، کیونکہ یونانی الکاتب اور الخلیل کی کتابیں اس فن پر دوسری صدی ہجری میں لکھی گئی تھیں، مفقود ہیں، اسی طرح عبید اللہ بن عبد اللہ بن ظاہر علی بن ہارون بن علی بن یحییٰ بن ابی منصور اور سلیمان بن ایوب کی کتابیں جو تیسری صدی ہجری میں لکھی گئی تھیں وہ بھی دستیاب نہیں ہوئیں، اس لئے عربوں کے علم موسیقی کے بابت ہمارے ذرائع معلومات صرف کتاب لاغانی، مروج الذهب (مسعودی) اور یحییٰ بن ابی منصور کا رسالہ فی الموسیقی ہے۔ ابن خردادبہ نے بھی اپنی کتاب اللہ و المذاہبی میں کچھ معلومات درج کی تھیں لیکن یہ تصنیف بھی منظر عام پر نہیں آئی

تیسری صدی ہجری میں یونانی موسیقی کی بعض کتابیں (ارسطو اور بطلمیوس کی) عربی میں ترجمہ کی گئیں اور حسب بیان فارابی، القفطی، المقاری، غنم الفرید اور رماہیل اخوان الصفا، اسی وقت سے عرب موسیقی نے یونانی موسیقی کا اثر قبول کرنا شروع کیا اور یہ علوم ریاضیہ میں شامل ہو گئی۔

سب سے پہلے الکندی نے سات رسائل موسیقی پر لکھے، اس کے ایک صدی بعد احمد بن محمد الشیشی اور منصور بن طلحہ بن طاہر (جو الکندی کے شاگرد تھے) اور ثابت بن قرا نے متعدد رسائل اس فن پر لکھے۔ چوتھی صدی کے مصنفین میں محمد بن زکریا الرازی، قسطنطین لوقا اور حاجی خلیفہ خصوصیت کے تحت قابل ذکر ہیں، لیکن ان سب سے زیادہ اہم فارابی تھا۔ اس کی دو کتابیں ”کلام فی الموسیقی“ اور ”کتاب فی احصاء الایقاع“ (ایقاع - نال کو کہتے ہیں) تو نہیں ملتی لیکن اس کی کتاب ”موسیقی الکبیر“ البتہ موجود ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب اس نے اس لئے لکھی تھی کہ یونانی اصول موسیقی اس کے نزدیک ”مکمل“ تھے، چونکہ فارابی بڑا اچھا مغنی ہونے کے علاوہ ریاضی داں بھی تھا اس لئے اس نے نظری و عملی دونوں حیثیتوں سے اس فن کو پیش کیا۔

فارابی کے بعد دوسرا بڑا مصنف اس موضوع پر ابوالوفاء البزنطی تھا، جس نے فن ایقاع (نال) پر بڑی معرکہ آرا کتاب لکھی۔ اسی زمانہ میں اخوان الصفا نے بھی اپنے رسائل میں موسیقی پر کافی لکھا اور خوارزمی نے بھی مفاتیح العلوم میں اچھی معلومات جمع کیں

پانچویں صدی ہجری میں ابن سینا اور ابن زویلہ کی تصانیف سامنے آئیں گو ابن سینا عملاً موسیقی کا ماہر نہ تھا پھر بھی وہ اصول سے اتنا واقف تھا کہ اس نے یونانیوں کے اصول کے بعض نقایص ظاہر کر کے انھیں دور کیا

ابن زویلہ اسی کا شاگرد تھا اس لئے اس نے جو کچھ لکھا وہ استاد کی ہم آہنگی میں لکھا۔ ابن سینا اور ابن زویلہ کے بعد نہایت مبسط و جامع تصانیف سیف الدین عبدالمومن بن فاخر نے کیں جو آخری خلیفہ بغداد کے دربار کا مغنی تھا۔ اس کی ایک کتاب رسالۃ الشرفیہ ہے اور دوسری کتاب بلادوار جن سے تمام بعد کے مصنفین نے فائدہ اٹھایا۔ اس نے فارابی اور ابن سینا کی بتائی ہوئی بعض اصطلاحات و تعریفات پر بھی اعتراض کیا تھا، جب زوال بغداد کے بعد ایران مسلم کلچر کا مرکز قرار پایا تو موسیقی کی کتابیں یہاں لکھی جانے لگیں۔ آٹھویں صدی کے آغاز میں سب سے پہلی کتاب ”درۃ التاج“ قطب الدین شیرازی نے فارسی میں لکھی اس کے بعد محمد بن محمود آملی نے نقائیس الفنون تصنیف کی۔ اسی صدی میں ایک اور کتاب ”کنز التحف“ لکھی گئی، لیکن سب سے زیادہ اہم عبد القادر بن غنیمی کی تصنیف ”جامع الالحان“ تھی۔ ایک اور کتاب اس نے ”کنز الالحان“ بھی لکھی تھی جس میں اس نے NOTATION کے طریقے بتائے تھے۔ اس کا بیٹا اور پوتا بھی ماہر فن تھا اور اس کی تصانیف نقادان بلادوار اور متقا عبد اللہ دار اب بھی موجود ہیں۔ یہ دونوں ترکی دربار سے وابستہ تھے جہاں اور دوسرے ماہرین بھی اس فن پر کتابیں لکھ رہے تھے۔ اس دربار کا آخری مصنف عبد الحمید الاراقی تھا

اس زمانہ میں قاموس قسم کی جو کتابیں لکھی گئی تھیں، ان میں بھی موسیقی کا کافی ذکر موجود ہے مثلاً محمد بن ابراہیم الاکفانی کی دران قلم، علی بن محمد جرجانی کی مقالۃ العلوم، محمد شاہ چلبی کی النموذجۃ العلوم

مصر نے بھی اس فن کی خدمت میں نمایاں حصہ لیا۔ اور پانچویں چھٹی صدی ہجری میں دو بہت بڑے مصنف ابن شہیم اور ابوالصالح پیدائے ان کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اس فن پر کتابیں تصنیف کیں جن میں ابوالحکم باہلی، ابوالجود محمد، علم الدین قیصر خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ اسی سلسلہ میں ابن منیع، عبدالمومن، فخر الدین رازی، نصیر الدین طوسی اور ابن خلدون بھی ذکر کے قابل ہیں جنہوں نے اس فن کی اہم خدمت انجام دی۔

نویں صدی ہجری کے بعد اس فن پر بہت کم کتابیں لکھی گئیں

مضوری و تمثیل سازی

فن تصویر سے ہماری مراد وہ نقوش ہیں جو کپڑے، دیوار، ظروف اور کتابوں وغیرہ میں بنائے جاتے ہیں اور تمثیل سے مراد مجسمہ سازی یا ثبت تراشی ہے خواہ پتھر سے ہو یا کسی اور جامد چیز سے، اس لئے سلسلہ مضمون میں جہاں جہاں لفظ تصویر یا تمثیل ہو اس کو اس معنی میں لینا چاہئے جو ابھی ظاہر کئے گئے ہیں

کپڑوں پر تصویروں کا استعمال تو جاہلیت و اسلام دونوں زمانوں میں بہت معروف و مروج تھا اور شعرائے عرب کے کلام سے اس کا کافی ثبوت مل سکتا ہے، چنانچہ امرؤ القیس لکھتا ہے:-

خرجت بہا تمشی تجر ورا ونا علی اثرینا ذیل مرط مرقل

”مرط مقل“ یعنی ایسی چادر جس پر محل کی تصویریں بنی ہوں اور اگر اس کو ”مقل“ پڑھا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ اس پر آدمیوں کی صورتیں منقوش تھیں۔ خود رسول اللہ کا ایسی چادریں استعمال کرنا بعض احادیث سے ثابت ہے مثلاً:-

(۱) ان رسول اللہ صلعم خرج ذات یوم وعلیہ مرط مقل

(۲) کان یصلی وعلیہ من ہذہ المقلات

عربی زبان میں جو کپڑوں کے نام رائج تھے خود ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کس کس قسم کے نقوش ان میں پائے جاتے تھے، مثلاً جب کسی کپڑے پر تیروں کے نقوش ہوتے تھے تو اسے ”مستہم“ کہتے تھے (مستہم تیر کو کہتے ہیں) اسی طرح جس کپڑے پر چڑیوں کی صورت ہوتی تھی اسے مطیر، جس پر گھوڑے بنے ہوتے تھے اسے مخیل، جس پر درخت وغیرہ منقوش ہوتے تھے اسے مشجر کہتے تھے اور اسی طرح کے اور بہت سے نام اسی نسبت سے رکھے گئے تھے مثلاً:- سیف، ہبل، کعب، معرض، معتمد، معتمد وغیرہ۔ جس کپڑے پر انگوٹھیاں بنی ہوتی تھیں اسے سبلاط اور جس پر ترنج بنے ہوتے تھے اسے سینہ کہتے تھے۔

ایک شاعر معرکہ عضد الدولہ کی تعریف کرتا ہے کہ:-

والجو ثوب بالنسور مطیر والارض فرش بالجیاد مخیل

یعنی فضا میں جو عقاب ہی عقاب اڑ رہے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کوئی کپڑا ہے جس پر پرندوں کی صورتیں منقوش ہیں اور زمین گھوڑوں کی کثرت سے ایک ایسا فرش نظر آتی تھی جس پر گھوڑے ہی گھوڑے بنے ہوئے ہیں

عربوں کا خود اس صنعت کو اختیار کرنا لکڑی کے ان تختوں سے ثابت ہوتا ہے جو بطور آثار کے قاہرہ کے میوزیم میں موجود ہیں اور پردوں پر تصاویر و نقوش کے رواج کے بابت سب سے بڑی شہادت حضرت عائشہ کی یہ حدیث ہے:-

”قدم رسول اللہ صلعم من سفرو قد سترت سہوۃ لی بقراۃ فیہ تماشیل فلما راہ رسول اللہ صلعم تلون وجہہ وقال یا

عائشۃ اشد الناس عذاباً عند اللہ یوم القیامۃ الذین یضامون بخلق اللہ فقطعناہ فجلنا منہ وسادۃ اود سادۃ“

یعنی رسول اللہ صلعم سفر سے تشریف لائے۔ میں نے ایک طاق پر پردہ ڈال رکھا تھا جس پر صورتیں منقوش تھیں، یہ دیکھ کر رسول اللہ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا اے عائشہ قیامت کے دن ان لوگوں پر سخت عذاب ہوگا جو اللہ کے مخلوق کی شبیہیں بناتے ہیں، پس ہم نے اس پردہ کو کاٹ کر ایک یا دو تکیہ کے غلاف بنائے، اسی بناء پر بعض فقہانے فرش وغیرہ کے لئے جہاں تصویریں پامال یا غیر متہم بالشان حالت میں رہیں تصویر دار کپڑوں یا شیاؤ کا استعمال جایز قرار دیا ہے

اہل عرب صرف دروازوں ہی پر نہیں بلکہ زیبائش کے لئے دیواروں پر بھی پردے لٹکاتے تھے جنہیں حائطیہ کہتے تھے۔ صاحب نفع الطیب نے ان پردوں کے نقوش کی سبب تشریف کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یورپ میں دیواروں اور دروازوں پر پردے آویزاں کرنے کا رواج اہل عرب ہی سے منتقل ہوا ہے

خیموں میں بھی تصویریں منقوش کرنے کا رواج عہد اسلام میں پایا جاتا تھا، چنانچہ متنبی نے سیف الدولہ کے خیمہ کی تعریف میں اس کے نقوش وغیرہ کی بڑی تعریف کی ہے۔ مقرر نے بھی مصور خیموں کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ ان میں سے بعض مفیل، مستیع، مخیل، مطوس، مطیر ہوتے تھے، (یعنی ہاتھی، درندے، گھوڑے، طاؤس اور پرندوں کی تصویریں ان پر منقوش ہوتی تھیں) اور بعض بعض آدمیوں کی بھی صورتیں ہوتی تھیں

دیواروں کے نقش و نگار کا حال بھی ابن حمدیس، ابوالصلت اور دیگر شعراء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ فاطمی خلیفہ آخری احکام اللہ نے اپنے ایک قصر میں تمام شعراء کی تصاویر دیواروں پر بنوائیں اور ہر شاعر سے ایک شعر اس منظر کی تعریف میں لکھوا کر درج کرایا اور ہر تصویر کے پاس طاق میں ایک ایک کتبی ۵۰ اشرفیوں کی سربھر کھوادی، ہر شاعر آتا تھا اور اپنے حصہ کی کتبی طاق سے اٹھا کر لے جاتا تھا

جب اشرف خلیل، قلعتہ الجبل پر قابض ہوا تو اس نے اس کو بہت بلند کرایا، سپید رنگوایا، دیواروں پر تمام امراء دولت کی تصویریں بنوائیں اور قہر کو نہایت نفیس نقش و نگار سے آراستہ کرایا

وزیر شمس الدین جرنی کے بیٹے شرف الدین ہارون نے جو حام بغداد میں طیار کرایا تھا وہ اپنی آرایش کے لحاظ سے عجیب و غریب چیز تھا، اس کی دیواریں صیقل کی ہوئی تھیں، ان پر نہایت حسین تصویریں بنائی گئی تھیں، فرش رنگین ٹائل کا تھا، تمام برتنوں پر سونے چاندی کی قلعی تھی اور بعض فواروں پر چڑیاں قائم کی گئی تھیں جن سے پانی ٹپکتے وقت آواز پیدا ہوتی تھی

ظروف وغیرہ پر بھی اہل عرب عمدہ عمدہ نقوش و تصاویر کندہ کرتے تھے، چنانچہ اس زمانہ کے شمعدان، فانوس، عطر دان، پیٹے اور کھانے کے برتن وغیرہ اب بھی ایسے موجود ہیں جن سے ان کی اس صنعت پر کافی روشنی پڑتی ہے، فسطاط کے کھنڈروں میں سے حال ہی میں بعض چینی کے برتن نہایت حسن و رنگین دستیاب ہوئے ہیں اور ان پر انسانوں اور حیوانوں کی تصویریں منقوش ہیں۔ یہ برتن خالص عربی صنعت کے نمونے ہیں کیونکہ ان پر صناعتوں کے جو نام لکھے ہوئے ہیں وہ سب مصر و شام کے ہیں۔ قاہرہ کے دارالآثار میں ایک عطر دان عربی صنعت کا ایسا پایا جاتا ہے جس پر چاندی کا طبع ہے اور ارباب نشاط کی تصویریں منقوش ہیں جو آلات موسیقی بجا رہے ہیں، ایک برتن یہاں محمد بن فضل اللہ کا بنایا ہوا ہے جس میں چڑیوں کی صورتیں بنی ہوئی ہیں۔ دوسرے برتن میں ایک سوار کی تصویر ہے اسی طرح اور متعدد ظروف ہیں جن پر مختلف جانوروں اور چڑیوں کی تصویریں کندہ ہیں کپڑے کے فانوس اور شمعدان بھی اس صنعت کے پائے جاتے ہیں اور یہ سب کے سب اہل عرب کے بنائے ہوئے ہیں

ناصر خسرو نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ قصر فاطمین میں خلیفہ مستنصر کا ایک آفتاب ہے جو خالص سونے چاندی کا ہے، اس پر چڑیوں اور شکاریوں کی نہایت نازک و پاکیزہ تصویریں منقوش ہیں، دارالآثار میں ایک لکڑی کی تختی ہے جس پر کسی طائر کی عجیب و غریب صورت کندہ ہے، ایک لکڑی کے دروازہ کا بھی اسی سفر نامہ میں ذکر ہے جس میں نہایت نازک تصویریں جانوروں کی کندہ کی ہوئی ہیں

سکوں پر بھی تصاویر کا رواج عہد اسلام میں پایا جاتا تھا۔ سیف الدولہ نے جو دینار مساکوک کرائے تھے اس میں اس کا نام بھی تھا اور اس کی تصویر بھی سلطان ظاہر بہر نے شیر کی تصویر اپنے سکہ میں منقوش کرائی تھی۔ ترکی اور چرکسی بادشاہوں میں سے کسی نے شیر کی تصویر پسند کی کسی نے عقاب کی اور کسی نے پھول کی۔ امراء کے لئے ان کے منصب کے لحاظ سے خاص خاص نشان ہوتے تھے، مثلاً افسر اسلحہ خانہ کا نشان تلوار اور آبدار خانہ کے افسر کا نشان پیالہ ہوا کرتا تھا۔ پتھر کی قہروں پر بھی تصویروں کے کندہ کرنے کا رواج تھا۔ چنانچہ دارالآثار میں دو ٹیکے ایسے ہیں جن پر شیر کی تصویر کندہ ہے اور دو تختیاں سنگ مرمر کی ایسی ہیں جن پر اڑتے ہوئے عقاب کی صورت منقوش ہے۔ ایک اور تختی ہے جس پر چار پھلیاں بنی ہوئی ہیں، ایک ٹائل کا ٹکڑا ہے جس پر دو تلواریں ہیں اور ان پر ہلال منقوش ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد اسلام میں تمام امراء کا ایک مخصوص نشان ہوا کرتا تھا جس کو آج کل کوٹ آف آرمس (COAT OF ARMS) کہتے ہیں اور مختلف حکومتوں نے اختیار کر رکھا ہے، اسی طرح ان کی ہر پہلی بھی ہوتی تھیں اور ماثو (MOTTO) بھی ہوا کرتا تھا

کتابوں کے مصور کرنے کا رواج فارس میں بہت تھا لیکن عربوں میں بھی اس کا فقدان نہ تھا۔ چنانچہ احمد تیمور نے جو مصور کتابوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے بعض کا بیان دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ اس نے علم قرآنہ کی بعض کتابوں کو دیکھا ہے جن میں فارسی حروف بتانے کے لئے حلق، منہ اور زبان کی تصویریں بنائی گئی ہیں اور بعض میں پورا چہرہ بھی دکھایا گیا ہے، اسی طرح بعض طب کی کتابیں ہیں جن میں آنکھ وغیرہ کی پوری تشریح تصویر کے ذریعہ سے کی گئی ہے اور بحر العیون ایسی ہی ایک کتاب ہے جو عین طبع میں طبع ہوئی تھی۔ علم ہیروہ کی بھی بعض کتابیں ایسی نظر آتی ہیں جیسے گھوڑوں کی تصویریں ہیں اور ان کے امراض کا حال بھی تصاویر کے ذریعہ سے بتایا گیا ہے، علم نباتات کی بھی بعض کتابیں مصور طیار کی گئی تھیں، چنانچہ رشید الدین ابن الصبیحی اور تصنیف کا ذکر عیون الانباء میں اس طرح کیا گیا ہے کہ: ”یہ کتاب اس طرح طیار کی گئی ہے کہ مولف خود ان مقامات پر جاتا تھا جہاں کوئی پودا دو کا آگتا تھا اور اس کے ساتھ ایک مصور ہوتا تھا جو پودے کے رنگ، پھول، پھل کی صورت، پتیوں کی تعداد، شاخوں کی حالت کو اس وقت دیکھ دیکھ کر کاغذ پر کھینچ لیتا تھا۔ پھر یہ تصویریں ایک ہی حالت کی نہ ہوتی تھیں، بلکہ نشوونما کے مختلف زمانوں میں جابجا کر پودے اور پھول

کی مختلف حالتوں کی تصویریں جاتی تھیں یہاں تک کہ ابتداً نشوونما سے لیکر اس کے مرجھانے کی حالت تک مختلف زمانوں کی کیفیت تصویر میں منبسط کر لیا جاتی تھی بعض ادبی کتابیں بھی (مثلاً مقامات حریری، کھیلہ دسہ، مرزبان نامہ) رنگین و مصور طیار کی گئی تھیں۔ اسی طرح یا قوت کی معجم، تقویم ابی القدا، نخبہ الدہر بھی مصور طیار ہوئی تھیں جن میں شہروں کے نقشے، آلات، فلکی صورتیں رنگین تھیں بلقینی کی نیل الرائد، سید قطی کی کوکب المروءہ بھی رنگین تھیں جن میں دریائے نیل کا منبع اور اس کی شاخیں دکھائی گئی تھیں اور تاریخی حجاز بھی مصور تھی، جس میں حرم اور کعبہ کا نقشہ رنگین تھا۔ مسعودی نے التنبیہ والاشراف میں ذکر کیا ہے کہ میں نے بہت سی تصویریں دیکھی ہیں، لیکن عہد ہاموں کے وہ نقشے عجیب و غریب ہیں جن میں تمام ممالک اور جملہ قوموں کا حال مع تمام نجوم، افلاک، دریاؤں، سمندروں، صحراؤں اور شہروں کی رنگین تصویروں میں بتایا گیا ہے

مقدسی کی احسن التقاسیم اس طرح طیار ہوئی تھی کہ ہر ملک کے شہر اور قصبات مع ان کے حدود کے علحدہ علحدہ دکھائے گئے تھے اور راستے صرخ لکیروں سے، رنگستان در در رنگ سے، سمندر سبز رنگ سے، دریا نیلگوں رنگ سے اور پہاڑ سیاہ رنگ سے نمایاں کئے گئے تھے، ہیئت کی تو تقریباً تمام کتابیں تصویر دار ہوتی تھیں جن میں جملہ ثوابت و سیار کی صورتیں درج ہوتی تھیں، بعض میں آلات رصد کی صورتیں بھی منقوش کی گئی تھیں اسی طرح ہندسہ کی کتابیں بھی نقشوں اور رسوم سے مزین ہوتی تھیں، اور موسیقی، علم الحیل، سپہ گری کی کتابیں بھی مصور طیار کی گئی تھیں جن میں آلات موسیقی، آلات جبر نفیس، شمشیر زنی اور نیزہ بازی کی مختلف حالتوں کی تصویریں درج تھیں اور علم جفر و سحر کی کتابوں میں بہت سے جانوروں پرندوں اور کھڑے کھڑوں کی رنگین تصویریں بنائی جاتی تھیں، چنانچہ ایسی کتابوں میں شیخ محمد العطار الدمشقی کی کتاب موسیقی میں، ابن راد کی کتاب الحیل فی العلم والعمل، رضوان بن محمد کی کتاب علم الساعات، کتاب السؤل والامینۃ فی تعلیم اعمال الفروسیۃ علم سحر میں عیون الحقایق، ابن طلحہ کی جفر صغیر خاص طور پر قابل ذکر ہیں

چونکہ تصویر کی قسم میں مجسمہ سازی اور بہت تراشی بھی شامل ہے، اس لئے اہل عرب نے اس میں بھی کافی ترقی کی تھی، قبل اسلام عرب میں بہت سازی کا رواج تو ان ہتھوں سے ظاہر ہے جو خود کعبہ کے اندر سیکڑوں کی تعداد میں پائے جاتے تھے لیکن بعد کو اسلام بھی اس فن کا رواج مختلف صورتوں سے پایا جاتا تھا۔ یمن کے قصر غمدان میں شیروں کے بڑے بڑے مجسموں کا پایا جانا۔ شعراء کا عورتوں کو ہاتھی دانت کے تیشے ہوئے ہتھوں سے تشبیہ دینا اور بچوں کا سنگین گڑبڑوں سے کھیلنا اس امر کا ثبوت ہے کہ عرب میں تمثال کا بھی رواج تھا۔ جب رسول اللہ صلم غزوہ تبوک سے تشریف لائے اور طاق میں حضرت عائشہ کی گڑیاں رکھی ہوئی دیکھیں تو آپ نے دریافت کیا کہ ”یہ کیا ہے“ حضرت عائشہ نے جواب دیا:۔

”میری گڑیاں ہیں“ انھیں میں ایک گھوڑا تھا جس کے دو پرچے آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ سلیمان کے پاس ایک گھوڑا تھا جس کے پرچے، سن کر رسول اللہ ٹہن پڑے، اس سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعد از اسلام تمثال کا رواج قائم رہا بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ محض ہر وہ لعب یا تفریح کے لئے تمثال کا استعمال جائز ہے بعض تمثال آٹے کے بھی طیار کئے جاتے تھے اور انھیں پکا کر قوام میں ڈال دیتے تھے اور کھاتے تھے، جس طرح یہاں بھی بچوں کے لئے اکٹے کی چڑیاں وغیرہ بنا کر آگ میں سنگ دیتے ہیں۔ بعض مٹھائیاں بھی اسی قسم کی بنائی جاتی تھیں چنانچہ ابن جریر نے اپنے سفر نامہ میں بعض ایسی مٹھائیوں کا ذکر کیا ہے جو بالکل انسانی شکل کی بنی ہوئی تھیں اور عبید اللہ بن خلکان نے متنبی شاعر کو شکہ اور لوز کی ایسی مٹھائی تحفہ دی تھی جو بالکل مچھلی کی طرح تھی اور شہد میں ڈوبی ہوئی تھی، چنانچہ اس نے اس ہدیہ کی تعریف میں متعدد شعر کہے۔ ان میں سے ایک شعر یہ ہے:۔

اقل مائی اقلہا سمک بلعب فی برکتہ من لعل

کھیتوں میں بھی اقل کی تمثال قائم کی جاتی تھیں تاکہ جانور ڈر کر بھاگ جائے

جب اسلام کا تمدن وسیع ہوا تو زینت قصور کے لئے تمثال کا استعمال ہونے لگا اور سنگ مرمر، تانبہ، رانگ اور چاندی وغیرہ کی

مورتیں عجیب و غریب تفنن کے ساتھ بنائی جانے لگیں، چنانچہ متنہی نے مجلس ابن عمار کی ایک سنگین کنیز کا ذکر کیا ہے جس کے بال ایک طرف کو لٹکتے تھے، ہاتھ میں پھولوں کا ہار تھا اور وہ ایک کمائی پر گردش کیا کرتی تھی

اسی طرح مہیار الدیمی شاعر کے ایک رئیس دوست نے جو ہشت پہل حوض بنوایا تھا اور جس کی صنعت کی اُس نے بہت تعریف کی ہے عجیب و چیز تھا۔ اس حوض کے چاروں طرف چار منبر قائم تھے جو کھوکھلے تھے۔ اس کے درمیان ایک عمود تھا اور مکان کی چھت پر ایک حوض تھا۔ اُس سے یہاں پانی آتا تھا۔ کئی محبسے تھے جو مختلف ناموں سے پکارے جاتے تھے اور عمود پر قائم کرنے سے عجیب و غریب حرکات اُن سے سرزد ہوتی تھیں، اُن میں سے ایک کا نام خرکار تھا جس وقت قائم کر دیا جاتا تھا تو گردش کرنے لگتا تھا اور اس کے اوپر سے پانی بالکل اس طرح گزرتا تھا، جیسے خیمہ قائم ہو گیا ہو اس کے چاروں طرف شمعیں بھی رکھ دی جاتی تھیں جو ساتھ ساتھ گردش کرتی تھیں اور گل نہیں ہوتی تھیں۔ دوسرے محبسے کا نام عروس تھا یہ عمود کے اوپر رقص کرتا تھا اور دوران رقص میں پانی اُس کے سر سے ہاتھوں تک پہنچتا تھا، تیسرے محبسے کا نام جل (اونٹ) تھا اور جو تھے کا طنہ لنب کہتے تھے اُس کی صورت ایک تیر انداز کی تھی، اگر حاضرین میں سے اُس پر کوئی شخص تیر چلاتا تو اُس کے جواب میں اُدھر سے پانی کی ایک دھار چلتی اور بھگو دیتی

سید الدین شیبانی کے پاس ایک پیالہ تھا جس کے درمیان میں ایک چڑیا قائم تھی جب پانی اس پیالہ میں ڈالا جاتا تو وہ ناچنے لگتی اور بولنے لگتی نفیسی نے تبنیہ الطالب والدارس میں دمشق کے جامع اموی کی اس گھڑی کا ذکر کیا ہے جس میں محبسے عجیب و غریب حرکتیں کرتے تھے اُس نے بیان کیا ہے کہ اُس گھڑی میں چند چڑیاں، ایک سانپ اور کوآ تانبے کے بنے ہوئے موجود تھے جب گھنٹہ ختم ہوتا تو سانپ نکلتا، چڑیاں بولنے لگتیں اور کوآ چنے لگتا ابن جریر نے باب جبرون کی گھڑی کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس میں تانبے کے دو باز تھے جب گھنٹہ ختم ہوتا تھا تو اُن کے منہ سے دو جہانجہ پیدا ہو کر کچے لگتی تھیں

سنیادی نے ۸۴۷ھ کے حوادث کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسکندریہ سے کچھ تیر انداز آئے اُن کے ساتھ لکڑی کی بنی ہوئی ایک عمارت قلعہ کی صورت بھی تھی، بادشاہ کے سامنے آکر انہوں نے اس پر تیر اندازی کی تو قلعہ کے اندر سے ایک آدمی نکلا جو تلوار اور ڈھال لئے ہوئے تھا بادشاہ نے اُنکو بہت انعام دیا اور رخصت کر دیا

یحییٰ بن عبد اللہ نے سلطان الکامل ایوبی کے پاس ایک شمع دان تحفہ بھیجا جو تانبہ کا بنا ہوا تھا، فجر کے وقت اُس کے اندر سے تانبے کی ایک مورت پیدا ہو کر سیڑھی بجاتی تھی، کہا جاتا ہے کہ یہ شمع دان ناصر محمد بن قلاؤن کے زمانہ تک خزائن شاہی میں موجود تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف موتیں ہی طیارہ کرتے تھے، بلکہ پانی، کمانوں، اور ہوا کے ذریعہ سے وہ اُن میں عجیب و غریب تفنن بھی پیدا کرتے تھے

مقرنی نے ذکر کیا ہے کہ باب سلاطین پر جہاں سے احمد بن طولون نکل کر مسجد میں جایا کرتا تھا دو بڑے بڑے محبسے شیروں کے قائم تھے۔ عنبر کی مورتیں خزائن شاہی میں ۲۲ ہزار کے قریب تھیں، جن میں چھوٹے سے چھوٹا مجسمہ "اسیر کا تھا، طاؤس کی تمثال کا حال لکھا ہے کہ خالص سونے کا تھا اور جسم میں قیمتی جواہر چڑے ہوئے تھے آنکھیں یا قوت کی تھیں، اسی طرح مرغ اور ہرن کی تمثالیں تھیں، ایک باغ کی بھی مصنوعی نقل تھی۔ جس کی زمین عود کی تھی اور درختوں کے پھل عنبر کے، یہ بھی بالکل سونے چاندی کے کام سے لدا ہوا تھا کشتیوں کے اگلے حصہ کو بھی مختلف حیوانوں کی صورت پر بنانے کا کثرت سے رواج تھا

اندلس کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں تصاویر و تماثیل کا کثرت سے رواج تھا اور عجیب و غریب اختراع و تفنن سے کام لیا جاتا تھا، صاحب نفع الطیب نے سلطان تلمسان ابی حموی کی ایک گھڑی کا ذکر کیا ہے کہ اُس میں چھوٹے چھوٹے دریچے تھے، اور جب گھنٹہ بجتا تھا تو اُس سے متعلق دریچے کھلتا تھا اور ایک حسین کنیزہ نکلتی تھی جس کے ہاتھ میں ایک رقعہ ہوتا تھا اور اُس پر وقت درج ہوتا تھا۔ کنیز اس رقعہ کو بادشاہ کے ہاتھ پر نہایت نزاکت سے رکھ دیتی تھی

یہ تھا مختصر بیان اہل عرب کی صرف مصوری و تمثیل سازی کا جس کا تعلق فنون لطیفہ کے دیگر اصناف سے نہیں ہے حالانکہ ان میں بھی اُن کی

ترقی اسی قدر حیرت انگیز تھی۔ حدادی۔ بخاری۔ پارچہ بانی اور آلات سازی میں بھی ان کے کارنامے نہایت عجب و غریب ہیں اور فن تعمیر کو تو انھوں نے اس قدر مکمل طور پر اختیار کر لیا تھا کہ مشکل سے اس کی نظیر مل سکتی ہے۔

رقص دوسری قدیم قوموں کی طرح عرب جاہلیت میں بھی رقص کا رواج پایا جاتا تھا، یہاں تک کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ کعبہ کا طواف جو زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا وہ بھی ایک قسم کا رقص تھا۔ آیت :- ”وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مَكَارٍ وَقَصْدٌ رِثَیَہُ“ کی تفسیر میں زمر شری اور بیضاوی لکھتے ہیں کہ ”عورتیں اور مرد ایک دوسرے کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر سیٹیاں اور تالیاں بجاتے ہوئے پرہیز طواف کرتے تھے۔ اہل عرب اسلام لانے کے بعد بھی نعمات اشعار پر رقص کرتے تھے، اور سب سے پہلا رقص جو خاص طور پر اس کے لئے بنایا گیا تھا ”الحن خفیف“ تھا۔ اس کے بعد رقص کی مناسبت سے خاص قسم کے رقص اور بجزوں کا اضافہ ہوا جن میں ہزج، رمل اور خفیف الرمل داخل ہیں۔ الغرض رقص عربوں کے ہاں ایام جاہلیت اور اسلام دونوں میں پایا جاتا ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ اسلامی دور میں جو رقص ہوتا تھا وہ بہ اقتضائے ترقی و تمدن زیادہ بہتر اور ترقی یافتہ تھا۔

مسلمانوں نے رقص کا شمار علوم و فنون میں کیا ہے اور صرف کھیل اور دل بہلانے کی چیز تصور نہیں کیا، اور اس فن پر متعدد کتابیں لکھی ہیں جو ممالک اسلامی حکومتوں کے زیر نگین تھے، ان کے مختلف حصوں میں مختلف قسم کے رقص پائے جاتے تھے، اہل خراسان، فارس، مصر، مغرب اور اندلس سب کا طرز رقص ایک دوسرے سے مختلف تھا، بلکہ ایک حکومت کا طرز رقص تھا، دوسری حکومت کے رقص سے مختلف تھا، دولت اموی اور عباسی میں جو رقص کی قسمیں اور شکلیں تھیں وہ حکومت ہائے اندلس مغرب، فارس اور ترکوں سے علیحدہ تھیں، اسی طرح فاطمیوں اور مالک کے عہد حکومت کے رقصوں میں اختلاف تھا۔ اسی طرح عورتوں، اور مردوں کا رقص ایک دوسرے سے علیحدہ صورت رکھتا تھا۔

عہد عباسیہ میں اقسام رقص آٹھ تھے، خفیف، ہزج، رمل، خفیف الرمل، ثقیل الثانی، خفیف الثانی، خفیف الثقیل الاول اور ثقیل الاول۔

مشہور رقص تاریخ اسلام میں بہت سے مشہور رقصوں کے نام محفوظ ہیں، دولت عباسیہ کے زمانہ عروج میں کبیش اور عہد السلام فن رقص میں بڑے کامل ماہر گزرے ہیں، صاحب آغانی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ یہ دونوں نہایت باکمال رقص تھے لیکن اسحاق موصلی جو عربی موسیقی میں زبردست ماہر گزرا ہے رقص میں ان دونوں پر سبقت لے گیا ہے، ابوالفرج اصفہانی، اسحاق موصلی کے اس رقص کا تذکرہ کرتے ہوئے جو وثاق باللہ کے سامنے اس نے کیا تھا لکھتا ہے :- ”اسحاق کھڑا ہوا اور اس نے نہایت طرب انگیز رقص کیا، اس کا رقص کبیش اور عہد السلام سے بھی بہتر تھا حالانکہ وہ دونوں نہایت اچھا رقص کرنے والے شمار کئے جاتے ہیں۔ اس پر وثاق باللہ نے کہا :- اسحاق سے زیادہ کوئی اس فن میں کمال نہیں رکھتا۔“

مصر و اندلس میں تمدن اسلامی کے عہد عروج میں فن رقص میں بہت سے لوگوں نے کمال پیدا کیا تھا اس دور کے مشہور رقص جنھوں نے تمام اسلامی ممالک میں شہرت حاصل کی تھی اور وہ بادشاہوں کے حضور میں رقص کرتے تھے حیدر بن احمد بن ابراہیم ابوالحسن اور ان کے بھائی ابراہیم تھے یہ دونوں ملک اشرف شاہ مصر کے دربار میں حاضر ہوئے اور رقص اور موسیقی کا کمال دکھایا۔ ابن حجر نے ”دُرر الكامنہ“ میں اس کا تذکرہ کیا ہے ان کے علاوہ مشہور رقص کرنے والوں میں جعفر رقص بھی تھا۔

دولت عباسیہ کے زمانہ ترقی میں رقص کے لئے خاص قسم کے آلات ایجاد کئے گئے تھے۔ جنھیں خیال، کرج زوط، مونس، کثیرہ، لازمی، شقرہ، قنارہ، عور، قانون، رباب کہتے تھے۔

اندلس کی رقصہ عورتیں اپنے فن کے لحاظ سے مشہور تھیں اور تلوار سے کیسلنے میں بھی خاص مہارت رکھتی تھیں۔

تمدن اسلام کے دور ترقی میں رقص صرف عورتوں اور عام مردوں تک محدود نہ تھا بلکہ خاص لوگوں میں بھی پایا جاتا تھا اور فقہ، محدث، طبیب، احتضار اور صوبوں کے گورنر بھی اس میں علمی حصہ لیتے تھے۔

(تیسرا حصہ)

اکابر علماء اسلام



۱- **الانجری** - (اشیر الدین مفضل بن عمر) ————— وفات ۱- ۶۶۳ھ
ان کے حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں۔ اپنے وقت کے مشہور فلسفی تھے۔ آپ کی دو کتابیں بہت مقبول ہوئیں، ایک ”ہدایت الحکمتہ“ جو منطق، طبیعیات اور انبیات کے مسائل پر مشتمل ہے اور دوسری کتاب الایسا غوجی جو ہندوستان کے درس نظامی میں بھی شامل تھی۔
حوالہ: (دائرة المعارف)

۲- **ابن آبار**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن ابی بکر بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن احمد بن ابی بکر القضاہی
ولادت :- (ولنشا) ۵۹۵ھ ————— وفات ۱- ۶۵۹ھ
مشہور مورخ تھے، اسپین ان کے آباؤ اجداد کا وطن تھا۔ بارہ سال تک اسپین کے مشہور محدث عبد الرزاق بن سالم سے حدیث پڑھی۔ گورنر ولنشا (ابو عبد اللہ محمد بن ابی حفص) کے سکریٹری رہے اور اس کے دوسرے جانشینوں کے بھی۔ جب DONJAYME فرانزہ اسے اراگون نے ولنشا پر حملہ کیا تو انہیں سیفر کی حیثیت سے سلطان ٹیونس کے پاس بھیجا گیا تاکہ وہ ولنشا کی مدد کرے۔ لیکن جب یہ واپس آئے تو یہاں عیسائیوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اس نے یہ پھر تونس واپس چلے گئے، یہاں وہ سکریٹری کی حیثیت سے مامور ہوئے۔ جب ابو زکریا سلطان ٹیونس کی وفات پر المستنصر تخت نشین ہوا تو اس نے ابن آبار کو اپنا مشیر خاص بنالیا، لیکن بعد کو بعض اسباب کی بنا پر اس قدر برہم ہوا کہ نیزوں سے اراگون پر انہیں ہلاک کر دیا گیا اور آپ کی تمام کتابیں بھی لاش کے ساتھ جلادی گئیں۔ تاریخ، حدیث، ادب و شاعری پر انہوں نے کثیر تصانیف چھوڑیں جن میں سے بعض یہ ہیں :-
کتاب التکملة لکتاب الصلہ ————— المعجم فی اصحاب القاضی الامام ابی علی الصدوقی — کتاب حلة السیارہ — تحفة القادام —
مختار الکتاب —

حوالہ جات: (ابن خلدون - تاریخ الدولین الموحدیہ والمفصیہ (ابزکشی))

۳- **(ابن اشیر)** - عزالدین ابو الحسن علی بن محمد ————— ولادت :- ۵۵۵ھ — وفات (موصی) :- ۶۳۰ھ
مشہور مورخ تھے جن کی تاریخ ”الکامل“ نے بڑی شہرت حاصل کی۔ انہوں نے پہلے موصی میں تعلیم پائی، پھر بغداد، شام اور بیت المقدس میں۔ موصی میں ان کا مکان علماء عصر کا مرکز تھا۔ یہ حدیث کے بڑے متبحر عالم تھے اور جدید و قایم تاریخ پر انہیں بڑا عبور حاصل تھا۔ آپ کی تاریخ الکامل ابن خلدون کے بڑے بڑے محققوں کے واقعات کو محیط ہے۔ یہ کتاب یورپ و ایشیا پر حکمرانوں کی بہت مقبول ہوئی۔ ابن خلدون نے بھی اس سے کافی اقتباس کیا۔ سندھستان کے متعلق اس کا وہ حصہ جو غزنوی اور غوری خاندانوں سے تعلق رکھتا ہے خصوصیت کے ساتھ قابل مطالعہ ہے۔ آپ کی دوسری اہم تصانیف یہ ہیں :-
أسد الغابہ فی معرفة الصحابة — اللباب (خلاصہ کتاب الانساب بمعانی) —

حوالہ جات: (ابن خلدون - اسلامی ہند نیا)

۱۵۰ھ
۶۴۴ھ

وفات ۱-

۴- **ابن اسحاق** ابو عبد اللہ محمد

عرب محدث تھے۔ ان کے دادا یسارؒ نے میں گرفتار کر کے کلیہ عین التمر سے مرید لائے گئے تھے، اس نے ابن اسحاق کی تعلیم و تربیت بھی ہمیں ہوئی، جب انھوں نے رسول اللہ کے متعلق حکایات و روایات جمع کرنا شروع کیں، تو جامعین احادیث کی طرف سے مخالفت شروع ہوئی اور بعض واقعات و حالات وضع کرنے کا الزام ان پر لگایا گیا۔ یہ وطن چھوڑ کر پہلے مصر گئے اور پھر عراق۔ خلیفہ المنصور نے بعد انھیں بغداد بلایا۔

انھوں نے سیرت رسول کا مواد دو جلدوں میں فراہم کیا: کتاب المبتدا۔ کتاب المغازی جو سیرت رسول کے موضوع پر اولین تصنیف مانی جاتی ہے اور جس سے تمام مؤرخین مابعد نے کافی استفادہ کیا۔

حوالہ جات: (طبری - ابن خلکان)

۵۔ ابن ابی انصیبہ موفق الدین ابو العباس احمد بن القاسم السعدی الخزرجی - ولادت (دُشَق) ۲۶۰ھ - وفات ۳۲۹ھ - طبیب و سوانح نگار تھے۔ طب میں انھوں نے ابن البیطار سے استفادہ کیا تھا۔ مشہور اطباء کے حالات میں آپ کی کتاب (عیون الانباء فی طبقات الاطباء) بہت مشہور ہے۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۶۔ ابن ابی الدنیا ابو بکر عبد اللہ بن محمد القرشی - ولادت: ۲۰۸ھ - وفات: ۲۸۹ھ - عباسی خلیفہ المقتدی کے آئینہ تھے اور ادبیات کے بڑے ماہر۔ ان کی تصانیف میں سے بعض ہیں: الفرج بعد الشدة - کتاب الاشراف مکارم الاخلاق - کتاب العظمت - من عاش بعد الموت - کتاب العقل وفضلہ - ذم الملاحی - ذم الدنیا حوالہ جات: (کتاب الفہرست (ابن ندیم) فوات الوفيات (قطبی))

۷۔ ابن ابی الرجال ابو الحسن علی بن ابی الرجال - (چوتھی صدی ہجری) مشہور ہیئت دان تھے، جنہیں مستشرقین یورپ ABEN RAGEL اور ABOACEN - ALBOHAZEN کہتے ہیں۔ یہ شمالی افریقہ سے تعلق رکھتے تھے یا قرطبہ سے اس کا صحیح علم نہیں۔ یہ پانچویں صدی ہجری کی ابتدا میں دیار تیونس سے وابستہ تھے اور یہ غالباً وہی ابو الحسن تھے جنہوں نے بغداد میں بوہی شرف الدولہ کے حکم سے رصد گاہ قائم کی تھی۔ ۳۳۲ھ تک ان کا زندہ رہنا ثابت ہے لیکن صحیح تاریخ وفات معلوم نہیں۔ آپ کی کتاب ”البارع فی احکام النجوم“ بڑی مشہور کتاب ہے۔

حوالہ: (ابن بقیطی)

۸۔ ابن ابی طاهر طیفور، ابو الفضل احمد - ولادت (بغداد): ۳۱۹ھ - وفات (بغداد): ۳۷۹ھ - مشہور مورخ و ادیب تھے۔ خراسان کے ایک ایرانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور عباسیوں کے بڑے متحدہ علیہ تھے۔ درس و تدریس کے ساتھ خطوطات کی خرید و فروخت بھی کرتے تھے۔ آپ کی کتاب ”مسرقات الشعراء“ جس نے ان کے بہت سے دشمن پیدا کر دیے ضایع ہو گئی۔ یہ شاعر بھی تھے۔ مسعودی ان کی شاعری کا بڑا معترف تھا۔ خطیب بغدادی نے بھی ان کے فضل و کمال کا ذکر کیا ہے۔ آپ کی تاریخ بغداد کا صرف چھٹا حصہ باقی رہا اور باقی حصے ضایع ہو گئے انھوں نے ایک تذکرہ شعراء بھی لکھا تھا (کتاب المنشور والمنظوم) جس کا صرف گیارہواں اور باہواں حصہ محفوظ رہ سکا۔

حوالہ جات: (مسعودی خطیب بغدادی)

۹۔ ابن بابویہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسی القتی الصدوق - وفات (رے): ۳۸۱ھ -

شیعوں کے چار بڑے ائمہ حدیث میں سے تھے۔ عنقاوان شباب میں بغداد گئے (۳۵۵ھ) اور یہاں بڑے بڑے لوگ ان کے شاگرد ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ۳۰۰ کتابوں کے مصنف تھے۔ نجاشی نے اپنی کتاب الرجال میں ان کی تصانیف کی تعداد ۹۳ اظہار کی ہے۔ اہل تشیع کے یہاں چار کتابیں حدیث کی بڑی مستند سمجھی جاتی ہیں: (۱) الکافی (ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی کی) - (۲) تہذیب الاحکام - (۳) الاستبصار (ابو جعفر محمد بن الحسن بن علی الطوسی کی) - (۴) کتاب من لا یحضرہ الفقیہ (ابن بابویہ کی)۔

ابن بابویہ کی بعض دوسری تصانیف یہ ہیں: - معاون الاخبار (حدیث) - عیون الاخبار الرضا (سیرت علی الرضا امام ہشتم)

کتاب الکمال الدین وتمام النعمۃ (امام مستور کے متعلق)

حوالہ جات: (الطوسی - مہدی المقال - عمل العامل)

۱۰۔ ابن باقیہ، ابو بکر محمد بن یحییٰ (ان کو ابن الصائغ بھی کہتے ہیں) - ولادت (سرخوسا) اخیر چھٹی صدی ہجری -

مغربی مورخین انھیں AVENPACE کہتے ہیں۔ یہ مشہور فلسفی تھے۔ المرابطین کے عہد میں ۲۰ سال تک ابو بکر بن ابراہیم کے وزیر رہے۔ ۵۳۳ھ میں ابن زہر (طیب) کے اشارہ سے زہر دے کر ہلاک کر دیے گئے۔ یہ بیدین مشہور تھے اور لوگ ان کے دشمن ہو گئے تھے، کہا جاتا ہے کہ وہ قرآن اور اصول اسلام کے منکر تھے یہ ریاضی، ہیئت و طب کے ماہر تھے اور موسیقی میں بھی کمال رکھتے تھے۔ انھوں نے ارسطو کی متعدد کتابوں کی شرحیں لکھیں اور دوسرے متعدد رسائل مختلف علوم و فنون پر تصنیف کئے جو ضایع ہو گئے۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - ابن القفطی)

۱۱۔ ابن بشکوال، ابوالقاسم خلف بن عبد الملک بن مسعود بن موسیٰ بن بشکوال بن یوسف بن داود بن واقعہ بن نصر

بن عبد الکریم بن واقد الانصاری - ولادت (قرطبہ) ۴۹۵ھ - وفات (قرطبہ) ۵۵۸ھ

حدیث و تاریخ کے عالم تھے۔ تذکرہ نگاری میں خاص شہرت رکھتے تھے اور قرطبہ کے آخری دور کے سب سے بڑے محدث اور تاریخ نویس قرطبہ کے زبردست ماہر تسلیم کئے جاتے تھے۔ ان کی ۵ تصانیف ہیں سے صرف دو باقی ہیں: - کتاب الصلۃ فی تاریخ ائمتہ الاندلس - کتاب لغوامض والمہمات من الاسماء

حوالہ جات: (ابن خلکان - ذہبی)

۱۲۔ ابن بطوطہ، محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم ابو عبد اللہ اللواتی الطنجی - ولادت (طنجہ): ۷۶۰ھ - وفات (مراکش): ۸۵۵ھ

مشہور عرب سیاح و سیاحت نگار تھے۔ یہ سب سے پہلے بحر احمر کی طرف گئے، لیکن جب اسے عبور نہ کر سکے تو شام و فلسطین ہوتے ہوئے وطن واپس آئے اس کے بعد مکہ گئے اور وہاں سے عراق، فارس، موصل اور دیار بکر کی سیاحت کی۔ مکہ واپس آکر تیسرے سفر میں جنوبی عرب سے مشرقی افریقہ تک کی سیاحت کی۔ ہرمز سے پاکہ واپس آئے اور پھر مصر و شام ہوتے ہوئے ارض روم اور کریمیا تک پہنچے۔ قسطنطنیہ بھی گئے اور پھر خوارزم، بخارا و افغانستان ہوتے ہوئے ہندوستان آئے۔ دہلی میں قاضی ہو گئے اور پھر سفارت پارٹی کے ساتھ چین کی طرف روانہ ہوئے، لیکن جزیرہ مالک میں یہ لازم ہو گئے اور وہاں ٹھہر گئے۔ ڈیڑھ سال کے بعد سیام، بنگال اور سیام ہوتے ہوئے چین پہنچے اور پھر ۸۴۵ھ میں عرب واپس گئے اور حج کر کے چوتھی مرتبہ پھر سیاحت شروع کی اور فارس، شام و عراق گھوم پھر ۸۵۵ھ میں فارس پہنچے اور اس کے بعد غناطہ گئے۔ اپنی آخری سیاحت میں ۸۵۵ھ تک پہنچے اور پھر مراکش آکر محمد بن محمد بن جنزی سے حالات قلمبند کرائے جس کا نام ”تحفۃ النظائر فی غرائب الامصار و عجائب الاسفار“ ہے۔ ان کا یہ سفر نامہ دنیا کی اکثر زبانوں میں ترجمہ ہوا۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۱۳۔ ابن البناؤ، ابوالعباس احمد بن محمد بن عثمان الازدی - ولادت (مراکش): ۶۵۴ھ - وفات (مراکش): ۷۱۱ھ

مراکش کے مشہور عالم و مصنف تھے۔ یہ ریاضی، ہیئت، علم نجوم اور طب کے بھی ماہر تھے۔ اپنے وطن میں حدیث، فقہ، نحو اور ریاضی کی تعلیم حاصل کر کے فارس گئے اور ہیئت و ریاضی کی تکمیل کی۔ یہ بڑے زاہد و مراض شخص تھے، انھوں نے مختلف علوم و فنون پر ۷۰ کتابیں تصنیف کیں جن میں سے اکثر موجد ہیں۔ ان کی نہایت مشہور کتاب ”الغنی عن اعمال الحساب“ ہے جس کے تراجم مختلف زبانوں میں ہوئے۔

حوالہ جات: (نیل الاہتہاج - ابن خلدون)

۱۴۔ ابن البیطار، ابو محمد عبد اللہ بن احمد ضیاء الدین ابن البیطار المالکی - ولادت: اخیر چھٹی صدی ہجری - وفات (دشق): ۷۷۰ھ

مشہور ماہر نباتات و عقاقیر تھے۔ انھوں نے بہت سے پودوں کا مطالعہ کر کے ان کی خصوصیات لکھیں اور اس جہت میں افریقہ، مراکش، قیونس،

الجزائر وغیرہ کی سیاحت کی۔ جب یہ ایوبی خاندان کے فرمانروا الملک لکال کے عہد میں مصر پہنچے تو یہ محکمہ ”نباتات“ کے افسر (رئیس علی سائر العشایین) ہو گئے۔ ان کی دو کتابیں بڑی مشہور ہیں: ”کتاب لجام معنی الادویۃ المفردات“۔ ”کتاب المغنی فی ادویۃ المفردہ“۔

حوالہ: (ابن ابی عصبیہ)

۱۵۔ ابن تیمیہ، تقی الدین ابو العباس، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن محمد بن تیمیہ الحارثی الحنبلی

ولادت (حران): ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ - وفات (دمشق): ۲۸ رذوالقعدہ ۷۲۸ھ

ان کے باپ مغلوں سے تنگ آکر مدینہ اپنے خاندان کے دمشق آگئے تھے (۶۶۱ھ)۔ یہیں ابن تیمیہ نے علوم اسلامی کی تعلیم حاصل کی۔ ۲۰ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے اور اپنے باپ کی موت کے بعد میں ۶۸۳ھ میں فقہ حنبلی کے پروفیسر ہو گئے۔ یہ قرآن، حدیث، فقہ، الہیات اور فن مناظرہ کے بڑے ماہر تھے، لیکن ان کی آزاد خیالی کی وجہ سے اکثر علماء ان کے مخالف ہو گئے۔ ۶۹۹ھ میں جبکہ وہ قاہرہ میں تھے ان سے صفات خداوندی کے متعلق استفسار کیا گیا، ان کے جواب سے شافعی علماء بہم ہو گئے اور پروفیسری کے عہدہ سے ہٹا دیا گیا، لیکن دوسرے ہی سال مغلوں کے خلاف تبلیغ جہاد کی خدمت ان کے سپرد کی گئی اور وہ اس سلسلہ میں قاہرہ گئے۔ اس کے بعد جبل کسروان کے اسماعیلیوں، نصیریوں اور حاکمیتوں کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کر کے وہ ۷۱۳ھ میں پھر قاہرہ گئے اور الحاد کے الزام میں مدینہ اپنے دو بھائیوں کے نظر بند کر دئے گئے۔ ۷۱۳ھ میں انھیں پھر طلب کیا گیا کہ اتحادیہ کے خلاف انھوں نے جو کچھ لکھا تھا اس کی جوابدہی کریں۔ گو ابن تیمیہ نے اپنے مخالفوں کو اپنے جوابات سے خاموش کر دیا، لیکن انھیں دمشق بھیج کر مقید کر دیا گیا پھر کچھ دنوں کے بعد یہ اسکندریہ کے قلعہ میں قیدی کی حیثیت سے منتقل کر دئے گئے۔ آٹھ مہینے کے بعد یہ رہا ہوئے تو قاہرہ پہنچے اور یہاں پروفیسر ہو گئے۔

۷۱۳ھ میں وہ فوج کے ساتھ دمشق گئے اور پروفیسر ہو گئے۔ یہاں مسئلہ طلاق میں ان کو فتویٰ دینے کی ممانعت کر دی گئی کیونکہ اس باب میں ان کا نظریہ دوسرے فقہاء سے بالکل علیحدہ تھا، لیکن یہ نہیں مانے اور اس کی پاداش میں وہ پھر نظر بند کر دئے گئے، پانچ مہینے کے بعد جب رہا ہوئے تو زیارت قبر کے سلسلہ میں ان کے فتوے سے برہم ہو کر سلطان نے پھر انھیں قید کر دیا۔ قید خانہ میں انھوں نے قرآن کی تفسیر اور اپنے مخالفین کی تردید میں کتابیں لکھنا شروع کیں۔ علماء کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے جو کچھ لکھا تھا وہ چھین لیا گیا اور آئندہ کے لئے لکھنے پڑھنے کی ممانعت کر دی گئی اس واقعہ کا ان کو بہت صدمہ ہوا اور آخر کار بیمار ہو کر مر گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے جنازہ میں ۲ لاکھ مرد اور ۱۵ ہزار عورتیں شریک تھیں۔

ہر چند یہ حنفی اسکول سے تعلق رکھتے تھے لیکن وہ اپنے کو مجتہد سمجھ کر قیاس اور ذاتی رائے سے کام لیتے تھے وہ تقلید و اجماع دونوں کو غلط سمجھتے تھے اور قرآن و حدیث کے الفاظ کا مفہوم متعین کرنے میں وہ قیاس سے کام لینا جائز جانتے تھے۔ وہ بدعت کے شدید مخالف تھے اور زیارت قبر میں رسول اللہ کے مزار پر جانے کو بھی معصیت قرار دیتے تھے۔ چنانچہ وہابیوں نے اپنے مسلک کے اجراء میں اس سے بہت فائدہ اٹھایا۔ وہ خدا کی تجسیمیت (ANTHROPOMORPHIS) کے بھی قائل تھے۔ ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ ایک دن ابن تیمیہ نے منبر پر کھڑے ہو کر یہاں تک کہ دیا کہ ”خدا آسمان سے زمین پر اسی طرح اترتا ہے جس طرح میں اترتا ہوں“ اور یہ کہہ کر وہ منبر سے نیچے اتر آئے۔ وہ خارجی، حرجی، رافضی، قدری، معتزلی، جہمی، کرامی، اشعری وغیرہ تمام جماعتوں کے مخالف تھے اور ان سب کے خلاف انھوں نے زبان و قلم سے جہاد کیا۔ وہ صحابہ کرام کے احکام پر بھی نکتہ چینی کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار انھوں نے دوران تقریر میں صالحیہ کی مسجد الجبل کے منبر سے یہ تقریر بھی کہی کہ ”عربین الخطاب نے بھی متعدد غلطیاں کیں اور حضرت علی کی غلطیاں تو سیکڑوں تک پہنچتی ہیں“ وہ غزالی اور ابن عربی کے بھی مخالف تھے، صوفیہ کو بھی برا سمجھتے تھے اور ابن سینا کے فلسفہ پر بھی اعتراض کرتے تھے وہ اس کے بھی خلاف تھے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو کلیسا بنانے کی اجازت دیکھائے۔

ان کے الحاد کے متعلق علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ ابن بطوطہ، ابن حجر البیہقی، تقی الدین السبکی، ابو حیان نے ان کو محد قرار دیا ہے لیکن ان کے حریفین کی تعداد زیادہ ہے، جن میں ابن تیم جوزی، ذہبی، ابن قدامہ، ابن الوردي، گمہ و آلوسی وغیرہ شامل ہیں۔

انھوں نے ۵۰۰ کتابیں لکھیں جن میں خاص خاص یہ ہیں:-

رسالة الفرقان - معارج الوصول (فلسفیوں اور قرامطہ کی تردید میں) - البیان فی نزول القرآن - النیۃ فی العبادات - الوصیۃ القرآنیہ -

الارادة والامر — العقيدة الواسطية — الاكليل في المتشابه والتأويل — رسالة في القضاء والقدر — رسالة في السماع والرقص —
رسالة في درجات اليقين — تفسير المعقودتين — معنى القياس — الفرقان بين اولياء الرحمن واولياء الشيطان — الواسطة بين الخلق والحق —
الجماع في السياسة الالهية والآيات النبوية — الصارم المسلول على شاتم الرسول — تنجيل اهل الانجيل — حقيقة الاسلام والايمان —
كتاب في اصول الفقه — رسالة زيارة القبور —

حوالہ جات: ۱- (ذہبی - سبکی - ابن الوردی - سیوطی - آلوسی)

۱۶- ابن جوزی، عبدالرحمان بن علی بن محمد ابو الفرج، جمال الدین — ولادت (بغداد): ۵۱۱ھ - وفات: ۵۹۶ھ —
مورخ و فقیہ (مالکی)۔ انھوں نے مالکی فقہ کی اشبات میں احادیث پر بہت جرح کی۔ اور غزالی کی احیاء العلوم میں جو ضعیف احادیث پائی جاتی ہیں ان پر
بھی بحث کی۔ واعظ و خطیب کی حیثیت سے بڑے مرتبہ کے شخص تھے۔ فہرست تصانیف: ۱۔
المستمر والمقطوع المستمر (تاریخ عالم کی نہایت اہم کتاب) — کشف النقاب عن الاسماء واللقاب — اعمار الاعیان — المجتہد من المجتہب —
درباق الذنوب — کفایت المجاہد فی الواعظ — تذکرة الایقظاظ —

حوالہ جات: (ابن خلکان - سیوطی)

۱۷- ابن حاجب، جمال الدین ابو عمر عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس — ولادت (مصر): ۵۴۵ھ - وفات (اسکندریہ): ۶۲۶ھ —
نحو، ادبیات، قرآن، حدیث و فقہ مالکی کے مستند عالم تھے۔ ان کی کتاب الکافیہ اور شافیہ نحو و صرف میں اب بھی مالک اسلامی کی درسیات اور ہندوستان
کے مدرس نظامی شامل ہیں۔ ان کی دوسری تصانیف یہ ہیں: المقصد الجلیل (نظم)۔ الامالی (علم القرآن)۔ منہج السوال والال فی علم الاصول والجداول —
مختصر الاصول مختصر الفروعی —

حوالہ جات: (ابن خلکان - سیوطی - ابن فرحون)

۱۸- ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد شہاب الدین ابو الفضل الکسانی العسقلانی المصری

ولادت (قاہرہ): ۶۳۲ھ - وفات: ۷۲۲ھ —
نہایت مشہور ادیب، مورخ، محدث اور شافعی فقیہ تھے۔ ۹ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا، پھر نحو و فقہ میں مہارت حاصل کی۔ اس کے بعد عرصہ تک
علماء وقت سے فتن حدیث حاصل کیا، تجوید و لسانیات میں مہارت پیدا کی۔ حدیث کی تکمیل کے لئے انھوں نے مصر، حجاز، یمن، شام کا سفر کیا اور اساتذہ سے فقہ و
حدیث میں سند فضیلت حاصل کی۔ ۷۲۲ھ میں قاضی القضاة مقرر ہوئے اور اکیس سال تک اس عہدہ کی خدمات انجام دیں۔ اس خدمت کے ساتھ ساتھ
طلبہ کو فقہ و حدیث کا درس بھی دیتے رہے۔ نظم و نثر دونوں پر قادر تھے اور ادبی حیثیت سے بھی بڑے مرتبہ کے مالک تھے۔ ان کی کتاب "فتح الباری فی شرح البخاری"
بڑی مشہور کتاب ہے جو اب تک درسیات میں شامل ہے۔ ان کی تمام تصانیف کی فہرست ۱۵۰ سے زیادہ ہے۔ بعض یہ ہیں:۔

الاصابة فی تمییز الصحابة تہذیب التہذیب تعجیل النفع (اسما و رجال) بلوغ المرام (علم حدیث) خبئة الفکر الدرر الکامنة
سماویہ التاسیس غبطة الناظر —

حوالہ جات: ۱- (سخاوی - برائے الزمور - ابن یاس)

۱۹- ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید — ولادت (قرطبہ): ۳۸۵ھ - وفات: ۴۵۶ھ —
ہسپانیہ کے مشہور مورخ، شاعر و فقیہ تھے۔ ان کے دادا عیسائی تھے جو بعد کو اسلام لے آئے تھے ان کے آپ فرما نرقائے المنصور اور اسکے بیٹے المنظر
کے زمانہ میں وزیر اور میر سامان کے عہدہ پر ممتاز رہے۔ ابن حزم کی تعلیم بڑے وسیع پیمانہ پر ہوئی۔ جب عامر بنی کی حکومت پر زوال آیا تو ابن حزم نے ۴۱۱ھ
میں قرطبہ چھوڑ دیا اور المیرامین میں مقیم ہو گئے۔ اس کے ۵ سال بعد القاسم بن حمود کے زمانہ میں پھر قرطبہ واپس آئے اور المستنصر کے زمانہ میں وزیر ہو گئے لیکن
المستنصر کے قتل کے بعد یہ قید کر دئے گئے اور نہیں کہا جاسکتا کہ کب تک مقید رہے، لیکن ۴۵۶ھ میں ان کا بمقام باقوا رہنا پایا جاتا ہے ان کی آخری عمر کے

حالات بہت کم معلوم ہیں، لیکن یہ یقینی ہے کہ اخیر میں انھوں نے سیاسیات سے کنارہ کشی کر کے صرف خدمتِ علم کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ ان کی ابتدائی کتابوں میں سے ایک ”طوق الحمامہ فی الآفات والآلات“ ہے جس کا علم سب سے پہلے Doyy کے ذریعہ سے ہوا۔ یہ کتاب فلسفہ محبت پر نفسیاتی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے، اسی زمانہ میں انھوں نے ایک اور کتاب ”رسالہ فی فضل الاندلس“ لکھی۔

ان کی تاریخی تصانیف میں ”نقاط العروس فی تواریخ الخلفاء“ اور ”جمہور الانساب“ اب بھی موجود ہیں۔ فقیر و محدث ہونے کی حیثیت سے انھوں نے خاص شہرت حاصل کی۔ پہلے وہ شافعی مسلک کے پابند تھے، پھر ظاہری ہو گئے (یعنی قرآن و حدیث میں کسی تاویل کے قائل نہ رہے اور بالکل ظاہری معنی کو سامنے رکھا)۔ ظاہری عقاید کے سلسلہ میں انھوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ”ابطال القیاس والبرائے والاحتسان و التقلید والتعلیل“ ہے ان کی دوسری فقہی کتابیں یہ ہیں: ۱۔ ”کتاب الاحکام فی اصول الاحکام“۔ ۲۔ ”مسائل اصول الفقہ“۔ اسکی مشہور ترین تصنیف ”کتاب الفضل فی الملل والنحل“ ہے جس میں مسلمانوں کی تمام مذہبی جماعتوں پر نقد و تبصرہ کیا ہے۔ منطق میں بھی انھوں نے ایک تصنیف کی تھی ”التقریب فی حدود المنطق“۔ علم قرآن پر بھی انھوں نے ”کتاب النسخ والمنسوخ“ لکھی۔ وہ علم مناظرہ کے بھی بڑے ماہر تھے۔ وہ الاشعری، ابو حنیفہ اور امام مالک کے سخت مخالف تھے ان کی تحریروں میں اتنا زور تھا کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ: ”ابن حزم کا قلم حجاج کی تلوار ہے“۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۷۷ بتائی جاتی ہے۔ ابن عربی ان کے بڑے قائل تھے۔

حوالہ جات: (یا قوت۔ ابن خلکان۔ ذہبی)

۲۰۔ ابن خوقل، ابوالقاسم محمد

مشہور عرب سیاح و جغرافیہ داں تھے۔ ان کے حالات زندگی تاریخی میں ہیں۔ بغداد کے رہنے والے تھے۔ ان کی کمسنی میں خلافت بغداد ختم ہو کر ترکوں کے قبضہ میں جا چکی تھی۔ جب یہ جوان ہوئے تو انھیں پتہ چلا کہ ان کی تمام جائیداد ضائع ہو چکی ہے اس لئے انھوں نے سیاحت و تجارت کو ذریعہ معاش بنایا اور ۳۵۰ھ میں بغداد چھوڑ کر سیاحت شروع کی۔ مشرق سے مغرب تک تمام اسلامی دنیا میں گھومے پھرے اور ۴۰۰ھ میں وطن واپس آ گئے۔ دورانِ سیاحت میں اصطخری مشہور جغرافیہ داں و سیاح سے بھی ملے تھے اور ان کی ہدایت کے مطابق اپنے نقشوں میں کچھ رد و بدل بھی کیا تھا۔ ”المساک والممالک“ ان کا مشہور سیاحت نامہ ہے۔

حوالہ: (اصطخری)

وفات: ۳۹۰ھ

۳۹۰ھ

۲۱۔ ابن خاتون، ابو عبد اللہ الحسین بن احمد البغدانی مشہور نحوی و تذکرہ نویس تھے۔ ۳۱۰ھ میں ہمدان سے بغداد آئے اور مشہور اساتذہ سے نحو و ادب کی تعلیم حاصل کی۔ اخیر میں یہ حلب میں مقیم ہو گئے تھے، معلم کی حیثیت سے خاص شہرت حاصل کی۔ سیف الدولہ ہمدانی کے بڑے مقرب تھے اور اس کے بیٹوں کے اتالیق۔ ان کی بعض تصانیف یہ ہیں: کتاب التامیس - شرح مقصورات ابن دبرید - حوالہ جات: (ابن خلکان - ذہبی - سیوطی)

۲۲۔ ابن خطیب (لسان الدین) ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن سعید بن عبد اللہ بن سعید بن علی بن احمد السلمانی

ولادت (لوشا): ۲۵ رجب ۷۱۳ھ

۱۵ نومبر ۱۳۱۳ء

تاریخ، جغرافیہ، ادبیات، فلسفہ، طب و تصوف کے مستند عالم و ماہر تھے۔ وہ وزارت القلم اور وزارت السیف دونوں کے مالک تھے اسی لئے ان کا لقب ”ذوالوزارتین“ قرار پایا۔ انھوں نے اپنا عنفوان شباب غرناطہ میں بسر کیا اور یہیں مختلف علوم و فنون کی تکمیل کی۔ اپنے عہد میں غرناطہ کے فاضل ترین شخص سمجھے جاتے تھے۔ اپنے باپ کے انتقال پر (وزیر) ابو الحسن علی بن الجیشیاب کے سکریٹری ہو گئے۔ لیکن بعد کو ۷۲۲ھ میں مراکش کی طرف جلاوطن کر دیے گئے ۷۲۴ھ میں پھر غرناطہ واپس آئے۔ اس کے بعد بھی ان کی زندگی زیادہ تر سیاسی جھگڑوں میں بسر ہوئی اور اس سلسلہ میں گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیے گئے۔

انھوں نے ۶۰ تصانیف کیں جو مختلف علوم و فنون سے تعلق رکھتی ہیں۔ جن میں صرف ایک تنہائی باقی رہی۔ ان کی نہایت مقبول و مشہور تصنیف ”الاحاطہ فی تاریخ غرناطہ“ ہے جو علماء کا تذکرہ اور انتقادی مطالعہ ہے۔ بعض دوسری تصانیف یہ تھیں:۔
 - التحلل المرقومہ
 - لمحۃ البدر فی الدولۃ الناصریہ - رقم الحلول فی نظم الدول - معیار الاختیار فی ذکر المعابد والديار - ریحات الکتاب - (مقرنی - ابن خلدون) حوالہ جات:

۲۳۔ ابن خلدون عبدالرحمان (ابوزید) معروف بہ ولی الدین — ولادت (تیونس) ۱۳۳۲ھ - وفات (قاہرہ) ۸۰۶ھ
 قرآن حفظ کرنے کے بعد اپنے والد اور علماء تیونس سے نحو، ادبیات، فقہ، حدیث اور علم شعر کی تعلیم حاصل کی۔ جب ابو الحسن (مارینی) نے ۸۱۳ھ میں تیونس پر قبضہ کیا تو عبدالرحمان نے اس کے ساتھ وہاں کے اکابر علماء سے منطق، فلسفہ، الہیات اور دوسرے علوم متداولہ حاصل کئے۔ ان کی عمر ۲۱ سال کی تھی کہ وہ علامہ (شاہ تیونس) کے مرفشی ہو گئے۔ لیکن بعض سیاسی انقلابات کی وجہ سے امیر زآب کے پاس بسکرا (BISKRA) چلے گئے لیکن جب ابو الغیان (مارینی) نے تلمسین لے لیا تو عبدالرحمان اس کے ملازم ہو گئے اور ایک زمانہ تک وہاں کی خانہ جنگیوں اور سیاسی تحریک میں شریک رہے، اخیر میں وہ قلعہ ابن سلامہ (توغروت) میں پائل توڑ کر بیٹھ گئے اور اپنی تاریخ کی تالیف شروع کی۔ یہاں وہ ۸۱۳ھ تک رہے اس کے بعد تیونس چلے گئے، وہاں سے مکہ پہنچے اور پھر اسکندریہ و قاہرہ گئے۔ یہاں جامع ازہر میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ۸۱۹ھ میں یہاں کے قاضی ہو گئے۔ دو سال بعد جب سلطان الناصر (والی دمشق) نے تیمور کے خلاف پیش قدمی کی تو یہ بھی ساتھ گئے۔ وہاں سے لوٹ کر پھر قاہرہ میں اپنا عہدہ قضا سنبھالا اور آخر تک اس خدمت پر مامور رہے۔ ان کے سوانح کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاسیات سے انھیں بڑی دلچسپی تھی اور خانہ جنگیوں کے سلسلہ میں حسب ضرورت و موقع وہ کبھی ایک فریق سے مل جاتے تھے اور کبھی دوسرے فریق سے۔

ان کی تصنیف ”کتاب العبر“ اس عہد کی نہایت مشہور تاریخ ہے جو سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ان کے ۵۰ سالہ تجربات و مطالعات کا پختہ ہے اور اس وقت کے عرب اور اقوام برہکے باہمی سیاسی آؤیرشوں کی بڑی اہم دستاویز ہے۔
 ان کی کتاب ”مقدمہ ابن خلدون“ عربی ادبیات و تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے اور تمام علماء و مشرق و مغرب اس سے استناد کرتے ہیں۔
 حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۲۴۔ ابن خلدون یحییٰ ابوزکریا — ولادت (تیونس) ۱۳۳۲ھ - وفات (تلمسین) ۸۰۶ھ
 اپنے بھائی عبدالرحمان (مصنف مقدمہ ابن خلدون) کی طرح یہ بھی زیادہ تر سیاسیات میں اُلجھے رہے۔ ۸۱۳ھ میں تلمسین کے شخصی امیر نے قید کر کے ان کی جاہ و ضبط کرائی۔ اس کے بعد یہ بھاگ کر بسکرا اپنے بھائی کے پاس چلے گئے لیکن دو سال بعد پھر تلمسین واپس آئے اور یہاں دربار کے مرفشی ہو گئے۔ اس کے بعد وہ پھر تاریخی خاندان کے طرفدار ہو گئے اور آپس کی خانہ جنگیوں میں عملی حصہ لیتے رہے یہاں تک کہ ابو جتو کے بڑے بیٹے ابوالغین زانی نے ان کو قتل کر دیا۔

انھوں نے تاریخ کی بڑی اہم کتاب لکھی: ”بغیۃ الرواد فی ذکر الملوک من بنی عبدالواد“
 حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۲۵۔ ابن خلکان، احمد بن محمد بن ابراہیم شمس الدین ابو العباس البرکی اللہ علیہ الشافعی — ولادت (اربیل) ۶۰۹ھ (۱۱۱۰ء) - وفات: ۶۸۱ھ (۱۲۸۲ء)
 نہایت مشہور مورخ و تذکرہ نگار تھے۔ اول اول حلب میں جو القی اور ابن شداد سے تعلیم پائی اور پھر دمشق میں تکمیل کی۔ ۶۹۵ھ میں یہیں کے قاضی القضاۃ ہو گئے۔ اس کے بعد قاہرہ کے مدرسہ الفقہ میں پروفیسر ہو گئے۔
 ان کی مشہور کتاب ”وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان“ کی ترتیب انھوں نے ۶۵۴ھ قاہرہ میں شروع کی لیکن مسلسل اس پر کام نہ کر سکے اور پھر دمشق جا کر ۶۸۱ھ میں اسے پورا کیا۔
 حوالہ جات: (سیدوطی - برزالی - بسکی)

۲۶- ابن خرداد بہ، ابوالقاسم عبید اللہ بن عبد اللہ ولادت: ابتدا تیسری صدی ہجری - وفات: ۳۱۱ھ
ایرانی النسل تھے اور مشہور ماہر جغرافیہ و موسیقی تھے، ان کے دادا مسلمان ہوئے تھے اور باپ طبرستان کے گورنر تھے۔ خود ان کے حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں سوا اس کے کہ وہ الجبل (میدیا) میں محکمہ ڈاک کے افسر تھے جسے ”صاحب البرید والاخبار“ کہتے تھے۔ خلیفہ المعتز سے دوستانہ تعلقات تھے۔ مسعودی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار انھوں نے دربار خلافت میں موسیقی، آلات موسیقی اور تال (ایقاع) پر ایسی تقریر کی کہ لوگ حیران رہ گئے۔ موسیقی میں یہ اسحاق موصلی کے شاگرد تھے۔

انھوں نے ادبیات، موسیقی، شراب اور طباًخی پر بھی متعدد کتابیں لکھی تھیں۔ ان کی صرف ایک تصنیف ”کتاب المسالک والممالک“ باقی رہ گئی ہے جو تاریخ و جغرافیہ سے تعلق رکھتی ہے اور جس سے تمام مورخین مابعد اور جغرافیہ نویسوں نے استفادہ کیا ہے۔ یہ کتاب انھوں نے ۳۲۲ھ میں لکھنا شروع کی تھی اور ۳۸۶ھ میں پوری ہوئی۔

حوالہ جات: (مسعودی - حاجی خلیفہ)

۲۷- ابن دُرید ابو بکر محمد بن الحسن بن عتاصیہ الازدی ولادت (بصرہ): ۲۲۳ھ - وفات (بغداد): ۳۲۱ھ
عرب کے مشہور شاعر و ادیب و سوانح نگار تھے، بصرہ میں تعلیم پائی۔ جب زنج نے بصرہ کو لوٹا تو یہ عمان چلے گئے اور وہاں بارہ سال تک رہے۔ اس کے بعد وہ جزیرہ ابن عمارہ میں دربار مقلادس سے وابستہ ہو گئے۔ انھوں نے یہاں ایک کتاب لغت پر بھی لکھی (کتاب الجہرہ فی علم اللغة)۔ جب ۳۰۸ھ میں مقلادس معزول ہوا تو یہ بغداد چلے گئے اور خلیفہ المعتز نے ان کا وظیفہ ۵۰ دینار ماہوار مقرر کر دیا۔

اپنے عہد کے بڑے زبردست ماہر لسانیات اور بہترین نقاد شعر تھے چنانچہ مورخین نے ان کو ”علم الشعراء و اشعار العلماء“ لکھا ہے۔ جہرہ (لغت) کے علاوہ انھوں نے اور متعدد کتابیں لکھیں: کتاب السرج واللہام - گھوڑے، اسلحہ، آبر، بارش پر بھی اس نے متعدد رسائل لکھے۔
حوالہ جات: (ابن خلکان - ابن نمیر - یاقوت)

۲۸- ابن الدیباع (دیبا ع حبشی زبان میں سفید کو کہتے ہیں) ابو عبد اللہ عبد الرحمان بن علی

ولادت (زبید): ۲۶۶ھ - وفات: ۳۲۲ھ
جنوبی عرب کے محدث، مورخ و محدث تھے۔ تیسری بار حج کرنے کے بعد (۲۹۶ھ) مکہ میں رہ کر حدیث و ادبیات کی تکمیل کی۔ تاریخی خدمات کے صلہ میں ظاہری سلطان زبید (الملک نظافر) کی طرف سے خلعت و جاگیر عطا ہوئی اور جامع زبید میں پروفیسر مقرر ہوئے۔
ان کی تصانیف یہ ہیں: بغیۃ المستفید فی اخبار مدینۃ الزبید - قرۃ العیون فی اخبار بنی المامون - احسن السلوک فی من دلی زبید من المملوک - تفسیر الوصول الی جامع الاصول من حدیث الرسول - تمییز الطیب من الخبیث مما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث - کتاب فضل اہل الیمین -
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامی)

۲۹- ابن رشد، ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد ولادت (قرطبہ): ۵۲۹ھ - وفات: ۵۹۵ھ
مستشرقین یورپ ان کو AVERRO S کہتے ہیں۔ یہ اسپین کے سب سے بڑے فلاسفر و حکیم تھے۔ ان کے دادا اور باپ دونوں قرطبہ کے قاضی تھے۔ ابن رشد نے طب اور قانون کی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ جب ابن طفیل (مشہور فیلسوف) نے انھیں ابو یعقوب یوسف (خاندان الموحدون) کے دربار میں پیش کیا تو اس نے ابن رشد سے کائنات کے حادث یا قدیم ہونے پر گفتگو کی اور خلعت و انعام دے کر رخصت کیا۔ اس کے بعد ابن طفیل نے انھیں مشورہ دیا کہ وہ ارسطو کی تصانیف کا ترجمہ کریں۔

۵۶۹ھ میں وہ اشبیلیہ کے قاضی ہو گئے اور دو سال بعد قرطبہ کے - ۵۷۴ھ میں ابن یوسف نے انھیں مراکش میں طبیب خاص کی خدمت پر امور کیا لیکن جلد ہی قاضی القضاۃ بنا کر قرطبہ واپس کر دیا۔ بعد کو یعقوب المنصور کے عہد میں الحاد کے الزام میں یہ جلا وطن کر دیے گئے لیکن جب یعقوب، اسپین کی عیسائی حکومت سے جنگ کر کے مراکش واپس آیا تو ابن رشد کو پھر اپنے دربار میں بلا لیا۔

ان کی تصانیف کا اکثر حصہ ضایع ہو گیا۔ جو کتابیں باقی رہ گئیں ان میں نہایت مشہور کتاب ”تہافت التہافت“ ہے جو غزالی کی ”تہافت الفلاسفہ“ کے جواب میں لکھی تھی۔ دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے:- ”کتاب الجوامع“ (رسائل ارسطو کی شرح)۔ ”کتاب فضل المقال“ (مذہب و فلسفہ کے متعلق) اور ”کتاب کشف المناہج“ (مذہب و فلسفہ کے تطبیقی پر)۔ ارسطو کی POETICS (شعر) RHETORIC (خطابت) اور افسلاطون کی REPUBLIC (جمہوریت) کی شرحیں بھی انہوں نے لکھیں۔ انہوں نے فلاہی کی منطق اور ابن سینا کے بعض عقایدی نظریوں پر بھی بحث کی۔ فقہ و قانون پر کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے ایک ”ہدایتہ المجتہد و نہایتہ المتقصد“ ہے طب پر بھی ایک کتاب الکلیات تصنیف کی اور ہیئت پر بھی متعدد کتابیں لکھیں۔ ان کے فلسفیانہ نظریے تقریباً وہی تھے جو فارابی، ابن سینا اور کندی کے تھے۔ لیکن بعض مسائل میں انہوں نے اختلاف بھی کیا ہے اور خود اپنے نظریے پیش کئے۔

جن مسائل میں ابن رشد پر متحد ہونے کا الزام لگایا گیا، وہ کائنات کی قدامت، بقا و روح، اور حشر و نشر کے عقاید سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ مروجہ عقاید اسلامی کے بالکل منکر نہ تھے بلکہ وہ انہیں عقل و فلسفہ سے مطابق کرنا چاہتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر قرآن میں کوئی بیان ایسا نظر آتا ہے جو عقل کے خلاف ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا مفہوم کچھ اور ہے جسے عقلی حیثیت سے سمجھنا چاہیے۔ علما و علما اہل علم انہیں عقاید کی وجہ سے مخالف تھے اور متحد کہتے تھے، لیکن ابن رشد نے اپنے علمی فضائل کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت حاصل کی اور دنیا کی تمام زبانوں میں ان کی تصانیف کے ترجمے ہوئے۔

حوالہ: (ابن ابی عیسیٰ)

۳۰۔ ابن رشیق، ابو علی الحسن بن رشیق الارزدی ————— ولادت (الجزیرہ) ۳۸۵ھ - وفات (صقلیہ) ۴۵۶ھ
یہ یونانی الاصل تھے اور ان کے باپ جوہری کا پیشہ کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی۔ ۴۱۵ھ میں قیروان گئے اور خلیفہ المعز کے دربار کے شاعر مقرر ہوئے۔ جب ۴۴۵ھ میں قیروان لوٹا گیا تو یہ المعز کے ساتھ ہمدیہ چلے گئے۔
یہ مشہور ادیب، نقاد و شاعر و مورخ تھے۔ ان کی تصانیف یہ ہیں:
العمدہ فی صنائع الشعر و نقدہ — قرأۃ الذہب فی نقد اشعار العرب — دیوان —
حوالہ جات: (یاقوت - سیوطی - ابن خلکان)

۳۱۔ ابن زہیر، ابو مروان عبد الملک بن ابی الاعلیٰ زہیر ————— ولادت (اشبیلیہ) اندلس: ۳۸۳ھ - وفات: ۴۵۴ھ
نہایت مشہور طبیب تھے۔ مستشرقین یورپ انہیں ”AVENZOAR“ کہتے ہیں، ادبیات فقہ و الہیات کی تعلیم کے بعد طب کی تکمیل کی اور ذاتی تجربات سے فن علاج میں بڑی شہرت حاصل کی۔ یہ پہلے المرابطون کے ملازم تھے اور پھر الموحدون کے ہو گئے۔ ابن رشد سے ان کے بڑے خالصہ تعلقات تھے اور وہ انہیں غیلان کے بعد سب سے بڑا طبیب جانتے تھے۔ گورنر مراکش (علی بن یوسف) کسی وجہ سے ان کا دشمن ہو گیا اور چند دن کے لئے مقید کر دیا۔ جب المرابطون کے بعد الموحدون کا زمانہ آیا اور علی بن یوسف مرگیا تو یہ رہا کر کے وزارت کے عہدہ پر ممتاز کئے گئے۔ ان کی طبی تصانیف کا ترجمہ عبرانی و لاطینی زبانوں میں ہوا جس سے یورپین فن طب بہت متاثر ہوا۔ انہوں نے اپنے ذاتی تجربات و تحقیقات سے بہت سے ایسے امراض کا علاج دریافت کیا جن کا نام بھی پہلے کسی کو معلوم نہ تھا۔ سب سے پہلے انہوں نے سانس کی نالی پر عمل جراحی کیا اور حلقوم و حقنہ کے ذریعہ سے یہ وساطت آلات نڈا پہنچانے کا تجربہ کیا۔
کتاب الاقتصاد فی اصلاح النفس والاجساد — کتاب التیسیر فی المداوات والتدبیر — ان کی نہایت مشہور طبی کتابیں ہیں۔
حوالہ جات: (حاجی خلیفہ - ابن ابی عیسیٰ - ابن خلکان)

۳۲۔ ابن سرتج، ابو العباس احمد بن عمر بن سرتج ————— ولادت: ۴۱۵ھ - وفات (بغداد) ۴۸۶ھ
تیسری صدی ہجری کے بہت بڑے شافعی عالم و فقیہ تھے۔ یہ شیراز کے قاضی تھے۔ علما و علما اہل علم کے جواب میں متعدد تصانیف لکھیں۔ کہا جاتا ہے انہوں نے ۲۰۰ کتابیں لکھیں جو سب ضایع ہو گئیں، صرف چند کتابوں کے نام لوگوں کو یاد رہ گئے ہیں۔

حوالہ: (ابن خلکان)

۳۳۔ ابن سعد، ابو عبد اللہ بن سعد البصری الزہری۔

”کاتب الواقعی“ تھے اور مشہور محدث۔ ان کی تصنیف ”طبقات“ بڑی مشہور کتاب ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے کبار کی تاریخ لکھی ہے۔
حوالہ جات: (ذہبی۔ فہرست۔ ابن خلکان)

۳۴۔ ابن السبکیٹ ابو یوسف یعقوب بن اسحاق — ولادت (بغداد): ۱۸۵ھ - وفات: ۲۴۲ھ

مشہور نحوی اور ماہر زبان تھے۔ ابوہریرہ کا ایک گاؤں دوزق وطن تھا۔ اپنے باپ سے ابتدائی تعلیم پائی اور پھر زبان سیکھنے کے لئے بدریوں کے ساتھ رہنے لگے۔ لوٹ کر بغداد آئے اور سمرقند میں ابن طاہر کے بچوں کے اتالیق ہو گئے، بعد کو حلیفہ المتوکل نے اپنے بیٹوں المعتز اور المود کا اتالیق بنا دیا لیکن چونکہ یہ علویوں کے طرفدار تھے اس لئے آخر کار قتل کر دئے گئے۔ تصانیف کی فہرست یہ ہے: کتاب اصلاح المنطق (لسانیات) — کتاب الانفاظ — شرح دیوان خنساء — شرح دیوان عروہ بن الود — شرح دیوان طفیل الغنوی — کتاب القلب والابدال — شرح دیوان قیس بن الخثعم۔
حوالہ جات: (فہرست۔ ابن خلکان۔ ابو الفدا)

۳۵۔ ابن سینا، ابو علی حسین ابن عبد اللہ (شیخ الرئیس) — پیدائش (افشا قریب بغداد): ۳۵۰ھ - وفات (ہمدان): ۴۲۸ھ

مستشرقین مغرب انھیں "AVICENNA" کہتے ہیں۔ مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے۔ ابن ابی عصبہ انھیں کے شاگرد تھے جنھوں نے ان کے حالات میں ایک کتاب بھی لکھی۔ ان کے باپ بخارا آگئے تھے اور یہیں ابن سینا کی تعلیم ہوئی۔ دس سال کی عمر میں قرآن و ادبیات کی تعلیم سے فارغ ہو گئے اور پھر اساتذہ کی عمر میں فقہ، منطق، ریاضی، ہیئت، فلسفہ، طبیعیات، طب اور مابعد طبیعیات کی تعلیم سے فارغ ہو گئے۔ فلسفہ میں یہ فارابی سے بہت متاثر تھے۔ جب نوح بن منصور (سلطان بخارا) ان کے علاج سے اچھا ہو گیا تو ان کو نوح کے کتب خانہ دیکھنے کا موقع مل گیا اور چونکہ قدرت کی طرف سے ان کو غیر معمولی ذہن و حافظہ عطا ہوا تھا اس لئے انھوں نے اس کتب خانہ سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ ۲۱ سال کی عمر میں لکھنا شروع کر دیا۔ عمر کے بائیسویں سال میں باپ کا انتقال ہو گیا اور یہ اطمینان سے کسی جگہ بیٹھ سکے لیکن جب بعد کو جرجان، رے، ہمدان اور اصفہان کے درباروں تک رسائی ہو گئی تو مستقل سلسلہ تصنیف و تالیف شروع کیا۔

ان کی تصانیف بہت ہیں لیکن ان میں کتاب الشفا نے جسے فلسفہ کی انسائیکلو پیڈیا کہنا چاہئے اور القانون فی الطب نے جو طب کی نہایت مشہور کتاب ہے، خاص شہرت حاصل کی۔

انھوں نے اپنی عمر کا آخری حصہ اصفہان میں علاؤ الدولہ کے دربار میں بسر کیا اور جب علاؤ الدولہ نے ۴۲۸ھ میں ہمدان پر حملہ کیا تو یہ بھی اس کے ساتھ تھے لیکن راستہ میں بیمار پڑ گئے اور وہیں ہمدان میں انتقال ہو گیا۔

ان کی تصانیف کا ترجمہ تمام مغربی زبانوں میں ہو چکا ہے اور مشرق و مغرب دونوں جگہ نہایت ممتاز حکیم و فلاسفہ کی حیثیت سے ان کی عزت کی جاتی ہے۔

منطق اور علمیات (EPISTEMOLOGY) میں وہ بڑی حد تک فارابی کے مقلد تھے۔ طبیعیات میں وہ زیادہ تر ارسطو کے پیرو تھے لیکن افلاطونیت جدیدہ (NEO-PLATONISM) سے بھی کافی متاثر تھے۔ فقہ، مابعد طبیعیات، طب، الہیات اور تمام علوم حکمیہ میں کامل دستگاہ حاصل تھی اور ان تمام علوم پر مختلف تصانیف کے ذریعہ سے بڑا فائدہ اظہار خیال کیا ہے۔ اخیر میں تصوف کی طرف بھی ان کا رجحان ہو گیا تھا۔

بعض تصانیف جن کا ترجمہ مغربی زبانوں میں ہو چکا ہے، یہ ہیں:-

مبحث عن القوة النفسانیة - منطق المشرکین والقصیدۃ المزدوجہ فی المنطق - کتاب النجات - تسع رسائل فی الحکمة والطبیعیات - کتاب سیاست - تہافتہ التہافتہ - ابن رشد و فلسفہ -

حوالہ: (انطون فرج)

۳۶۔ ابن طفیل، ابو بکر محمد بن عبد الملک بن محمد بن طفیل القیسی — ولادت: ۱۰۱۳ھ (۱۱۰۰ء) — چھٹی صدی ہجری — وفات: ۱۰۸۸ھ (۱۱۷۶ء) مشہور فلاسفر تھے، ابتدائی حالات تاریکی میں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ابن باجہ کے شاگرد تھے، لیکن ان کی تحریروں سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ اول اول غرناطہ میں طبابت شروع کی اور پھر صوبہ کے گورنر کے سکریٹری ہو گئے۔ ۱۰۳۳ھ میں گورنر طنجة کے سکریٹری تھے اور پھر الموحد خاندان کے فرمانروا ابو یعقوب یوسف کے درباری طبیب مقرر ہوئے۔ بعض کا خیال ہے کہ وزارت بھی ان کے سپرد تھی اور عہدہ قضا بھی۔ یہ اہل کمال کے بڑے قدردان تھے اور انھوں نے سب سے پہلے ابن رشد کو ابو یعقوب یوسف کے دربار میں پیش کیا اور جب ابن طفیل زیادہ ضعیف ہو گئے تو اپنی جگہ ابن رشد ہی کو درباری طبیب مقرر کیا۔ ان کی تصانیف کی تعداد زیادہ نہیں ہے، لیکن ان کا فلسفیانہ ناول ”حی بن یقظان“ نہایت مشہور و مقبول تصنیف ہے۔ اس کا دوسرا نام ”اسرار الحکمۃ الاشراقیہ“ بھی ہے۔ اس کتاب میں ”افلاطونیت جدیدہ“ کے مسائل کو ایک فسانہ یاروان کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ اپنی نوعیت کی بالکل پہلی کتاب تھی جو فلسفیانہ مسائل پر داستان کی شکل میں لکھی گئی۔ نصیر الدین طوسی اور جامی نے بھی اس کتاب سے استفادہ کیا تھا۔ اس ناول کے مقدمہ میں ابن طفیل نے پہلے مسلم فلاسفی کی تاریخ پر دلچسپ تبصرہ کرتے ہوئے ابن سینا، ابن باجہ، غزالی کی تعریف کی ہے اور پھر ثابت کیا ہے کہ فلسفہ کی اصل غایت ذات خداوندی سے متحد کر دینا ہے اور یہی فلسفہ صوفیہ کا ہے۔ مقدمہ کے بعد قصہ شروع کرتے ہیں:

ایک شہزادی اپنے لڑکے کو جس کا کوئی باپ نہ تھا۔ سمندر میں ڈال دیتی ہے اور یہ بہتا بہتا ایک سنسان جزیرہ میں پہنچ جاتا ہے (اس موقع پر وہ اس نظریہ کو پیش کرتے ہیں کہ اول اول زمین میں گرمی سے جو کیفیت خمیر کی پیدا ہوئی تھی اس سے جاندار کی تخلیق ہونا ممکن تھی، ابن طفیل نے اس کا نام ”حی (زندہ) قرار دیا ہے) اس لڑکے کو ایک ہرن لپکتا ہے اور اس کی پرورش کرتا ہے۔ جب یہ ہوش سنبھالتا ہے تو دیکھتا ہے کہ وہ دوسرے جانوروں کی طرح ننگا اور غیر مسلح ہے اس لئے وہ پتوں سے اپنا جسم ڈھانکتا ہے اور درختوں کی شاخ سے لکڑی توڑ کر ایک چھڑی طیار کرتا ہے اور اس طرح سب سے پہلے اسے اپنے ہاتھ کی قوت کا علم ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ وہ شکاری ہو جاتا ہے اور جھوٹا طیار کر لیتا ہے۔ جب ہرن بہت بڑھا ہو کر سیرا ہو جاتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ بیماری کیا چیز ہے اور اس کا کیا سبب ہے۔ پھر یہ سوچ کر کہ بیماری کا تعلق سینہ سے ہے وہ اسے ایک تین نوکدار پتھر سے چیرتا ہے اس طرح اسے دل پھیل پھرتا ہے اور اندر و بی اعضا کا علم ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ وہ یہ بھی محسوس کرتا ہے کہ جسم کے اندر کوئی اور چیز اندر ایسی تھی جو نکل گئی ہے جب ہرن کا جسم بڑھنے لگتا ہے تو وہ ایک کوئے کو دوسرے کوئے کا مردہ جسم زمین کھود کر اندر کاڑتے ہوئے دیکھ کر خود بھی ہرن کا جسم زیر زمین دفن کر دیتا ہے۔

اس کے بعد اتفاق سے خشک شاخوں کی باہمی رگڑ سے آگ پیدا ہوتے دیکھتا ہے، اس طرح وہ خود بھی آگ پیدا کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ اس گرمی کی طرف بھی اس کا خیال منقل ہوتا ہے جو جسم حیوانی میں پائی جاتی ہے اور وہ جانوروں کی کھان کال کر ان کی جسمانی حرارت پر غور کرتا ہے، اس کی ذہانت اب ایک قدم اونگے بڑھاتی ہے یعنی وہ کھانوں کے لباس بناتا ہے، رولی کاٹتا ہے، سوئی بناتا ہے۔ چڑیوں کے گھونسلے دیکھ کر مکان طیار کرتا ہے، شکاری چڑیوں کو دیکھ کر خود بھی شکار کرتا ہے، چڑیوں کے انڈے کھاتا ہے اور جانوروں کے سینگوں سے کام لیتا ہے۔

اب اس کا علم بڑھتے بڑھتے فلسفہ کی صورت اختیار کرتا جاتا ہے اور وہ رفتہ رفتہ نباتات و معدنیات کا مطالعہ کرتا ہے، اعضا، وزن اور دیگر خصوصیات طبیعی کی بنا پر جانوروں کی قسمیں مقرر کرتا ہے اور آخر میں وہ روح پر غور کرتا ہے جس کا تعلق اس کے نزدیک دل سے تھا اور اس کی دو قسمیں (روح نباتی، روح حیوانی) قرار دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ عناصر اربعہ کا علم حاصل کرتا ہے اور مٹی پر غور کرتے کرتے اس کا خیال مادہ کی طرف منقل ہوتا ہے، پانی کو بخار (بھاپ) میں تبدیل ہوتے ہوئے دیکھ کر وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ایک مادہ دوسرے مادہ میں تبدیل ہو سکتا ہے اور پھر اس کا خیال علت تخلیق کی طرف منقل ہو کر خالق تک پہنچتا ہے اور زمین سے ہٹ کر اب اس کی نگاہیں آسمانوں کی طرف مائل ہوتی ہیں اور وہ سوچتا ہے کہ کیا کائنات غیر محدود ہے، لیکن اس کی عقل اس بات کو قبول نہیں کرتی اور وہ سیاروں کے گردی ہونے پر حکم لگاتا ہے۔ آخر کار رفتہ رفتہ ایک خالق یا خدا کا تصور اس کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے جسے وہ آزاد اور صاحب علم و ادراک سمجھتا ہے اور پھر روح انسانی کو بھی غیر فانی قرار دیکر ذات خداوندی سے اس کے ربط و تعلق پر غور کرتا ہے اور ایک زمانہ اسی فکر و مراقبہ میں گزر جاتا ہے۔

اسی وقت قریب کے جزیرہ سے ایک شخص اس آجاتا ہے جو ایک ”ابہامی مذہب“ کا پیروں میں ہے اور دونوں ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس سال جن مذہب کا پابند ہے وہ دراصل وہی ہے جسے جی نے قائم کیا ہے اور پھر اس سال اسے آمادہ کرتا ہے کہ وہ جزیرہ جا کر وہاں کے بادشاہ سلطان

کہ اس حقیقت سے آگاہ کرے۔ لیکن سلطان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور آخر کار حتیٰ اور اس سال دونوں واپس آتے ہیں اور صحرا میں رہ کر فکر و مراقبہ میں اپنی زندگی تمام کر دیتے ہیں۔

یہ ہے خلاصہ ابن طفیل کے اس فلسفیانہ ناول کا جس کا ترجمہ دنیا کی تمام زبانوں میں ہوا اور جس پر بہت سے لوگوں نے حواشی لکھے۔ ابن طفیل نہ صرف عربوں میں بلکہ غالباً تمام دنیا میں پہلا شخص تھا جس نے فلسفیانہ نظریوں کو فسانہ یا داستان کی صورت میں پیش کیا اور اس کے فوائد مض و دقایق نہایت آسان و عام فہم انداز میں بیان کئے۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۳۷۔ ابن عساکر علی بن الحسن بن مہبتہ اللہ ابو القاسم ثقہ الدین الشافعی۔ ولادت (دمشق): ۴۹۹ھ - وفات: ۵۵۲ھ۔ مشہور مورخ تھے۔ بغداد اور فارس میں تعلیم پائی اور پھر مدرسہ نوریہ میں مدرس ہو گئے۔ انھوں نے اپنی کتاب "تہذیب مدینہ دمشق" میں تمام اکابر دمشق کے حالات تحریر کئے اور اس کی ۸۰ جلدیں مرتب کیں جن میں صرف پہلی اور دوسری جلد باقی رہی۔ انھوں نے ایک کتاب لکھی (المعجم) جس میں اکابر شافعی مذہب کے حالات درج تھے۔

حوالہ جات: (ارشاد الاریب (یا قوت)، طبقات الشافعیہ (المسک)

۳۸۔ ابن العربی، ابو بکر محمد بن علی محی الدین الحاکمی الطائفی الاندلسی۔ ولادت: ۵۶۰ھ - وفات (دمشق): ۶۳۸ھ۔ مشہور صوفی اور نظریہ وحدت الوجود کے سب سے بڑے مبلغ۔ یہ اسی میں ابن سراقہ کے نام سے بھی یاد کئے جاتے تھے۔ ۵۶۰ھ میں یہ اشبیلیہ چلے گئے اور ۳۰ سال تک وہیں رہے۔ یہ فقیہ و حدیث کے بھی بڑے عالم تھے۔ ۵۹۵ھ میں یہ مکہ گئے اور اس کے بعد بغداد، حلب، موصل وغیرہ کی بھی سیاحت کی یہ جہاں جاتے تھے ان کی شہرت ساتھ ساتھ جاتی تھی، متقدمین جو کچھ ان کو دیتے یہ سب تقسیم کر دیتے۔ اخیر میں دمشق میں مستقل قیام کر لیا۔ ہر چند علماء ظواہر میں سے تھے لیکن تشنید سے قایل نہ تھے۔ وہ کشف باطنی کے قایل تھے اور اپنے اکتسابات کو وہب النبی اور الہام قرار دیتے تھے۔ علماء نے انھیں زندیق قرار دیا اور اہل مصر نے انھیں قتل بھی کرنا چاہا۔

"فتوحات مکئیہ" ان کی نہایت مشہور کتاب ہے جو ۵۶۰ باب پر مشتمل ہے۔ ان کی دوسری مشہور کتاب "فصوص الحکم" ہے۔ ان کی دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے: محاضرات الابرار - دیوان متصوفانہ اشعار کا۔ کتاب الاخلاق - السفر علی حضرت البرہ - مجموعۃ الرسائل الالہیہ - مواقع النجوم و مطالع الہدایۃ الاسرار و العلوم۔

ان کے بعض عقاید کی بنا پر ابن تیمیہ، تفتازانی انھیں بے دین کہتے ہیں اور عبدالرزاق کاشانی، فیروز آبادی اور سیوطی ان کے موافقین میں ہیں۔ ان سے بعض عشقیہ اشعار بھی منسوب ہیں جو انھوں نے مکہ کا کسی خاتون کو لکھے تھے۔

حوالہ جات: (ابن جوزی - شعرائی - حاجی خلیفہ)

۳۹۔ ابن الفقیہ، ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق البہدانی۔ (تیسری صدی ہجری)۔ مشہور جغرافیہ دان۔ انھوں نے جغرافیہ کی ایک بڑی اہم کتاب لکھی (کتاب البلدان) (۱۰۱۹ھ) جس کا حوالہ یا قوت اور المقدسی نے بھی دیا ہے۔ حالات زندگی تاریخی میں ہیں۔

حوالہ: (یا قوت - المقدسی)

۴۰۔ ابن القاضی ابو العباس احمد بن محمد بن احمد بن علی بن عبدالرحمان بن ابی العافیہ۔ ولادت: ۹۶۲ھ - وفات: ۱۰۱۹ھ۔ شاعر، فقیہ، ادیب، مورخ اور ریاضی دان تھے، مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ ۹۹۱ھ میں جب عیسائیوں نے انھیں قید کر دیا تو

سلطان ابوالعباس المنصور نے ۲۰ ہزار اونس سونار سے کیران کو رہا کر دیا۔ یہ سلا کے قاضی ہو گئے تھے لیکن بعد کو فارس چلے آئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ انھوں نے تیرہ کتابیں تصنیف کیں جن میں سے بعض یہ ہیں:-

جندۃ الاقتباس (تاریخ فارس) - درۃ الحجال (اسماء و رجال) - نقطۃ القریض - المنطق المنصور (خلیفۃ منصور عباسی کے حالات میں)
حوالہ جات :- (نشر المثنائی (اقتادری) - سلوۃ الانفاس (الکلتانی))

۴۱ - ابن قتیبہ، ابو عبد اللہ محمد بن مسلم الکوفی، الدیناوری ————— ولادت (کوفہ): ۲۱۳ھ - وفات (بغداد): ۲۷۶ھ
عرب کے نہایت مشہور و مستند مورخ، نحوی و ادیب اور دبستان بغداد کے نہایت جید عالم۔ یہ کچھ عرصہ تک جیل کے قاضی بھی رہے اور بغداد میں پروفیسر بھی۔ انھوں نے مشکائین کے خلافت قرآن و حدیث کی بھی بڑی خدمت انجام دی۔ لیکن عجیب بات ہے کہ بعد کو انھیں پر لوگوں نے ارتداد کا الزام قائم کیا جس کے جواب میں ان کو ایک مستقل کتاب لکھنا پڑی۔

مساہات پر دو بڑی معرکہ الازکتابیں لکھیں، ایک ”کتاب ادب الکاتب“ دوسری ”کتاب معانی الشعر“ (۱۲ جلدوں میں) لیکن ان کی شہرت کا سبب زیادہ تر ان کی فاضلہ تصنیف ”کتاب عیون الاخبار“ ہے جو سو ابواب میں ختم ہوئی ہے۔

حوالہ جات :- (کتاب الفہرست (ابن انباری) - نزهۃ الاولیاء (ابن خلکان) - کتاب الاشباب (سمعانی) - ذہبی - سیوطی)

۴۲ - ابن القفطی، ابو الحسن علی بن یوسف القفطی (معروف بہ جمال الدین) ————— ولادت (قفطہ مصر): ۵۶۵ھ - وفات: ۶۲۶ھ
مشہور مورخ تھے۔ ابتداء عمر ہی میں قاہرہ آ گئے اور یہیں تمام علوم متداولہ حاصل کئے۔ یہاں سے یروشلم چلے گئے جہاں ان کے والد کسی اہم خدمت پر مامور تھے (۵۸۸ھ) اور یہاں ۱۵ سال تک سلسلہ تعلیم جاری رکھا۔ پھر وہ حلب چلے گئے اور پورے دس سال علوم و فنون کے مطالعہ میں صرف کئے۔ ۶۱۱ھ میں افسر مالیات مقرر کیا گیا اور ۶۲۱ھ تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد ۶۲۳ھ میں ملک العزیز نے اپنا وزیر مقرر کیا اور اخیر وقت تک اس خدمت پر مامور رہے۔

اپنے زمانہ وزارت میں وہ علماء اور طلباء کی بڑی مدد کرتے تھے۔ چنانچہ یا قوت جب مشغول سے جان بچا کر ان کے پاس آیا تو انھوں نے اس کی بڑی مدد کی۔ قاہرہ، یمن، اسبین اور سلجوقیوں کے حالات پر متعدد کتابیں لکھیں، لیکن صرف ایک باقی رہی جس کا نام ”تاریخ الحکماء“ ہے۔ اس کتاب میں ۴۴۱ علماء، حکماء اور بہتیت دانوں کے حالات درج ہیں اور تاریخی حیثیت سے یہ کتاب بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

حوالہ جات :- (ارشاد یا قوت)

۴۳ - ابن قسیم الجوزی، شمس الدین محمد بن ابی بکر ————— آٹھویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ، ابن تیمیہ کے شاگرد۔ ان کی بعض مشہور تصانیف یہ ہیں :- کتاب الفوائد (علم القرآن و علم بیان) - کتاب لروح - اخبار النساء - شفاء العلیل فی القضاء و القدر - زاد المعاد - انسام القرآن -

حوالہ :- (دائرة المعارف اسلامیہ)

۴۴ - ابن کثیر، اسماعیل بن عمر عماد الدین ابو الفدا بن الخطیب القرطبی الشافعی ————— ولادت (دمشق): ۷۱۱ھ - وفات: ۷۸۲ھ
محدث تھے اور ابن تیمیہ کے شاگرد۔ ان کی تاریخ عالم ”البدایہ والنہایہ“ مشہور کتاب ہے۔

حوالہ جات :- (ابن حجر عسقلانی - ذہبی)

۴۵ - ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی ————— ولادت: ۲۰۹ھ - وفات: ۲۴۱ھ
مشہور جامع احادیث تھے۔ ان کا مجموعہ احادیث - سنن ابن ماجہ - صحاح ستہ میں شامل ہے (جسے عراق، عرب، شام و مصر وغیرہ کی سیاحت کر کے مرتب کیا تھا۔ ابن خلکان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے تفسیر قرآن بھی لکھی تھی اور ایک کتاب تاریخ کی بھی۔

حوالہ :- (ابن خلکان)

۴۶۔ ابن مالک، جمال الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن مالک۔

ولادت (اسپین) : ۶۱۲ھ — وفات (دمشق) : ۶۸۳ھ

ابتدائی تعلیم وطن ہی کے اکابر علماء سے حاصل کی۔ پھر ابن حَاجِب اور دوسرے مشہور نحوویوں سے نحو حاصل کی اور دمشق میں حدیث کی تکمیل کی۔ اس کے بعد حمّاء اور دمشق میں درس و تدریس شروع کی۔ پہلے مالکی تھے بعد کو شافعی ہو گئے۔ یہ اتنے بڑے ماہر نحو تھے کہ سیبویہ (مشہور نحوی) کی شہرت بھی ان کے سامنے ماند پڑ گئی۔ انکی حسبِ فیہ تصانیف قابلِ ذکر ہیں۔ کتاب تحفہ فی الفوائد مکمل المقاصد (نحو) کتاب لالغیہ عمدة الحافظ (نحو)۔ اعجاز التعریف فی علم التعریف (صن)۔ کتاب العروض۔ کتاب شواہد التوضیح۔ کتاب الالفاظ المختلفة (مترادف الفاظ پر) حوالہ جات : (سبکی۔ سیوطی)

وفات : ۶۸۳ھ

۴۷۔ ابن مسکویہ، ابو علی احمد بن محمد بن یعقوب

مشہور مورخ و فلاسفر تھے۔ یاقوت کا بیان ہے کہ وہ مجوسی تھے، لیکن یہ خیال صحیح نہیں، کیونکہ ان کے باپ مسلمان تھے۔ ہوسکتا ہے کہ دادا مجوسی رہا ہو اور وہ اسلام لایا ہو۔ ابن مسکویہ کے ابتدائی حالات تاریکی میں ہیں۔ یہ وزیر المجلدی کے سکریٹری و ناظم کتب خانہ تھے۔ اس کے بعد عہد الدولہ اور شمس الدولہ یونانیہ سلاطین کے وزراء ابن العمید اور ابو الفتح کے معتمد علیہ ہو گئے اور رستے میں کوئی اہم خدمت تفویض کی گئی۔ فلسفہ، طب اور علم الکیمیا سے بڑی دلچسپی تھی۔ ان کی تصنیف ”تجارب الامم“ بڑی مشہور تاریخ ہے۔ ابن القفطی نے ان کے بعض طبقاتی رسائل کا بھی ذکر کیا ہے، لیکن ان کا رجحان زیادہ تر اخلاقیات کی طرف تھا اور اس موضوع پر ایک تصنیف بھی کی جس کا نام ”تہذیب الاخلاق“ ہے۔ ایک اور کتاب ”جاوداں خرد“ اسی موضوع پر فارسی میں بھی لکھی جس میں ایران، ہندوستان، عرب اور یونان کے اخلاقی اقوال جمع کئے تھے۔ حوالہ جات : (تاریخ الحکماء و قفطی)۔ یاقوت

وفات : ۱۰۳۹ھ

۴۸۔ ابن المقفع، ابو عمر (ابو محمد) روز بہ بن داود

”مقفع“ شہر یا بیکار کو کہتے ہیں، حجاج بن یوسف کی گورنری میں ان کے باپ کا ہاتھ کسی جرم کی تعزیر پانے کی وجہ سے خشک ہو گیا تھا اس لئے ان کو ابن المقفع کہنے لگے۔ ابن المقفع، ایرانی نسل تھے، جب یہ خلیفہ ابو العباس سفاح کے چچا عیسیٰ بن علی کے ملازم ہوئے تو اسلام لے آئے۔ خلیفہ المنصور (عباسی نے اپنے چچا عبد اللہ کے لئے ایک معافی نامہ ان سے لکھوایا، لیکن انھوں نے تحریر میں کچھ ایسا انحراف کیا کہ خلیفہ بہیم ہو گیا اور ان کو قتل کر دیا۔ انھوں نے کلید و دمنہ اور خدائے نامہ کا ترجمہ پہلوی زبان سے عربی میں کیا۔ آخر ان کا کتاب کا ترجمہ ”سیر الملوک العجم“ کے نام سے مشہور ہے۔ انھوں نے شاہنامہ کی تصنیف میں اس سے استفادہ کیا تھا۔ انھوں نے دو کتابیں عربی میں بھی لکھیں ایک ”درۃ الیتمہ فی طاعت الملوک“ اور دوسری ”ادب الصغیر“۔ حوالہ جات : (فہرست ابن ندیم)۔ ابن خلکان۔ خزائنہ الادب

(دوسری صدی ہجری)

۴۹۔ ابن وحشیہ ابو بکر احمد بن علی الکلابانی (نسبلی)

ماہر علم الکیمیا تھے۔ ابن ندیم نے اپنی کتاب ”فہرست“ میں علم الکیمیا اور دوسرے علوم پر ان کی متعدد تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ یہ طبیب تھے اور عربوں کے سخت مخالف۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی اکثر تصانیف قدیم بابلی ترکیب سے ماخوذ تھیں۔ حوالہ : (فہرست ابن ندیم)

۵۰۔ ابن الورودی زین الدین ابو حفص عمر بن المنظر بن ابو الفوارس محمد الورودی الشافعی

ولادت (معرۃ النعمان) : ۶۸۹ھ — وفات (حلب) : ۷۴۹ھ

مشہور ادیب، شاعر و ماہر لسانیات تھے۔ تعلیم حمّاء، دمشق اور حلب میں ہوئی تھی۔ کچھ دن حلب میں نائب قاضی بھی رہے۔ انکی مشہور تصانیف کی فہرست یہ ہے : دیوان۔ لاسیات (اخلاقی نظم)۔ تحریر الخصامہ تحفۃ الوریث فی مشکلات الاعراب۔ البہجۃ الورودیہ۔ المسایل المذہبیہ۔ الشہاب الثاقب۔ حوالہ جات : (قوات الوقایات) (ابن شاکر)۔ سبکی۔ سیوطی

۵۱۔ ابن ہیثم، ابو علی الحسن بن حسین بن الہیثم ————— ولادت (بصرہ): ۳۵۰ھ — وفات (قاہرہ): ۴۳۰ھ
 طب، فلسفہ، ہیئت، ریاضیات و طبیعیات کے بڑے ماہر و مستند فاضل تھے۔ مغربی مستشرقین ان کو ”ALHAZEN“ کہتے ہیں،
 اسطو کا مطالعہ انھوں نے خصوصیت کے ساتھ کیا تھا۔ اخیر عمر میں مصر چلے گئے تھے جہاں کچھ دنوں تک فاطمی خلیفہ الحاکم کے دربار سے وابستہ رہے۔ الحاکم
 کے مرنے کے بعد ان کا ذریعہ معاش کتابوں کی نقل کر کے فروخت کرنا تھا۔ ابن عسبیعہ نے مختلف علوم و فنون پر ان کی ۲۰۰ تصانیف کا ذکر کیا ہے جو فلسفہ
 طب اور ہیئت پر لکھی گئی تھیں۔ طبیعیات پر ان کی مشہور کتاب ”کتاب المناظر“ ہے جو بصریات سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کی بعض دوسری کتابیں ہیں:
 ”کیفیات العضلات“ (طب)۔ ”المرایا المحرقة بالقطوع“۔ ”المرایا المحرقة بالدوائر“۔ مساحت المجسم المکافی۔ اصول المساحت۔
 حوالہ جات: (ابن ابی اصیبعہ۔ ابن القفطی)

۵۲۔ ابن یونس، ابو الحسن علی بن عبد الرحمن بن احمد بن یونس الصدفی المصری ————— وفات (قاہرہ): ۳۹۹ھ
 عرب کے سب سے بڑے ہیئت دان۔ ان کے باپ ابو سعید اپنے عہد کے مشہور مورخ و محدث تھے۔ ابن یونس علاوہ ہیئت کے دیگر علوم متداولہ
 کے بھی ماہر تھے اور شاعر بھی تھے۔ انھوں نے ۳۸۹ھ میں فاطمی خلیفہ العزیز کے حکم سے ”الزیج الکبریٰ الحکمی“ طیار کی
 حوالہ جات: (ابن القفطی۔ ابن خلکان)

۵۳۔ ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی المعروف بہ الصدوق —————
 شیعہ ماہرین قرآن کے طبقہ اول سے تعلق رکھتے تھے۔ چوتھی صدی ہجری میں رکن الدولہ دہلی کے عہد میں پائے جاتے تھے۔ شیعہ احادیث کے
 بہت بڑے جامع اور رقم کے نہایت مشہور شیعہ فقیہ تھے۔
 ان کی تصنیف ”من لا یظہرہ الفقیہ“ شیعوں کی چار مشہور کتب فقہ میں سے ایک شمار کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی تصانیف کی
 تعداد ۷۲۰ تک پہنچ گئی تھی۔

حوالہ: (بیل)

۵۴۔ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی ————— وفات: ۴۶۰ھ
 نہایت مشہور شیعہ مجتہد و مصنف تھے۔ شیعہ مصنفین کی ایک مشہور فرسنگ انھوں نے لکھی تھی جس کا نام ”فہرست کتب الشیعہ و اسماؤ المصنفین“
 ہے۔ جب ۳۴۹ھ میں بغداد کے اند شیعہ بستی ہنگامہ برپا ہوا تو ان کی بہت سی تصانیف جلادی گئیں۔ انھوں نے قرآن کی ایک تفسیر بھی تفسیر الطوسی
 کے نام سے ۲۰ جلدوں میں لکھی تھی، اس کا دوسرا نام ”مجمع البیان لعلوم القرآن“ بھی ہے۔ شیعوں کی چار مستند کتب احادیث میں سے دو
 (تہذیب الاحکام۔ استبصار) انھیں کی تصنیف ہیں۔ ان کی بعض دیگر تصانیف کے نام یہ ہیں:۔ بسوط۔ خلافت۔ نہایہ محیط۔ رسالہ جعفریہ۔
 حوالہ: (بیل)

۵۵۔ ابو حاتم (سہیل بن محمد) السجستانی (متوطن بصرہ) ————— وفات: ۲۵۵ھ
 زبان عربی کے مشہور ماہر تھے۔ یہ اصمعی، ابو زید الانصاری اور ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ کے شاگرد تھے۔ سیبویہ کے اصول صرف و نحو انھوں نے
 انخش سے حاصل کئے۔ یہ قدیم عرب شاعری کے بڑے ماہر تھے۔ وہ قرآن کے بھی عالم تھے۔ ان کے شاگردوں میں درید اور المہر نے بڑا نام پایا۔
 کتاب المعمرین اور کتاب الوصایا ان کی خاص تصانیف ہیں۔
 حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۵۶۔ ابو حنیفہ ————— ولادت: ۸۰ھ — وفات: ۱۵۰ھ
 حنفی فقہ کے بانی تھے۔ ان کے دادا (زوطا) غلام کی حیثیت سے ایران سے کوفہ لائے گئے۔ یہ بعد کو آزاد کر دئے گئے اور قبیلہ تیم اللہ کے مولیٰ
 کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے لگے۔ ابو حنیفہ کے والد ثابت بھی اسی قبیلہ کے فرد تھے۔ یہ طرفداران علی میں سے تھے۔

ابو حنیفہ نے اپنی تمام عمر فقہ کی تحصیل میں صرف کر دی۔ یہ کوفہ میں ایک زبردست عالم و واعظ کی حیثیت سے رہتے تھے اور لوگ دور دور سے آکر ان سے فقہی مسائل پوچھتے تھے۔ ان کی بابت عام رائے یہ تھی کہ وہ فقہ میں زیادہ ترقی اس سے کام لیتے تھے، لیکن یہ صحیح نہیں۔ گو اس میں شک نہیں کہ وہ احادیث کو زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے اور اپنی مجتہدانہ رائے سے زیادہ کام لیتے تھے۔ مدینہ و مکہ کے علماء جو ان کے مخالف تھے کہا کرتے تھے کہ ابو حنیفہ علم حدیث سے بے بہرہ ہیں، لیکن ان کی یہ رائے معاندانہ تھی۔

انھوں نے ہمیشہ اہل علم کے طریقہ پر زبانی تعلیم دی اور کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ ان سے جو بعض رسائل منسوب ہیں وہ دراصل ان کے شاگردوں اور خصوصیت کے ساتھ ان کے پوتے اسماعیل بن حماد کے مرتب کردہ ہیں۔ ان رسائل میں سب سے اہم فقہ اکبر ہے لیکن اس کو ابو حنیفہ سے منسوب کرنا درست نہیں کیونکہ اس میں مرجعہ اصول کی مخالفت کی گئی ہے حالانکہ وہ خود اسی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

مسند ابو حنیفہ بھی خود ان کی مرتب کی ہوئی کتاب نہیں ہے بلکہ ان کے شاگردوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ ان کی زندگی کے حالات بہت کم معلوم ہیں۔ یہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور خوشحال آزاد زندگی بسر کرتے تھے۔

ان کے بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ یزید بن عمر بن مہر اموی گورنر کوفہ اور خلیفہ منصور دونوں نے عہدہ قضا قبول کرنے پر ان سے اصرار کیا لیکن وہ نہیں مانے اور مقید کر دئے گئے لیکن یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی، البتہ یہ ممکن ہے کہ سیاسی وجوہ کی بناء پر انھیں قید کر دیا گیا ہو۔ ابو حنیفہ کے زمانہ میں کوفہ اموی گورنروں کا پایہ حکومت تھا اور اموی خلافت ختم ہونے کے بعد عباسی خاندان کے پہلے دو خلفاء کا قیام بھی یہیں رہا، اس لئے یہ زمانہ سیاسی حیثیت سے کافی انتشار و اضطراب کا تھا اور ابو حنیفہ نے عباسی خاندان کی موافقت میں امویین کے خلاف عملی حصہ بھی لیا تھا، لیکن بعد کو جب خلفاء عباسیہ نے علویین پر تشدد شروع کیا تو یہ عباسیوں سے بھی منحرف ہو گئے اس لئے ممکن ہے کہ ان کے اثرات سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان کو کسی بڑے عہدہ کا لالچ دیا گیا ہو اور ان کے انکار پر مقید کر دیا گیا ہو۔

بہر حال یہ یقینی ہے کہ وہ نہ بنو امیہ سے خوش تھے اور نہ عباسی خلفاء سے کیونکہ ان دونوں نے علویین پر مظالم کئے تھے اور یہ شروع ہی سے علی کے

طرفداروں میں تھے۔

حوالہ : (ابن خلکان)

(چوتھی صدی ہجری)

۵۷۔ ابو حنیان، علی بن محمد بن العباس التوحیدی

یہ مشہور فقیہ، فیلسوف اور صوفی تھے، چوتھی صدی ہجری ان کا زمانہ تھا۔ حالات بہت کم معلوم ہیں لیکن یاقوت نے ان کے جن مسودات کا ذکر کیا ہے ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ رجب ۳۵۰ (فروری ۹۶۱ء) میں زندہ تھے اور ۴۰۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

وطن بعض نے خیشا پور ظاہر کیا ہے، بعض نے شیراز یا واسط۔ انھوں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ بغداد میں صرف کیا اور یہیں صرف و نحو اور شافعی فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اترتی عمر میں بڑے بڑے اساتذہ سے فلسفہ حاصل کیا۔ اور اپنے بلند خیالات کی وجہ سے بغداد سے نکال دیئے گئے۔ بعد کو مصمام الدولہ و ابن سعدان کے عہد وزارت میں کچھ زمانہ خوشحالی سے بسر کیا لیکن اخیر عمر میں بغیرت و افلاس کے ساتھ بغداد میں رہنے پر مجبور ہو گئے۔ انھوں نے اپنی بغداد کی ناقدی کی وجہ سے اپنا کتب خانہ بھی جلا دیا۔ ابن راوندی اور ابوالعلاء المعری کی طرح ان کا بھی زمانہ درمیان شمار ہوتا تھا۔

یاقوت نے معجم الادباء میں تصانیف کی فہرست یہ دی ہے :-

الامتاء والمواہب - الاشارات الالہیہ - المزلفہ - المقابہ - ریاض العارفین - تقریظ الجاحظ - ذم الوزيرین - الحج العقلی اذا ضاق الفضا عن الحج الشرعی - رسالۃ فی ضلالت الفقہاء - رسالۃ بغدادیہ - رسالۃ فی اخبار الصوفیہ - رسالۃ صوفیہ - رسالۃ فی الخنین الی الاوطان - کتاب البصائر والذخائر - المحاضرات والمناظرات (حسب بیان غر الخصال) - اخبار القداماء و ذخائر الحکماء - تذکرۃ التوحید -

حوالہ جات : (نووی - طبقات الشافعیہ) (سبکی) - معجم الادباء (یاقوت) - ابن خلکان - تحفۃ اخوان الصفا -

۵۸ - ابو زکریا یحییٰ بن الخیر بن ابی الخیر الجبلاؤنی

(دوسری صدی ہجری)

عہدِ بادشاہی کے مشہور حکیم و فیلسوف تھے۔ شیخ ابو ربیعہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ یہ اتنی وسیع معلومات کے انسان تھے کہ جب تعلیم سے فارغ ہو کر گھر واپس آئے تو ۶ ماہ تک مسلسل ان سوالوں کا جواب دیتے رہے جو مختلف علوم و فنون پر ان سے کئے جاتے تھے۔ ان کی تصنیف کتاب الوضیع بہت مشہور ہوئی۔ فروع پر بھی انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۵۹ - ابو عبید القاسم بن سلام الہروی

پیدائش (ہرات): ۱۰۵۰ھ - وفات (مکہ یا مدینہ): ۱۱۲۳ھ

ہرات کے فقیہ، متکلم و زبانداں تھے۔ تعلیم اصمعی اور ابن عربی سے بصرہ میں پوری کی اور خاندان ہرمز (گورخرسان) کے بچوں کے اتالیق ہو گئے اس کے بعد گورنر طار سوس کے یہاں اسی خدمت پر مامور ہوئے اور پھر قاضی بنادئے گئے۔ ۱۸ سال خدمت قضا انجام دینے کے بعد بغداد چلے گئے۔ ان کی سب سے زیادہ اہم تصنیف ”غریب المصنف“ ہے، یہ لغت ہے جسے انھوں نے ۴۰ سال میں پورا کیا تھا، یہ ایک ہزار ابواب پر مشتمل ہے۔ ایک کتاب انھوں نے ”غریب الحدیث“ بھی لکھی جو بہت مقبول ہوئی۔ دوسری کتابوں کی فہرست یہ ہے:

”کتاب الامثال“ - ”کتاب فضائل القرآن“ - ”کتاب آداب الاسلام“ - ”کتاب ما خلقت فیہ اللغات العربیہ“

حوالہ جات: (ابن اثاری، ابن خلکان)

۶۰ - ابو العتاهم (ابو اسحاق اسماعیل بن القاسم بن سہید بن کیسان)

پیدائش (عین التمر): ۱۱۳۸ھ - وفات: ۱۲۱۱ھ یا ۱۲۱۲ھ

عہدِ عباسیہ کے نہایت مشہور شاعر تھے اور کوفہ میں برتن بنانے کا کام کرتے تھے جو ان کا آبائی پیشہ تھا۔ جب شاعر کی حیثیت سے ان کی شہرت شروع ہوئی تو وہ ابراہیم الموصلی (مشہور معنی) کے ساتھ بغداد گئے لیکن دربار خلافت تک رسائی نہ ہو سکی اور حیرہ لوٹ آئے۔ لیکن بعد کو جب شہرت بہت عام ہوئی تو خلیفہ المہدی کی محبوب کنیز عتقہ کا ذکر اپنے کسی شعر میں کر دیا۔ اور خلیفہ نے برہم ہو کر قید کر دیا۔ چند دن مقید رہنے کے بعد خلیفہ نے انھیں رہا کر دیا، لیکن بارہوی الرشید کے زمانہ میں پھر قید و بند کو مصیبت برداشت کرنا پڑی۔ وہ عقاید کے لحاظ سے بڑے آزاد خیال تھے اور شرفِ نشر کے قابل نہ تھے۔ ان کی شاعری کا خطاب عوام سے تھا اس لئے وہ جو کچھ لکھتے تھے بہت واضح و صاف ہوتا تھا۔ ان کے کلام کا جو حصہ محفوظ رہ گیا ہے وہ مذہبی نظموں (زہدیات) کا ہے، جن میں وہ ایک نمونہ شاعر کی حیثیت سے دنیا کو دارالآلام قرار دیتے ہیں۔ یہ عرب کے سب سے پہلے فلسفی شاعر تھے۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۶۱ - ابو العلاء (المعری) احمد بن عبد اللہ بن سلیمان

پیدائش (مصر النعمان): ۱۱۶۱ھ - انتقال: ۱۲۵۸ھ

اپنے عہد کے بڑے مشہور شاعر و نقاد تھے۔ چار سال کی عمر میں چمپ نکل آنے سے اندھے ہو گئے۔ لیکن حافظہ اس بڑا تھا کہ جو ایک بار سن لیتے تھے بھولتے نہ تھے۔ ابتدائی تعلیم حلب، طرابلس اور انطاکیہ میں ہوئی۔ گو ان کی تعلیم بھی متنبی کی طرح ایک قصیدہ گو شاعر کی حیثیت سے ہوئی، لیکن ان کی فطرت طبیعت نے صحت گوئی کا پیشہ پسند کیا اور اپنے وطن معتر میں گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی۔ ۱۱۷۱ھ کے بعد یہ بغداد گئے، لیکن ڈیڑھ سال کے بعد اپنی اس کی علالت کی وجہ سے پھر وطن واپس آ گئے۔

ان کی شاعری متنبی کے رنگ کی تھی اور شاعر کی حیثیت سے ملک میں بڑی شہرت حاصل کی۔ گو انھوں نے ترک دنیا کر کے پہاڑ کے ایک غار میں رہنا شروع کر دیا تھا، لیکن دور دور سے طلبہ آتے اور تعلیم حاصل کرتے۔ ناصر خسرو مشہور ایرانی سیاح بھی ۱۱۷۹ھ میں ان سے ملنے معتر گیا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ ”ابو العلاء کا یہاں بڑا اثر ہے اور وہ بڑی دولت کا مالک ہے، لیکن وہ خود راہبانہ زندگی بسر کرتا ہے اور اپنی دولت غریب کو تقسیم کر دیتا ہے“ انھوں نے گوشت، اندا اور دودھ کھانا بھی ترک کر دیا تھا اور نہایت سخت راہبانہ زندگی بسر کرتے تھے۔

انھوں نے ۴۰ سال تک راہبانہ زندگی گزاری، لیکن بیکاری کی نہیں، کیونکہ اسی زمانہ میں انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔

ہندوستانی لائبریری
کارڈن ریڈ روڈ، بیابن، کلکتہ

مشرق میں ان کی شہرت کا سبب ان کی ابتدائی نظموں کا مجموعہ ”سقط الزند“ ہے جس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں، جن میں سب سے بہتر شرح ”صندوق السقط“ خود انھیں کی لکھی ہوئی ہے اس مجموعہ میں بعض نظمیں ایسی ہیں جن سے ان کی مذہبی آزادی پر روشنی پڑتی ہے، لیکن یہ آزادی ان کے دوسرے مجموعہ کلام ”لزوم المایزم“ یا ”لزومیات“ میں زیادہ نمایاں ہے۔ وہ اس مجموعہ میں ایک مفکر اور بلند اخلاقی شاعر کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں اور اسلاف کی روایتی تقلید سے ہٹ کر مذہب و انسانیت کے مسئلہ پر غور کرتے ہیں۔

ان کی تیسری تصنیف ”رسالة الغفران“ نشر میں ہے۔ اس میں دکھایا ہے کہ لحد شعرا کس طرح بہشت میں پہنچتے ہیں۔ اس کتاب کا انداز (DIVINE COMEDY) کا سا ہے جس میں مروجہ عقاید حشر و نشر پر طنز کیا گیا ہے۔ اس میں آزاد خیال و نادقہ کے خیالات بھی انھوں نے پیش کئے ہیں ابوالعلاء کو عام طور پر بخیر خیال کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک کتاب ”الفصول والغايات“ قرآن کے جواب میں بھی لکھی تھی، لیکن ابوالعلاء نے خود اس کی تردید کی ہے۔ وہ موجد ضرور تھے لیکن خدا کا تصور ان کے یہاں عام مروجہ تصور سے علیحدہ تھا، وہ وحی و الہام کے بھی قائل نہ تھے۔ وہ مذہب کو خود انسانی ذہن و دماغ کی تخلیق سمجھتے تھے۔ وہ حشر و نشر اور بقا و روح کے بھی قائل نہ تھے، وہ نماز روزہ سے زیادہ بلندی اخلاق کے قائل تھے۔
(حوالہ: دائرة المعارف اسلامیہ)

(چھٹی صدی ہجری)

۶۲ - ابو علی ہندس

علم ہندسہ کے بڑے ماہر تھے اور الحافظ لدین اللہ والی معمار و الراشد بانشہ خلیفہ بغداد میں پائے جاتے تھے۔

(حوالہ: بیل)

۶۳ - ابوالفدا، اسماعیل بن علی بن محمود بن عمر بن شاہنشاہ بن ایوب عماد الدین الایوبی

ولادت (دمشق): ۶۱۳ھ - وفات: ۶۲۱ھ

مشہور مورخ و جغرافیہ دان تھے۔ ان کا باپ الملک الافضل امیر حماة الملک المنصور کا بھائی تھا اور مصر کی ایوبی سلطنت سے تعلق رکھتا تھا۔ ابوالفدا کو اس کے چچا نے سب سے پہلے حروب صلیبیہ میں فوجی عہدہ پر ممتاز کیا لیکن بعد کو جب حماة کی امارت امیر منقور کو تفویض ہوئی تو یہ سلطان الملک الناصر کے ملازم ہو گئے اور بارہ سال کے بعد گورنر حماة مقرر ہوئے۔ دو سال بعد جب یہ قاہرہ گئے تو ملک اصرار کا خطاب عطا ہوا اور چند سال بعد ملک لموید اور سلطان کے لقب سے سرفراز کئے گئے۔ لیکن ان کی شہرت کی بنیاد ان کی تصانیف ”مختصر تاریخ البشر“ اور ”تقدیم البلدان“ پر قائم ہے۔
اول الذکر تاریخ کی کتاب ہے جس میں قبل اسلام سے ۶۲۹ھ تک کے حالات درج ہیں اور دوسری کتاب جغرافیہ سے تعلق رکھتی ہے جسے ابوالفدا نے ۶۲۱ھ میں مکمل کیا تھا۔

(حوالہ جات: (فوات القطبی) - محیط (بستانی))

۶۴ - ابوالفرج، علی بن حسین بن محمد بن احمد القرطبی الاصفہانی

ولادت (اصفہان): ۵۸۲ھ - وفات: ۶۴۶ھ

مشہور مورخ تھے۔ ابتدائی تعلیم بغداد میں ہوئی۔ سیف الدولہ و زراؤ آل بویہ اور اپن کا خاندان بنی امیہ ان کے بڑے قدر دان تھے۔ ان کی مشہور تصنیف ”کتاب الاغانی“ ہے۔ جس میں انھوں نے اپنے عہد کے تمام مغنیوں کا حال لکھا ہے۔ اس میں سب سے پہلے وہ ۱۰۰ گانے درج ہیں جو عہد ہارون الرشید میں ابراہیم الموصلی، اسماعیل بن جابع اور فلاح بن القوراء نے ترتیب دیے تھے۔ اس کے بعد اور بہت سے منتخب گانے خلفاء و اور خلفاء زادوں کے درج کئے ہیں۔ یہ بھی بتایا ہے کہ گانے کن دھنوں میں کس طرح گائے جاتے تھے اور دھن بنانے والے کون تھے۔ یہ کتاب دراصل تیسری صدی ہجری تک کی بڑی قیمتی ادبی و ثقافتی تاریخ ہے۔ اس کے متعدد ادیشن شائع ہوئے، لیکن سب سے زیادہ مکمل ادیشن وہ ہے جسے صاحب لسان العرب محمد بن المکریم الانصاری نے مرتب کیا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں قاہرہ میں بھی اسے ۲۱ جلدوں میں شائع کیا گیا۔

(حوالہ: دائرة المعارف اسلامیہ)

۶۵۔ ابو معشر جعفر بن محمد بن عمر البلیخی

عرب ہیئت وال تھے جن کا ذکر ”ABUMASAR“ کے نام سے عیسوی عہد وسطیٰ کے لٹریچر میں اکثر نظر آتا ہے۔ نو بچے کے رہنے والے تھے اور الکندی کے ہم عصر۔ اول اول علم حدیث کی طرف توجہ کی اور ۴۴ سال کی عمر میں ہیئت و فلکیات کا مطالعہ شروع کیا۔ اپنی عمر کا بڑا حصہ بغداد میں صرف کیا اور واسط میں ۲۸ رمضان ۲۸۵ھ (۸ مارچ ۸۹۸ء) کو تیس سال سے زیادہ عمر میں انتقال کیا۔ بعض تصانیف کی فہرست یہ ہے:

کتاب المدخل الکبیر۔ کتاب البقرات۔ کتاب الالوف فی بیوت العبادات۔ موالید الرجال والنساء۔ حوالہ جات: (فہرست ابن ندیم۔ ابن خلکان۔ ابن القطبی۔ ابوالفرج البیرونی)

۶۶۔ ابونواس الحسن بن ہانی الحکمی

ولادت (اموار): ۱۳۵ھ یا ۱۳۶ھ۔ وفات: ۱۹۹ھ اور ۱۹۸ھ کے درمیان۔ عرب کے بہت بڑے شاعر تھے۔ ماں کا نام جلیان تھا جو اون دھو بھرتی تھی۔ یہ خود اپنے آپ کو عرب سے زیادہ ایرانی سمجھتے تھے۔ عنفوان شباب بھرہ و کوفہ میں بسر کیا اور ماہر لسانیات ابوزید، ابو عبیدہ، خلف الاحمر سے تعلیم حاصل کی اور ایک سال تک عرب برویوں کے ساتھ صحرا میں رہ کر زبان سیکھی۔ کچھ عرصہ رشید و امون کے مورد کرم رہے لیکن بعد کو کمان آترکئی اور خلیفہ نے ان کو صحن خمریات کی شاعری پر مجبور کیا اور اپنی اسی رنگ شاعری کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے۔ اخیر عمر میں یہ لذات دنیا ترک کر کے ”زہدیات“ کی شاعری کرنے لگے۔ انھوں نے ہجویات میں بھی حصہ لیا اور یہی ان کی موت کا باعث ہوا۔ کیونکہ انھوں نے ایک بار ہنو نو بخت کی ہجو کی اور اس نے اتنی زد و کوب کرائی کہ جانبر نہ ہو سکے۔ حوالہ جات: (اقانی۔ ابن خلکان۔ ابن الانباری)

۶۷۔ ابوالوفا محمد بن محمد بن یحییٰ بن اسماعیل بن العباس البوزجانی

ولادت (خراسان): ۳۲۸ھ۔ وفات: ۳۹۹ھ۔ یہ ایرانی ہنس تھے اور عرب کے مشہور ریاضی دان۔ ریاضی کی تعلیم اپنے چچا کوئی ابو محمد ابو المعازی اور ابو عبد اللہ محمد بن عباس سے پائی۔ ۳۸۹ھ میں عراق کی طرف ہجرت کی اور پھر بغداد چلے گئے۔ تصانیف کی فہرست یہ ہے:

”کتاب فی مائت حاج الیہ الکتاب والعمال من علم الحساب“۔ ”الکتاب الکامل“۔ ”کتاب المہندسہ“۔ حوالہ جات: (فہرست ابن ندیم۔ ابن اثیر۔ ابن خلکان۔ ابوالفرج)

۶۸۔ ابوالہذیل محمد بن الہذیل العبدی العلّان

ولادت: ۱۳۵ھ۔ وفات: ۲۳۵ھ۔ ۲۲۶ھ۔ (حسب بیان ابوالحسن) بغداد میں علم کلام واصل بن عطاء کے ایک شاگرد عثمان طویل سے حاصل کیا۔ امون کے استاد اور بصرہ کے علماء اعتزال کے پیشوا تھے اور اپنے عہد کے بے نظیر عالم۔ خلیفہ کی طرف سے ۲۰ ہزار درہم سالانہ علمی وظیفہ ملتا تھا اور وہ سارا درہم اپنے دوستوں میں صرف کر دیتے تھے۔ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ انھوں نے مخالفین اسلام کے رد میں ۷۰ کتابیں لکھیں جن میں علم کلام کے بڑے بڑے دقیق مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ مذہب اعتزال کا ایک خاص فرقہ ہذلیہ انھیں کے نام سے منسوب ہے۔ اس کے خاص خاص عقاید یہ تھے:

(۱) خدا کا علم، اس کی قدرت، اس کا وجود عین ذات ہیں۔ (۲) خدا کے بعض ارادے ایسے ہیں جن کا کوئی محل نہیں جیسے خدا کا قول کن اور بعض ارادوں کا محل ہے جیسے اوامر و نہی۔ (۳) خدا کے مقدرات محدود ہیں، کسی چیز کو وجود میں لانا، فنا کرنا اور مارنا اس کے دائرہ قدرت سے باہر ہے۔ (۴) احکام شرع کے واجب ہونے سے پہلے عقل کے ذریعہ سے خدا کا پہچانا واجب ہے۔ (۵) خدا کا ارادہ اور وہ چیز جس کا وہ ارادہ کرتا ہے دونوں ایک ہیں۔ مسعودی کا بیان ہے کہ جب سلسلہ میں یہ بغداد آئے تو خلیفہ المامون نے انھیں اور نظام (ایک دوسرے معتزلی امام) کو اس مخالفین اسلام سے مناظرہ کے لئے طلب کیا تھا۔ شہرستانی ہشام بن الحکم سے اس کے مناظرہ کا ذکر کیا ہے۔

ان کی تصانیف ہم تک نہیں پہنچیں ہیں لیکن شہرستانی کی وساطت سے ان کے بعض اصول عقاید کا علم ہم کو ہو سکتا ہے۔ حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۶۹ - ابو ہریرہ

(پہلی صدی ہجری)

مشہور جامع احادیث تھے۔ ان کے نام کے متعلق اختلاف ہے، نویسی، ان کا نام "عبدالرحمان بن صخر" ظاہر کرتا ہے اور دوسری تحقیق سے عمر بن عامر تھا۔ جس سال جنگ خیبر ہوئی اسی سال مدینہ آئے (۶۲۹ھ) اور رسول اللہ کی صحابت کا شرف حاصل کیا۔ ان سے جو احادیث مروی ہیں ان کی تعداد ۳۵۰۰ بتائی جاتی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر ان سے غلط منسوب کی گئی ہیں۔

حضرت عمر نے انھیں بکترین کا حاکم بنادیا تھا لیکن اس عہدہ سے علحدہ ہونے کے بعد انھوں نے پھر کوئی خدمت قبول نہیں کی اور مدینہ ہی میں ایک عام شہری کی حیثیت سے رہنا پسند کیا۔ کہا جاتا ہے کہ بعد کو مروان نے انھیں مدینہ کا گورنر بنادیا تھا۔ لیکن یہ بات قابل وثوق نہیں۔

ان کے مزاج میں مزاح کارنگ بہت پایا جاتا تھا اور اسی لئے لوگ ان کی روایت کردہ احادیث پر زیادہ وثوق نہ کرتے تھے۔ مسند ابن جنبل میں ان کی روایات ۱۳ صفحات کو محیط ہیں، لیکن دراصل ان میں بہت سی ایسی بھی ہیں جو خواہ مخواہ ان کے نام سے منسوب کر دی گئی ہیں۔

انھوں نے ۶۴۰ھ یا ۶۴۱ھ میں ۸۰ سال کی عمر پر انتقال کیا۔

حوالہ جات: (صحیح مسلم - ابن اثیر - اسد الغابہ)

۷۰ - ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الکوفی

ولادت: ۱۱۳ھ - وفات: ۱۸۲ھ

مشہور حنفی فقیہ تھے اور بغداد میں عہدہ قضا پر مامور تھے۔ ان کی تصنیف "کتاب الخراج" بہت مشہور و مقبول ہوئی۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - ابن تلوین)

(تیسری صدی ہجری)

۷۱ - احمد بن حنبل

مشہور معتزلی امام نظام کے شاگرد تھے۔ یہ تنازع کے قابل تھے اور انہیں ہیبت مسیح کے مخالف تھے۔ وہ حیوانات میں بھی اولیاء و انبیاء کے پیدا ہونے کے قابل تھے۔ وہ رسول اللہ کی کثرت ازواج پر بھی معترض تھے اور ابوذر غفاری کو رسول اللہ سے زیادہ زاہد و متواضع سمجھتے تھے۔ انھیں عام طور پر طوطی خیال کیا جاتا ہے۔

حوالہ جات: (شہرستانی - مقررہ)

۷۲ - احمد بن محمد بن حنبل

ولادت (بغداد): ۲۴۱ھ - وفات (بغداد): ۲۴۱ھ

مشہور محدث و فقیہ تھے۔ انھوں نے جمع احادیث کے لئے مختلف مقامات کا سفر کیا اور شافعی فقہ کے اصول بھی سیکھے۔ مامون، معتصم اور واثق کے زمانہ میں چونکہ معتزلہ کا زور تھا اور اشعری عقاید کے علماء معتبور تھے، اس لئے مامون کے زمانہ میں یہ بھی پاب زنجیر طار سوس بھیجے گئے اور معتصم کے عہد میں انکو جبرانی سزا بھی دی گئی۔ بعد کو متوکل کے عہد میں ان کو چھٹکارا نصیب ہوا۔

"مسند ابن جنبل" ان کا بہت مشہور مجموعہ احادیث ہے جس میں تقریباً ۲۸، ۲۹ ہزار حدیثیں پائی جاتی ہیں۔

ان کی دوسری تصانیف یہ ہیں:

کتاب التزبد - کتاب الصلوٰۃ ما یلزم فیہا - اقرؤ علی الزاد و الجہیم - فی ما شکت فیہ من تشابہ القرآن - کتاب طاعة الرسول - کتاب السنۃ - اعلام الموقنین

حوالہ: (طبقات الحنابلہ - ابوالفرج عبدالرحمان)

۷۳ - الادریسی، ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عبد اللہ بن ادیس الطمودی الحسینی

ولادت (سبتہ): ۲۶۹ھ - وفات: ۳۴۸ھ

قرطبہ میں تعلیم پائی اسی لئے انھیں القرطبی بھی کہتے ہیں۔ مشہور ماہر جغرافیہ تھے۔ حنبلہ کے نام سے قرطوبہ و راجہ کے دربار سے وابستہ ہو گئے تھے اور یہیں انھوں نے راجہ کے "لیار" کے جوئے نقشوں کو دنیا سے روشناس کیا اور "الکتاب الجباری" لکھی جس کا دوسرا نام "نزهت المشتاق فی اختراق الافلاک" بھی ہے۔ انھوں نے ایک اور کتاب جغرافیہ پر لکھی: "کتاب الممالک والمساکن" جس سے تمام جغرافیہ میں ما بعد نے استفادہ کیا۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۷۴۔ اسحاق بن حنین بن اسحاق العبادی البلیعقوب ————— وفات (بغداد): ۲۹۹ھ
مشہور طبیب، ریاضی دان اور فلسفی تھے۔ انھوں نے متعدد یونانی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کیا۔ وہ عباسی خلفاء المعتز اور المعتمد کے بڑے معتمد علیہ تھے۔ ان کے تراجم میں سب سے زیادہ مشہور مبادی اقلیدس کا ترجمہ ہے۔
حوالہ جات: (ابن ندیم۔ ابن خلکان۔ ابن ابی اصیبعہ)

۷۵۔ الاصلطخری، ابواسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی ————— (چوتھی صدی ہجری)
عرب کے مشہور ماہر جغرافیہ تھے۔ ان کے حالات بالکل تاریکی میں ہیں تاہم اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ وہ چوتھی صدی ہجری کی ابتدا میں پائے جاتے تھے ان کی شہرت صرف ان کی کتاب ”مسالک الممالک“ کی وجہ سے قائم ہے جس سے بعد کے مورخین و جغرافیہ نگار نے کافی استفادہ کیا۔ قدیم ماہرین جغرافیہ میں خاص اہمیت رکھتے تھے۔
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۷۶۔ الاصمعی ابوسعید عبدالملک بن قریب ————— ولادت (بصرہ): ۲۱۲ھ — وفات (بصرہ): ۲۸۱ھ
مشہور ماہر لسانیات تھے۔ ان کا حافظہ بڑا زبردست تھا۔ عرب کی قدیم شاعری اور ہدوی عربیوں کی زبان کے بڑے ماہر تھے۔ ہارون الرشید نے انھیں اپنے بیٹے الامین کا اتالیق منتخب کیا۔ فضلاء و دربار میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔ انھوں نے متعدد تصانیف چھوڑیں جن میں کتاب الفرس کتاب الاراجیز اور کتاب المیسر بہت مشہور ہیں۔
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۷۷۔ الانباری، عبدالرحمان بن محمد بن عبید اللہ بن ابی سعید کمال الدین ابوالبرکات ————— ولادت: ۳۱۹ھ — وفات: ۳۸۸ھ
عرب ماہر لسانیات تھے۔ بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں جو ابھی اور ”الشجری“ سے تعلیم حاصل کی اور بعد کو اسی درسگاہ میں استاد کی حیثیت سے ملازم ہو گئے۔ اخیر عمر صرف مطالعہ و تصنیف میں بسر کی۔
لسانیات پر ایک بڑی معرکہ کی تصنیف کی جس کا نام ”نزهت الالباب فی طبقات الأدباء“ ہے انھوں نے ایک کتاب عربی قواعد پر لکھی جس کا نام ”کتاب اسرار العربیہ“ ہے۔

دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے:۔ المیزان (قواعد عربیہ)۔ الظہور (لغت)۔ کتاب الوقف والابتداء۔
حوالہ جات: (ابن خلکان۔ فوات الوفیات)

۷۸۔ افس بن مالک ابو حمزہ ————— وفات: ۹۱ھ اور ۹۳ھ کے درمیان
نہایت مشہور محدث تھے۔ ہجرت نبوی کے بعد یہ رسول اللہ کے ایک خادم کی حیثیت سے آپ کے ساتھ رہتے تھے، اس وقت آپ کی عمر اس سال کی تھی۔ جنگ بدر میں موجود تھے لیکن کوئی عملی حصہ نہ لیا تھا۔ ۶۵ھ میں عبداللہ بن الزبیر کی طرف سے کچھ دنوں بصرہ کے امام بھی رہے۔ حجاج نے امویوں کے مخالف ہونے کی وجہ سے ۹۱ھ میں ان کی کافی توہین و تذلیل کی۔ بعد کو خلیفہ عبدالملک نے آپ سے اس کی معذرت کی۔
ابو حنیفہ ان کی روایت کردہ احادیث کو قابل وثوق نہ سمجھتے تھے۔ ان کی احادیث کا بڑا حصہ ”مسند احمد بن حنبل“ میں شامل ہے۔
حوالہ جات: (مسند احمد بن حنبل۔ بلاذری۔ معارف (ابن قتیبة)۔ نویری۔ ابن اثیر۔ ابن خلکان۔ حیوۃ الحیوان (دمیری))

۷۹۔ الانطاکی، داؤد بن عمر الضریری ————— وفات (مکہ): ۱۰۰۹ھ
عرب کے مشہور ماہر علم العقاقیر (ادویہ) تھے۔ یہ انطاکیہ میں پیدا ہوئے اور باوصف اندھے ہونے کے دواؤں کی جستجو میں بڑا سفر کیا اور ایشیا و کچک پہنچ کر یونانی زبان حاصل کی تاکہ اصل کتابوں سے وہ دواؤں کے خواص و استعمال کا حال معلوم کر سکیں۔ اپنی عمر کا بڑا حصہ دمشق و قاہرہ میں بسر کیا۔ فہرست تھوہیف یہ ہے تذکرۃ اولی الالباب والمجامع للعجب للنجاب۔ ترمین الاسواق تفصیل اشواق العشاق۔ رسالۃ فی الطائر والعقاب۔ انموذج فی علم الفلک۔
حوالہ: (خلاصۃ الآثار)

۸۰۔ باخرزی، علی بن الحسن بن علی بن ابی الطیب السنجی ابوالقاسم ————— وفات: ۳۶۹ھ
فقیر ادیب و تذکرہ نویس تھے، علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر کے نیشاپور، ہرات، مرو، بلخ، رے، اصفہان، ہمدان، بغداد، بصرہ اور واسطہ کی سیاحت کی اور یہاں کے اکابر علم و ادب سے استفادہ کیا۔ اور شافعی فقہ کے علاوہ ادبیات میں بھی مہارت حاصل کی۔
ان کی کتاب ”دُمیۃ القصر و عسرت ابن العصر“ بہت مقبول ہوئی جسے تیمیۃ الدہر کا تمثیل خیال کیا جاتا ہے۔ اخیر میں یہ نظام الملک کے دربار سے وابستہ ہو گئے اور یہیں اُس کے کتب خانہ سے اپنی کتاب دُمیۃ کا مواد حاصل کیا جو عہد جاہلیت و عہد اسلام کے تمام شعرا و کاتبین کا بیسٹ تذکرہ ہے۔
حوالہ جات: (دیباچہ دُمیۃ (یا قوت))

۸۱۔ الباقلائی، ابوبکر بن علی بن الطیب ————— وفات (بغداد): ۳۷۱ھ
مشہور متکلم تھے۔ یہ ابوالحسن اشعری کے شاگرد (ابوالعباس بصری) کے شاگرد تھے۔ اور فن مناظرہ کے ماہر۔ انھوں نے فلسفہ یونانی کی مدد سے علم کلام میں بعض نئے خیالات کا اضافہ کیا جو ابھر فرود اور خلا و بسیط سے تعلق رکھتے تھے۔
ان کی تصانیف میں سے صرف ایک باقی رہی: ”کتاب فی اعجاز القرآن“ ابن حزم نے ان کی دو کتابوں کا اور بھی ذکر کیا ہے جن کے نام یہ ہیں:
کتاب الاستبصار فی القرآن۔ کتاب فی مذاہب القرامطہ۔
حوالہ: (ابن خلدان)

۸۲۔ بدیع الاسطرلابی، ہبیب الدین الحسین بن احمد (یوسف) ابوالقاسم ————— وفات (بغداد): ۵۳۴ھ
مشہور حکیم، شاعر، طبیب و ہیئت دان تھے۔ اسطرلاب اور دوسرے آلات فلکی کے بڑے ماہر تھے۔ ۵۱۴ھ میں وہ اصفہان میں تھے۔ پھر وہ بغداد آ گئے اور خلیفہ المسترشد کے عہد میں بڑی شہرت و دولت حاصل کی۔ انھوں نے سلجوق سلطان کے نام پر ایک نیک بھی طیار کی تھی۔ شاعری میں بھی خاص مرتبہ رکھتے تھے۔ اپنے بعد ایک دیوان چھوڑ گئے۔ انھوں نے ابن جلیج کا بھی ایک دیوان مرتب کیا جس کا نام ”دُرۃ التاج من شعر ابن جلیج“ تھا۔
حوالہ جات: (لقطی - ابن خلدان - ابوالفرج)

۸۳۔ البخاری، محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ الجعفی ————— ولادت (بخارا): ۱۹۳ھ — وفات: ۲۵۶ھ
مشہور جامع احادیث تھے۔ انھوں نے بہت کسنی سے مطالعہ حدیث شروع کیا اور سولہویں سال کی عمر میں مکہ و مدینہ کے مشہور ائمہ حدیث کے لکچر میں شریک ہونے لگے۔ اس کے بعد وہ مصر گئے اور تمام ایشیا کی سیاحت کر کے وطن واپس آ گئے۔
”جامع الصمیم“ ان کا بہت مشہور مجموعہ احادیث ہے۔ انھوں نے راویان احادیث پر بھی ایک کتاب ”تاریخ الکبیر“ کے نام سے لکھی اور تفسیر قرآن بھی۔ ان سے ایک اور کتاب ”تنویر العینین برفع الیدین فی الصلوۃ“ بھی منسوب ہے۔
حوالہ: (طبقات الشافعیہ (سبکی))

۸۴۔ البطائی، ابوعبداللہ محمد بن جابر بن سنان البطارانی الصافی ————— ولادت: ۲۸۸ھ سے قبل - وفات: ۳۱۹ھ
عرب کے بڑے زبردست ہیئت دان تھے۔ ان کا فائدہ فی مذہب صافی تھا، لیکن یہ خود مسلمان ہو گئے تھے۔ انھوں نے ساری عمر ہیئت کے مطالعہ میں صرف کردی۔ ان کی بعض مشہور تصانیف یہ تھیں: کتاب المعرفۃ لمطالع البروج فی ما بین اربع الفلک - رسالۃ فی تحقیق اقدار الاصلات - شرح المقالات الاربع بطلاموس - نریک -
حوالہ: (دائر المعارف اسلامیہ)

۸۵۔ البغدادی، ابومنصور عبدالقادر بن طاہر ————— (چوتھی صدی ہجری)
اپنے باپ کے ساتھ نیشاپور آئے اور یہیں ابوالسحاق استقرانی سے فقہ اور دوسرے علوم حاصل کئے۔ ریاضی میں بھی انھوں نے خاص شہرت حاصل کی اور اس فن پر ایک کتاب بھی لکھی۔ ایک کتاب اریخی حیثیت کی بھی تصنیف کی جس میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کا حال درج ہے، اس کا نام ”کتاب الفرق بین الفرق و بیان فرقۃ الناجیہ“ ہے۔
حوالہ: (ابن خلدان)

۸۶۔ بغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد الفراء

وفات: ۵۱۶ھ

شافعی فقیہ اور مفسر قرآن تھے۔ خراسان میں قصبہ باغ کے رہنے والے تھے، مرو میں تعلیم پائی اور یہیں ساری عمر بسر کی۔ انھوں نے ایک کتاب احکام فقہ پر لکھی جس کا نام ”تہذیب فی الفروع“ ہے۔ فارسی میں معالم التنزیل کے نام سے تفسیر قرآن بھی لکھی۔ لیکن ان کا سب سے بڑا کارنامہ مضایح السننہ ہے جس میں تمام اقسام کی احادیث جمع کیں ”مشکوٰۃ المصابیح“ اسی کتاب کے نئے اڈیشن کا نام ہے۔

حوالہ جات: (ابن خلکان۔ طبقات الشافعیہ۔ طبقات الحفاظ (سیوطی) طبقات المفسرین)

۸۷۔ البکری، عبداللہ بن عبد العزیز بن محمد بن ایوب بن عمر ابو عبید

وفات: ۴۸۴ھ

ادیب و جغرافیہ داں تھے۔ ان کا خاندان مغربی ہسپانیہ کا بڑا معزز خاندان تھا۔ قرطبہ میں تکمیل علوم کی اور المرابطون کے زوال کے بعد قرطبہ آ گئے۔ ان کی تصانیف کی فہرست یہ ہے: کتاب فی اعلام نبوة نبینا محمد۔ شفاء العلیل العربیات۔ الامثال والسنائر۔ کتاب الالائی علی کتاب الامالی۔ کتاب معجم الاستعجم۔ کتاب المسالک والممالک۔

حوالہ جات: (الصالة (ابن بشکوال)۔ بغیہ (سیوطی)۔)

۸۸۔ البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری

وفات: ۲۶۹ھ

تیسری صدی ہجری کے نہایت مشہور عرب مورخ تھے۔ ان کے حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں۔ یہ خلیفہ متوکل اور مستعین کے بڑے مخلص دوست تھے اور خلیفہ المعتز کے بیٹے عبداللہ کے تالیق۔ انھوں نے اپنی تعلیم دمشق، حمص اور عراق میں پوری کی۔ یہ ایرانی النسل تھے لیکن چونکہ ان کے دادا ملازم ہو کر مصر چلے آئے تھے، اس لئے ان کی تعلیم عربی زبان ہی میں ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ انھوں نے غلطی سے بھلاواں (بلاذر) کا عرق پی لیا تھا جو ان کی ہلاکت کا باعث ہوا۔ یہ شاعر بھی تھے۔ یہ اپنے بعد تاریخ کی دو بڑی مشہور کتابیں چھوڑ گئے:

(۱) ”فتوح البلدان“ جو غزوات رسول سے لیکر شام، جزیرہ، آرمینا، مصر، مغرب، عراق و فارس کی فتوحات تک کی تاریخ پر مشتمل ہے۔

(۲) ”انساب الاشراف“ یہ بڑی بسیط تصنیف ہے جس میں رسول اللہ اور ان کے افراد خاندان سے لیکر حجاج کے وقت تک کے تمام خلفاء و امراء

وغیرہ کے حالات درج ہیں۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۸۹۔ البلیخی، ابو زید احمد بن سہیل

وفات: ۳۲۲ھ

عرب جغرافیہ داں تھے۔ یہ شامستان (بلخ) میں پیدا ہوئے، اول اول یہ امامیہ طبقہ سے تعلق رکھتے تھے، لیکن بعد کو الکندی کے ساتھ فلسفہ کے اصول کا مطالعہ کیا۔ انھوں نے ۳۴ کتابیں لکھیں جو ضایع ہو گئیں۔ حاجی خلیفہ نے ان کی چھ کتابوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک ”صور الاقالیم“ ہے۔

حوالہ جات: (حاجی خلیفہ۔ دائرة المعارف اسلامیہ)

۹۰۔ البیرونی، ابوریحان محمد بن احمد

وفات: ۴۴۸ھ

ولادت (مضافات خوارزم): ۳۶۲ھ

ریاضیات، فلکیات، تاریخ و طب کے مشہور عالم فہم تھے اور ابن سینا سے مراسلت رکھتے تھے۔ ان کی سب سے پہلی نہایت اہم تصنیف ”آثار الباقیہ عن القرون الخالیہ“ ہے، بچپنی عمر کے بعد یہ ہندوستان بھی آئے اور ہندوؤں کے علوم حاصل کئے چنانچہ ان کی دوسری اہم تصنیف ”تاریخ الہند“ ہے۔ ہندوستان سے لوٹ کر غزنہ میں مقیم ہو گئے اور سلطان مسعود بن محمود غزنوی کے نام سے منسوب کر کے، ہیئت پر ایک کتاب لکھی، ”قانون المسعودی فی الہیۃ والنجوم“ اسی سال ایک دوسری کتاب ہیئت پر لکھی: ”تفہیم لاوائل صناعة التنجیم“۔ علم طب پر بھی ایک کتاب تصنیف کی: ”کتاب الصیدلہ“۔ جواہرات پر بھی ان کی ایک تصنیف ہے: ”الجواہر فی الجواہر“۔

حوالہ جات: (سیوطی۔ ابن ابی اصیبعہ)

ہندوستانی لائبریری
کارڈن ایک ریڈیو ٹی این گیسٹ

۹۱۔ بیضاوی، عبداللہ بن عمر۔ وفات: ۶۸۵ھ (صفدی) یا ۶۹۱ھ (بسکی)۔ مشہور مفسر قرآن تھے۔ ان کے والد، اتابک ابو بکر بن سعد کے زمانہ میں (۶۶۴ھ - ۶۸۵ھ) فارس کے قاضی القضاۃ تھے۔ بیضاوی خود بھی شیراز کے قاضی رہے اور پھر شیراز میں قیام کر لیا۔ ان کی تفسیر ”انوار التنزیل و اسرار التاویل“ بہت مشہور ہوئی جو مختصری کی تفسیر کشاف کو سامنے رکھ کر لکھی گئی تھی۔ ان دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے: ”منہاج الوصول الی علم الاصول“۔ طوابع الانوار من مطابع الانظار (مابعد الطبعیۃ) نظام التواریخ (فارس)۔ یہ دنیا کی تاریخ ہے جس میں آدم سے لیکر ۶۴۴ھ تک کے زمانہ پر حاوی ہے۔ حوالہ جات: (طبقات الشافعیہ) (بسکی) (بغیۃ الوعاظ) (سیوطی)۔ حبیب السیر (خواند میر)

۹۲۔ البیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ الخضر و جردی۔ ولادت (خروج جرد، ضلع بیہقی): ۳۸۴ھ - وفات: ۴۵۹ھ۔ شافعی فقیہ و محدث تھے۔ انھوں نے سیاحت کر کے اشعری اصول اسلام و احادیث کا علم حاصل کیا۔ سیاحت سے واپس آکر نیشاپور میں شافعی فقہ پر تصنیف و تالیف شروع کی۔ ان کی تصانیف یہ ہیں: ”کتاب نصوص الامام الشافعی (۲ جلدوں میں)۔ کتاب السنۃ والآثار۔ حوالہ جات: (ابن خلکان - معجم ریا قوت) طبقات الشافعیہ (بسکی)۔ طبقات الحفاظ (سیوطی)

۹۳۔ بیہقی، ابو الفضل محمد بن حسین۔ ولادت: ۳۸۴ھ - وفات: ۴۵۹ھ۔ فارسی کے نہایت مشہور مورخ تھے۔ غزنوی عہد کی تاریخ ”تاریخ آل سبکتگین“ کے نام سے لکھی جسے ”تاریخ بیہقی“ بھی کہتے اور جو ۳۰ جلدوں میں پوری ہوئی۔ اس کتاب میں دربار غزنوی کے حالات اور سبکتگین اور محمود کے اصول حکومت پر بڑی تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔ غزنوی عہد میں یہ خود بھی عرصہ تک دربار سے وابستہ رہے۔ حوالہ: (تاریخ اسلامی ہند - نیاز)

۹۴۔ الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ۔ ولادت: ۲۴۹ھ - وفات: ۳۲۰ھ۔ مشہور محدث تھے۔ ان کے حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں، یہ ثابت ہے اور اسی حال میں انھوں نے خراسان، عراق، حجاز وغیرہ کی سیاحت کر کے احادیث جمع کیں۔ احمد بن حنبل، بخاری اور ابوداؤد ان کے اساتذہ میں سے تھے۔ حدیث میں ان کی دو کتابیں بہت مشہور ہیں۔ ایک مجموعہ احادیث (جامع ترمذی) دوسری شمائل المحمدیہ جس میں صرف ان احادیث کو جمع کر دیا ہے جو رسول اللہ کے حالات و خصایل سے متعلق ہیں۔ حوالہ جات: (کتاب الانساب) (سمعیانی)۔ طبقات الحفاظ (ذہبی)۔ ابن خلکان

۹۵۔ التفاشی، شہاب الدین ابو العباس۔ ولادت: ۵۱۰ھ - وفات: ۵۸۹ھ۔ جواہرات کے پرکھنے کے ماہر تھے۔ اس فن پر انھوں نے ایک بڑی معرکہ الآرا کتاب لکھی جس کا نام ”انہار الافکار فی جواہر الاسرار“ ہے۔ اس میں ۲۵ جواہرات کی اصلیت، خوبی، نقائص، قیمت اور خصوصیات پر تفصیلی بحث کی ہے۔ حوالہ: (بیل)

۹۶۔ التفازانی، سعد الدین مسعود بن عمر۔ ولادت (تفازان ضلع خراسان): ۶۲۲ھ - وفات (سمرقند): ۶۹۱ھ۔ منطق، خطابت، مابعد الطبیعیات، فقہ، دینیات وغیرہ کے مشہور عالم تھے، انھوں نے سعد الدین اور قطب لاری سے تحصیل علم کی اور سولہ سال کی عمر میں پہلی تصنیف کی جس کا نام شرح التصریف الغری ہے۔ اس کے بعد انھوں نے مطول، مختصر المعانی اور تلویح تصنیف کیں۔ تیمور کی طلبی پر یہ سمرقند گئے اور وہاں ان کی بڑی عزت کی گئی۔ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں تفازانی کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا ہے۔ بعض انھیں حنفی بتاتے ہیں اور بعض شافعی، لیکن ان کی تصانیف دونوں مذاہب پر موجود ہیں۔ ان کی اکثر کتابیں تمام مدارس عربیہ کے نصاب میں شامل تھیں۔ ان کی اہم تصانیف کی فہرست یہ ہے:

نحو و صرف - شرح التصریف الغری - الارشاد والہادی

علم البیان والمعانی - المطول (الشرح المطول) - مختصر المعانی - شرح القسم الثالث من المفتاح (مفتاح العلوم کے تیسرے حصہ کی شرح)

منطق — شرح الشمسیہ — تہذیب المنطق والکلام

مابعد الطبیعیات اور فقہ — المقاصد — شرح عقاید نفسی — فضیحة المحدثین (ابن عربی کی فصوص الحکم کی تردید)

اصول فقہ — التلویح (شرح تنقیح الاصول) — شرح شرح المختصر فی الاصول

قانون — المفتاح (شافعی فقہ کی فروع پر) — اختصار شرح تلخیص الجامع الکبیر

تفسیر — کشف الاسرار (فارسی) — شرح الکشاف

ادبیات — النعم السوانح فی شرح کلام النوانح — ترجمہ بوستان (ترکی میں)

حوالہ جات: (بغیة الوعات (سید علی) — مجمل (فصیح) — حبیب السیر (خوند میر)

۹۷۔ الثعالبی، ابو منصور عبد الملک بن اسماعیل

پانچویں صدی ہجری کے نہایت مشہور ادیب و مصنف تھے۔ ان کا تذکرہ اپنے عہد کے شعرا و کاہنیمۃ الدہر بڑا مشہور مذکر ہے۔ بعد کو انھوں نے اس کا تتمہ بھی ”تتمۃ الیتمیۃ“ کے نام سے لکھا۔ دوسری خاص تصانیف یہ ہیں: لطایف المعارف — المہج (کتاب للطایف) — غرر البلاغۃ — کتاب لامثال — کتاب لاجاز والایجاز — سیرۃ المملوک — شمس الادب — فقہ اللغة۔

حوالہ: (ابن خلکان — زمیری)

۹۸۔ الثعالبی، احمد بن محمد بن ابراہیم البواسحاق نیشاپوری

مشہور مفسر و فقیہ تھے۔ ان کی نہایت مشہور تصنیف ”الکشف والبیان عن تفسیر القرآن“ ہے۔ ابن جوزی کے نزدیک یہ تفسیر قابل لحاظ نہیں کہونکہ اس میں ضعیف روایات سے کام لیا گیا ہے، لیکن اس حیثیت سے کہ تفسیر طبری کے ذرایع سے زیادہ ذرایع انھوں نے اختیار کئے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ حجم میں یہ کتاب ”تفسیر بیضاوی“ سے دو چہرہ ہے اور یاقوت کے زمانہ تک بہ کثرت اس سے استفادہ کیا جاتا تھا۔

حوالہ: (یاقوت)

۹۹۔ جابر بن قلیح ابو محمد

عہد وسطیٰ کے مشہور ہیئت دان تھے اور اشبیلیہ ان کا وطن تھا۔ چھٹی صدی کے وسط میں وفات پائی۔ ہیئت پر ان کی تصنیف ”کتاب الہیئۃ“ نے بڑی شہرت حاصل کی۔ اس کتاب کا دوسرا نام ”اصلاح المجسطی“ بھی ہے۔

حوالہ جات: (ابن یقفی — حاجو خلیفہ)

۱۰۰۔ جابر بن حیان، ابو موسیٰ بن حیان الازدی

نہایت مشہور اہل علم الیکمیا تھے، جسے انگریزی مصنفین ”GEBER“ کہتے ہیں۔ پہلے صابانی مذہب رکھتے تھے، بعد کو اسلام لائے۔ ان کے حالات بہت کم معلوم ہیں، لیکن اتنا ضرور معلوم ہے کہ پہلے ۱۰۰ء میں ان کی شہرت عام تھی اپنی عمر کا بڑا حصہ کوفہ میں بسر کیا۔ علم الیکمیا پر متعدد کتابیں لکھیں جن میں سے پانچ ابھی ہیں: کتاب الملک — کتاب الموازین الصغیر — کتاب الرحمة — کتاب التجمیع — زیبق الشرقی

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۱۰۱۔ الجاحظ، ابو عثمان، عمر بن بکر

مشہور فقیہ و ادیب اور جماعت معتزلہ کے بڑے مقبول امام۔ یہ مشہور معتزلی امام نظام کے شاگرد تھے۔ ادب، کلام، تفسیر، فقہ، حدیث، ایام العرب کے بے مثل عالم تھے۔ بقرہ کے اکابر علم و ادب سے انھوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ خلیفہ المامون الرشید نے جب مسئلہ امامت پر ان کی تصانیف کا مطالعہ کیا تو بہت خوش ہوا اور دربار میں طلب کر کے گفتگو کی۔ خلیفہ معصوم کا وزیر ”ابن الزیات“ چونکہ خود معتزلی عقاید کا تھا اس لئے وہ جاحظ بڑا قدر دان تھا۔ لیکن بعد کو جب ابن الزیات پر زوال آیا تو یہ بھی مبتلائے مصیبت ہوئے لیکن احمد بن ابی داؤد (قاضی القضاۃ) کی عنایت سے بچے رہے

خلیفہ متوکل چاہتا تھا کہ جاحظ کو اپنے لڑکوں کا اتالیق مقرر کرے، لیکن چونکہ وہ بہت بد صورت تھے اس لئے یہ خیال خلیفہ نے ترک کر دیا (جاحظ انھیں اس لئے کہتے تھے کہ ان کی آنکھیں غیر معمولی طور پر باہر ابلی ہوئی تھیں)

اس کے بعد جب دبار خلافت میں معتزلہ کا نور گھٹا اور اشعری عقاید نے پھر جگہ لے لی تو جاحظ بصرہ چلے گئے اور وہیں مفلوح ہو کر انتقال کیا۔
= مذہب اعتزال کے خاص فرقہ جاحظیہ کے بانی تھے۔ ان کے مخصوص عقاید یہ تھے :-

(۱) کوئی مادی جسم معدوم نہیں ہوتا۔ (۲) خدا گناہوں کا ارادہ نہیں کرتا۔ (۳) خدا کی رویت ناممکن ہے۔ (۴) خدا سے غلطی و سہو ہونا ناممکن ہے۔

اتصال کے وقت ان کی عمر ۹۰ سال سے زیادہ تھی۔ فقہ اصول اور فنی مناظرہ میں ان کی بعض کتابوں کی فہرست یہ ہے :

کتاب الحجۃ فی النبوة - کتاب خلق القرآن - کتاب الرد علی المشیم - کتاب الرد علی النصاری -

مسئلہ امامت پر انھوں نے جو کتاب لکھی ہے اس میں تمام جماعتوں کے خیالات نہایت وضاحت کے ساتھ ظاہر کر کے نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی دو تصانیف ”کتاب العرب والموالی“، ”کتاب العرب والعجم“۔ جن میں عرب و عجم کی تہذیب اور عرب و موالی عرب کا موازنہ کیا گیا تھا ضایع ہو گئیں۔ وہ ترکوں کے بھی بڑے مداح تھے، چنانچہ ایک رسالہ ”فضائل اتراک“ میں بھی لکھا۔

ایک تصنیف ”کتاب البلدان“ بھی ہے جس میں مکہ، مدینہ، مصر، کوفہ، بصرہ و دمشق وغیرہ کی خصوصیات پر بحث کی گئی ہے۔ بعض کتابیں حیوانات معدنیات اور نباتات پر بھی تصنیف کیں مثلاً : کتاب لزرج والنخل - کتاب البصرہ والہجاء (دو غلی نسل والے) - کتاب السودان والبیضان (سیاہ و سفید رنگ والے) - کتاب المعاون -

ایک تصنیف ”کتاب النساء“ کے نام سے بھی کی، جس میں عورت کی نفسیات پر بحث کی گئی ہے۔ حیوانات پر بھی ایک تصنیف ”کتاب الحیوان“ چھوڑی جو جاحظ کی نہایت مقبول و دلچسپ تصنیف سمجھی جاتی ہے۔

نفسیات و اخلاقیات پر بھی متعدد تصانیف کیں مثلاً : کتاب لغتیان - کتاب الجوارى والغلمان - کتاب القیان (رگائے والیاں) - کتاب البخلاء - کتاب اخلاق الملوک -

ادبیات کے سلسلہ میں سب سے زیادہ مشہور و مقبول تصنیف ”کتاب البیان والتبیین“ ہے جو شعرا و ادباء عرب کا بڑا بسیط تذکرہ ہے۔ ادیب ہونے کی حیثیت سے بھی یہ بڑا مرتبہ رکھتے تھے، چنانچہ المبرد - ابن الفقیہ - وہ ثعلبی سب انھیں کے مقلد سمجھے جاتے ہیں اور قزوینی و دیریزی نے بھی ان کی تصانیف سے بڑا فائدہ اٹھایا۔

حوالہ جات : (المعتزلہ (آرنلڈ) - الفرق بین الفرق (بغدادی))

وفات : ۳۰۳ھ / ۹۱۵ء

۱۰۲۔ الجبائی - ابو علی محمد بن عبد الوہاب -
نوزستان میں بمقام جہاں پیدا ہوئے۔ ابو یعقوب یوسف اشحام سے (جو بصرہ اسکول کے معتزلہ کے امام تھے) تعلیم پائی اور اخیر وقت تک مسلک اعتزال پر قائم رہے۔ انھوں نے اصول پر ایک کتاب لکھی، یہ راوندی و نظام سے بعض مسائل میں اختلاف رکھتے تھے اس لئے ان کے خلاف بھی ایک کتاب تصنیف کی۔ اشعری انھیں کے شاگرد تھے، لیکن بعد کو یہ اپنے استاد سے منحرف ہو گئے اور اعتزال کے خلاف متعدد رسائل لکھے۔

جبائی نے جبائی زبان میں تفسیر قرآن بھی لکھی تھی، لیکن ان کی تمام تصانیف ضایع ہو گئیں۔ ان کے بیٹے ابو ہاشم عبد السلام (وفات ۳۲۹ھ) نے اپنے باپ سے زیادہ شہرت پائی جن کے متبعین کو ہشامیہ کہتے تھے۔ اس وقت کے تمام معتزلی ابو ہاشم کو اپنا شیخ سمجھتے تھے۔ جبائی، صفات باری کو عین ذات قرار دیتے تھے۔ ابو ہاشم نے قدامت پرست جماعت کو مالون کرنے کے لئے صفات کی جگہ احوال کا لفظ استعمال کیا، لیکن اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔

حوالہ جات : (ابن خلکان - شہرستانی - بغدادی)

۱۰۳۔ الجرجانی، علی بن محمد السید الشریف — ولادت (تاجو): ۴۴۹ھ — وفات (شیراز): ۵۱۶ھ
فلاسفہ و متکلم تھے۔ شاہ شجاع بن مظفر کے زمانہ میں شیراز کے مدرسہ کے پروفیسر رہے۔ جب تیمور نے شیراز پر قبضہ کیا (۸۰۹ھ) تو انھیں سمرقند بھیج دیا۔ تیمور کی وفات پر (۸۱۶ھ) پھر شیراز واپس آئے اور یہیں انتقال کیا۔ انھوں نے عربی و فارسی کے متعدد رسائل فلسفہ، ہیئت و فقہ پر لکھے۔ ان کی مفصلہ ذیل کتابیں شایع ہوئیں:

کتاب التعریفات — حاشیہ کشان — علم المعانی والبیان — حاشیہ شرح المطول تفتازانی — حاشیہ فیض المفتاح قزوینی — شرح فرائض السراجیہ ہندی — حاشیہ رسالۃ الشمسیہ فی قواعد المنطقیہ کاتبی — حاشیہ کتاب حکمۃ العین بخاری — شرح کتاب لمواقف فی علم الکلام — الاصول المنطقیہ — حوالہ جات: (حبیب السیر) (خوندر میر) — بغیۃ الوعای (سیوطی)

۱۰۴۔ جرجانی، منہاج الدین، ابو عمر عثمان بن سراج الدین محمد — (ساتویں صدی ہجری)
ایرانی محدث تھے۔ ان کے والد بامیان کے قاضی تھے۔ لیکن جب مغل غور میں آئے (۶۶۶ھ) تو جرجانی ہندوستان بھاگ آئے۔ جب ۶۷۵ھ میں سلطان رضیہ کی افواج اس طرف آئیں تو یہ اپنے عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔ لیکن رضیہ کے انتقال کے بعد بہرام شاہ تخت نشین ہوا تو اس نے پھر ان کو دہلی کا قاضی القضاۃ مقرر کیا، لیکن بہرام شاہ کے قتل کے بعد وہ بھی مستعفی ہو گئے۔ ۶۸۴ھ میں وہ لکھنؤ چلے گئے، لیکن دو سال بعد پھر دہلی واپس آئے اور ناصر دارالعلوم کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۶۹۴ھ میں جب ناصر الدین محمود تخت نشین ہوا تو ان کو بہت عزت ہوئی اور غیاث الدین بلبن کے عہد میں صدر جہاں اور قاضی ہو گئے۔

ان کی تاریخی کتاب طبقات ناصری (جو ناصر الدین محمود کے نام سے منسوب ہے) بڑی معتبر تاریخ سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب میں ناصر الدین محمود کی تخت نشینی کے بعد ۱۵ سال تک کے حالات اس میں درج ہیں۔

حوالہ: (تاریخ اسلامی ہند۔ نیاز)۔

۱۰۵۔ جمال الدین افغانی، سید محمد بن صفدر — ولادت (اسعد آباد ضلع کابل): ۱۲۵۴ھ — وفات: ۱۳۱۴ھ
انیسویں صدی عیسوی میں دنیائے اسلام کا بڑا مشہور انسان جو ایک وقت فلسفی بھی تھا، ادیب بھی، خطیب بھی تھا، صوفی بھی اور سیاسی حیثیت سے بڑا زبردست انقلابی۔

پچھلی صدی میں مسلم حکومتوں میں جو تحریک آزادی کی شریعت ہوئی تھی اس کے بانی جمال الدین ہی تھے، وہ چاہتے تھے کہ تمام مسلم حکومتیں مغرب کی غلامی سے آزاد ہونے کے لئے باہم متحد ہو جائیں اور اسی لئے انھیں ”پان اسلامک“ تحریک کا سب سے بڑا موجد سمجھا جاتا ہے۔

ان کا سلسلہ نسب مشہور مورخ ترمذی سے ملتا ہے اور اسی لئے انھیں سید کہا جاتا ہے۔ ان کی ولادت ایک حنفی خاندان میں بمقام اسعد آباد ہوئی۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ اسعد آباد کون سا تھا، بعض کے نزدیک ضلع کابل کا قصبہ تھا اور بعض اسے ہریان کا قصبہ بتاتے ہیں۔ وہ لوگ جو انھیں ایران والے اسعد آباد کا متوطن بتاتے ہیں کہتے ہیں کہ وہ ایرانی جو رو واستبداد سے بچنے کے لئے افغانستان چلے گئے تھے، بہر حال افغانستان سے ان کا تعلق و طغیت کا ہو یا ہجرت کا یقینی ہے کہ ان کا عہد طفلی و شباب افغانستان ہی میں گزرا اور یہیں ۲۸ سال کی عمر تک تمام علوم متداولہ حاصل کئے۔ اس کے بعد وہ ایک سال کے لئے ہندوستان بھی آئے۔ ۱۲۵۴ھ میں حج کیا اور پھر وہاں سے لوٹ کر امیر دوست محمد خاں والی افغانستان کے ملازم ہو گئے اور بہت کی جہم میں امیر کے ساتھ رہے۔ دوست محمد خاں کے انتقال پر جب امیر شیر علی تخت نشین ہوا تو یہ اس کے بھائی محمد اعظم کے طرفدار ہو گئے اور خاندانی جنگ کی وجہ سے جب محمد اعظم پر زوال کا موقع کے بہانہ سے افغانستان چھوڑ کر یہ ہندوستان اور مصر میں چند دن قیام کرنے کے بعد قسطنطنیہ پہنچے اور یہاں مسجد ایا صوفیہ اور مسجد احمدیہ میں لکچروں کا سلسلہ شروع کیا۔ اسی دوران میں انھوں نے ایک لکچر دارالعلوم میں دریا جس میں بعض اختلافی مسائل کی بنیاد پر وہاں کے شیخ الاسلام حسن فہمی نے ان کی مخالفت شروع کر دی اس لئے یہ مقرر ہوئے اور وہاں حکومت نے ۱۲ ہزار بریاستر سالانہ وظیفہ مقرر کر کے تعلیم و تبلیغ کی آزادی دیدی۔ اب مصر کے طلبہ اور نوجوان ان کے گرد جمع ہونے لگے۔ انھوں نے علمی خدمات کے ساتھ ساتھ تحریک آزادی بھی شروع کر دی اور اس نے اتنا زور پکڑا کہ آخر کار اس کی بدولت ۱۲۸۵ء میں جنگ تل الکبیر وقوع میں آئی اور اسکندریہ پر بمباری

کر کے انگریزوں نے اس پر قبضہ کر لیا، اس سے کچھ زمانہ قبل ۱۸۵۹ء میں انگریزوں کے اشارہ سے وہ ہندوستان جلا وطن کر دیے گئے۔ یہاں وہ پہلے حیدر آباد میں نظر بند رہے اور پھر کلکتہ میں۔ اس کے بعد جب عربی پاشا کی جنگ آزادی مصر میں ختم کر دی گئی تو انھیں بھی ہندوستان سے باہر جانے کی اجازت دے دی گئی۔

”W.S. BLUNT“ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان سے امریکہ گئے، پھر یہاں سے لندن پہنچے اور اس کے بعد اپنے شاگرد رشید محمد عبدالہ کے ساتھ پیرس گئے۔ یہاں اسلامی ممالک میں انگلستان کی مداخلت کے خلاف اخبارات میں مضامین لکھنے شروع کئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ روس و انگلستان کی مشرقی پالیسی، مقصود ترکی کے مسائل، سوڈان کی مہمدی تحریک، مغربی سیاست دانوں کا مرکز توجہ بن گئی۔ اسی دوران میں ایک مستشرق ERNEST RENAN ”اسلام اور سائنس“ کے عنوان سے ایک سلسلہ لکچروں کا شروع کیا جن میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ اسلام علمی تحریک کا مخالف ہے۔

جمال الدین نے اس کے جواب میں خود بھی ایک سلسلہ مضامین شروع کر دیا جو پیرس اور جرمنی کے اخبارات میں شائع ہوتے تھے۔ پیرس میں جمال الدین کے ادبی و سیاسی اقدامات کا سب سے اہم زمانہ وہ ہے جب خود انھوں نے ۱۸۸۱ء میں ”عروة الوثقی“ کے نام سے ایک عربی اخبار جاری کیا اور ہندوستان و مصر میں انگریزی پالیسی پر خوب خوب نکتہ چینی کی گئی۔ انگریزوں نے ہندوستان و مصر میں اس کا داخلہ بند کر دیا پھر بھی وہ کسی نہ کسی طرح پہنچ ہی جاتا تھا۔ ہر چند یہ اخبار صرف آٹھ مہینے جاری رہا اور ۸ نمبروں سے زیادہ شائع نہ ہو سکا، لیکن اتنے ہی زمانہ میں اس نے مشرقی ممالک میں بڑا ذہنی انقلاب پیدا کر دیا۔ اس کے بعد انگریزوں نے سوڈان کی مہمدی تحریک ختم کرنے اور مشرق کو انقلابی تحریک سے بچانے کے لئے (W.S. BLUNT) کے ذریعہ سے شاہ ناصر الدین (شاہ ایران) کو آمادہ کیا گیا کہ وہ جمال الدین کو اپنے یہاں دعوت دے، چنانچہ قاجار نے تار کے ذریعہ سے انھیں ایران آنے کی دعوت دی اور جب وہ یہاں پہنچے تو بڑی عزت کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ چند دن بعد جب ان کے اثرات یہاں بھی قوی ہو گئے اور قاجار مخالف ہو گیا، تو یہ ایران چھوڑ کر روس پہنچے اور مختلف سیاسی تحریکات میں حصہ لینے لگے۔ اس کے بعد جب ۱۸۸۹ء کی نمائش پیرس میں یہ پیرس گئے تو قاجار سے پھر ملاقات ہوئی اور قاجار پھر ایران سے گئے۔ لیکن بعد کو ایران کے وزیر اعظم مرزا علی امین السلطنت کی مخالفت کی وجہ سے قاجار پھر مخالف ہو گئے اور یہ تہران کے قریب خانقاہ شاہ عبدالعظیم چلے گئے اور سیاسی تبلیغ شروع کر دی۔ یہاں وہ سات مہینے رہے اور آخر کار ۵۰ سواروں کی مدد سے گرفتار کر کے انھیں پانچویں افریقین بھیج دیا گیا۔

یہاں سے وہ بصرہ گئے اور پھر انگلستان پہنچ کر ایران میں انگریزوں کی جابرانہ پالیسی کو بے نقاب کرنا شروع کیا۔ اس وقت ایران کی حالت یہ تھی کہ جمال الدین کی پیدا کی ہوئی تحریک آہستہ آہستہ لوگوں کے دلوں میں گھر گرتی جا رہی تھی اور اہل ایران میں آزادی کا احساس قوی ہوتا جا رہا تھا۔ اتفاق سے اسی وقت (مارچ ۱۸۹۰ء میں) ایرانی حکومت نے تہران کی تجارت میں انگریزوں کو مخصوص رعایت دینے کا اعلان کیا اور جمال الدین کو انگریزوں کے خلاف اظہار خیال کا زیادہ موقع مل گیا۔ انھوں نے بصرہ سے مرزا حسن شیرازی (مجتہد سمرقانی) کو اس مسئلہ کی طرف متوجہ کیا اور بتایا کہ اس طرح ایران کی قومی دولت کا بڑا حصہ انگلستان چلا جائے گا۔ مجتہد پر اس تحریر کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے فتویٰ دیدیا کہ جب تک حکومت ایران انگریزوں کو دی ہوئی مراعات واپس نہ لے، ایرانیوں کے لئے تہانہ استعمال حرام ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک بھر میں عام سیمینا پیدا ہو گئی اور ایران کو تہانہ دیکر مراعات واپس لینا پڑیں۔ اسی کے ساتھ ملک کے تمام جماعتوں میں آزادی کی تحریک پھیل گئی اور اس نے اتنی قوت پکڑ لی کہ آخر کار شاہ ایران کو مرزا محمد رضا (جمال الدین کے ایک شاگرد) نے قتل کر دیا (۱۱ مارچ ۱۸۹۶ء)۔

لندن کے دوران قیام میں رستم پاشا سفیر ترکی (مقیم لندن) کے ذریعہ سے سلطان عبدالحمید کا پیام پہنچا کہ وہ شاہی جہان کی حیثیت سے قسطنطنیہ آکر قیام کریں۔ جب یہ وہاں پہنچے تو وہ پونڈران کا ماہانہ وظیفہ مقرر کیا گیا اور قصر یلدیز کے پاس ایک شاندار مکان نشا طان شاہ پہاڑی پر قیام کے لئے تجویز ہوا رفتہ رفتہ یہاں بھی ان کی ایک مخالفت جماعت پیدا ہو گئی اور اس نے بہت کوشش کی کہ سلطان انھیں یہاں سے خارج البلد کر دیں۔ حکومت ایران کی طرف سے بھی اصرار ہوا کہ جمال الدین کو ایران بھیج دیا جائے کیونکہ شاہ قاجار کے قتل کا باعث وہی ہوئے تھے، لیکن سلطان نے کسی کی نہ سنی اور جمال الدین نے یہیں عمر ختم کی۔ ان کی ٹھوڑی میں سرطان ہو گیا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ ابوالہدی نے جو جمال الدین کا شدید دشمن اور دربار سلطانی کا بڑا ذی اثر عالم تھا جمال الدین کو زہر دیدیا تھا اور ان کی موت اسی زہر کا نتیجہ تھی۔

جمال الدین کی تصانیف زیادہ تر رسائل اور مضامین پر مشتمل ہیں جو اخبارات میں شائع ہوئے۔ انھوں نے ایک مختصر سی تاریخ افغانہ بھی تصنیف کی ہے۔

نام سے تحریر کی تھی۔

حوالہ جات: (برادرن کی) PERSIAN REVOLUTION ”تاریخ الاستاد الامام (رشید رضا)“

۱۰۶۔ الجوالقی، ابو منصور مہوب بن احمد بن محمد بن الخضر
ولادت: ۳۶۶ھ - وفات: ۴۳۹ھ
بغداد کے ماہر ادبیات تھے۔ ان کی تصنیف ”کتاب المعرب من الکلام العجمی علی حروف المعجم“ بڑی مشہور چیز ہے جس میں انھوں نے عربی زبان میں عجمی زبان کے دخیل الفاظ سے بحث کی ہے انھوں نے قتیبہ کی کتاب ”ادب الکاتب“ کی بھی ایک شرح لکھی تھی اور ”درۃ الخواص“ کا مکملہ بھی۔
حوالہ جات: (وفیات الاعیان (ابن خلکان) - نزہۃ الالباء (الانہاری) - بغیۃ الوعات (سیوطی) - النجوم الظاہرہ (ابن تغریبردی)

۱۰۷۔ الجوزیری، عبدالرحمان بن عمر بن الدین الدمشقی

ساتویں صدی ہجری کے ایک عرب مصنف تھے بڑی وسیع معلومات کے۔ انھوں نے مختلف ممالک کی سیاحت کی اور اسی سلسلہ میں وہ ہندوستان بھی آئے۔ اخیر میں وہ دہلی کے مسعود ارتق سے وابستہ ہو گئے۔ انھوں نے ایک سیاحت نامہ مرتب کیا تھا جس میں اپنے تمام تجربات سیاحت تحریر کئے تھے اس کا نام ”کتاب المختار فی کشف الاسرار وحک الامتار“ تھا۔ ایک اور کتاب لکھی جس میں کیمیاوی شعبہ ہارڈیوں کو بے نقاب کیا تھا۔ اس کا نام ”کتاب الحلال فی الاعلاب الیمیایہ وبعض فواید ضعیفۃ المجربہ“ تھا۔
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۱۰۸۔ الجوزیری، ابولہصر اسماعیل بن حماد ————— وفات (نیشاپور): ۳۹۳ھ یا ۳۹۸ھ
مشہور تہذیبی نثر ادب نویس تھے جو فاراب میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے ماموں سے پائی اور پھر حجاز، بغداد، عراق و شام جا کر زبان کی تکمیل کی۔ اس کے بعد وہ دمشق، نیشاپور گئے اور خراسان میں عربی زبان کا درس دینا شروع کیا۔ یہ شاعر بھی تھے۔
تصانیف کی فہرست یہ ہے: مقدمہ (قواعد) - عروض الورقہ - ”ناج اللغۃ وصحاح العربیہ“ (نعت)
حوالہ جات: (تاریخ ابوالفدا - بغیۃ الوعات (سیوطی) - ”تاریخ الخلفاء“ - یتیمۃ الدیر - ارشاد الارباب - نزہۃ الالباء)

۱۰۹۔ الجوزینی، ابو المعالی عبدالملک (امام الحرمین) ————— ولادت (نیشاپور): ۴۱۵ھ - وفات: ۴۸۵ھ
۲۰ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ سے فارغ ہو کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ وہ علم کلام میں اشعری عقاید کے حامی تھے۔ بلجوق طفول بیگ کے زمانہ میں جب اس کے ذہن پر عمید الملک نے اشعری جماعت کی مخالفت کی تو بغداد چلے گئے اور وہاں سے حجاز۔ یہاں پہونچ کر انھوں نے مکہ و مدینہ میں چار سال تک سلسلہ درس جاری رکھا (اسی لئے انھیں امام الحرمین کہتے ہیں) جب نظام الملک طوسی وزیر ہوا جو اشعری عقاید کا حامی تھا تو یہ بھی نیشاپور واپس آئے اور نظام الملک نے ایک خاص مدرسہ ان کے لئے تعمیر کرایا جس کا نام مدرسہ نظامیہ تھا۔ جوینی اس مدرسہ میں آخر عمر تک تعلیم دیتے رہے۔ ان کی تصانیف کی کثرت و اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ سبکی کہا کرتا تھا کہ جوینی کی تصانیف کا سمجھنا معجزہ سے کم نہیں، لیکن افسوس ہے کہ ان کی کتابیں باقی نہیں۔ ان کی تصانیف میں ”کتاب لہر ان فی اصول الفقہ“ اور ”کتاب الوریقات فی اصول الفقہ“ کا ذکر سبکی نے بڑے اہتمام سے کیا ہے۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - طبقات (سبکی) - ابن اثیر)

۱۱۰۔ الجوزینی، عبداللہ بن یوسف الشافعی

مشہور فقیہ تھے۔ مرو و نیشاپور میں تعلیم پائی اور ۳۱۶ھ میں نیشاپور ہی میں مستقل قیام کر لیا۔ ان کے فضل و کمال کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ غزالی کا قول تھا کہ اگر رسول اللہ کے بعد کوئی نبی آتا تو وہ الجوزینی ہوتا۔ ان کی تصانیف میں سے صرف ایک تصنیف ”کتاب الجمع والفرق“ باقی رہی۔
حوالہ جات: (ابن خلکان - طبقات (سبکی))

۱۱۱۔ حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ۔ (کاتب عالی) — ولادت: ۱۰۱۶ھ — وفات (قسطنطنیہ): ۱۰۶۶ھ
مشہور ترکی نسل مورخ و تذکرہ نگار تھے۔ ترکی فوج میں سمدار کی حیثیت سے مامور تھے اور مختلف جنگوں میں شریک رہے۔ بڑے علمی ذوق کے شخص تھے۔ انھوں نے متعدد کتابیں تصنیف کیں:

فصلک — حاشیہ بیضاوی — حاشیہ محمدیہ (مہیئت) — تقویم التواریخ — جہاں نما (مہیئت) — سلم الوصول الی طبقات الفحول (تاریخ اکابر) — تحفۃ الاخیار فی الحکم والامثال — کشف الظنون عن اسامی المکتب والفتون — لوامع النور — رونق السلطنت (تاریخ قسطنطنیہ) — دستور الاعمال (مالیات) — تحفۃ الکبار — میزان الحق —

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۱۱۲۔ حافظ آبرو، شہاب الدین عبداللہ بن لطف اللہ بن عبدالرشید الخوافی — وفات: ۸۳۳ھ — ۶۱۳ھ
فارس کے مشہور مورخ و جغرافی تھے۔ ہرات میں پیدا ہوئے اور ہمدان میں تعلیم پائی۔ شطرنج بہت اچھی کھیلتے تھے اور تیمور کے خاص مصاحب دوست تھے۔ انھوں نے تیمور اور شاہرخ کی آخری جموں کا ذکر عینی شاہد کی حیثیت سے کیا ہے۔

۸۱۶ھ میں شاہرخ کے حکم سے لجنی اسطخری کی کتاب کا خلاصہ دو حصوں میں کیا۔ پہلے حصہ میں مختلف ملکوں کا جغرافیہ اور سیاسی تاریخ درج کی دوسرے حصہ میں خراسان و ماوراءالنہر کے جغرافیہ و تاریخ کو رکھا، لیکن اس کتاب کا کوئی مکمل نسخہ دستیاب نہیں ہوا۔ ۸۲۰ھ میں شاہرخ نے تاریخ عالم لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انھوں نے تاریخ طبری، جامع التواریخ (رشید الدین) اور ظفر نامہ (نظام الدین شامی) کے بیانات کو نقل کرنے کے بعد تیمور کی تخت نشینی تک کے واقعات کا اضافہ کیا اور ظفر نامہ میں ۸۵۶ھ سے ۸۹۶ھ تک کے واقعات شامل کئے۔ ۹۲۶ھ میں ایک تاریخ عالم چار جلدوں میں لکھی جس کا نام زبد التواریخ تھا۔ ۹۲۶ھ میں جامع التواریخ کا دوسرا ادیشن ترتیب دیا۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۱۱۳۔ حریری، ابو محمد القاسم بن علی بن محمد بن الحریری — ولادت: ۳۶۶ھ — وفات: ۵۱۶ھ
عرب کے مشہور نحوی و ادیب تھے۔ مشان (بصرہ کے قریب) میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم پائی، بصرہ میں یہ ”صاحب الاخبار“ یا وقایع نویس کی خدمت پر مامور تھے اور اس سلسلہ میں اکثر اکابر سے ان کے تعلقات پیدا ہوئے تھے۔

”مقامات حریری“ ان کی نہایت مشہور کتاب ہے جو ”مقامات بدیع الزماں ہمدانی“ کے انداز پر لکھی گئی، اس میں ابو زید سوجی کے کارنامے درج ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف ۴۹۵ھ میں شروع کی گئی اور ۵۱۶ھ میں ختم ہوئی۔ یہ کتاب اپنے ادبی محاسن کی وجہ سے کلاسک میں شمار کی جاتی ہے اور عربی ادب کے نصاب میں شامل ہے۔ یہ کتاب ادبی خوبوں کی وجہ سے عربی و لاطینی زبانوں میں بھی منتقل کی گئی۔ ان کی ایک اور کتاب ”درة الغواص“ بھی ہے جس میں عرب محاورات و الفاظ کے غلط استعمال پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حوالہ جات: (یا قوت - ابن خلدان)

۱۱۴۔ احسن بن یوسف بن علی بن المطہر، الحلی الشیعی جمال الدین ابوالمنصور — ولادت (جلہ): ۶۲۸ھ — وفات (جلہ): ۶۹۶ھ
اپنے عہد کے نہایت مشہور شیعہ فقیہ اور علام کے لقب سے مشہور تھے۔ سلطان غیاث الدین خدا بندہ محمد (۶۷۳ھ - ۶۸۱ھ) نے ایک ار شیعہ سنی مناظرہ کر لیا تو علام شیعہ فریق کی طرف سے شریک ہوئے اور غیاث الدین ان کے طرز استدلال سے اتنا متاثر ہوا کہ بہت سے مسائل میں وہ شیعوں کا ہمینا ہو گیا۔ مشہد میں مدفون ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ۶۷۰ تصانیف کیں جن میں خاص خاص یہ ہیں:

کشف الیقین فی فضائل امیر المومنین — منہاج الصلاح فی اختصار المصباح — منہاج الکرامہ فی معرفۃ الامامۃ — منہاج الیقین فی اصول الدین — معارج الفہم — نہج الحق و کشف الصدق — نظم البراہین فی اصول الدین — تذکرۃ الفقہاء —

حوالہ جات: (منتخب لمقال - عمل العامل - روضۃ الجنات)

(تیسری صدی ہجری)

۱۱۵۔ الحسن بن الخصیب ابو بکر
ایرانی النسل تھے اور مشہور ہیئت دان — جنہیں مستشرقین یورپ ALBUBATHAR کہتے ہیں۔ تیسری صدی ہجری کے وسط میں
پائے جاتے تھے کیونکہ احمد بن ابی طاہر طیفور (جس کا انتقال ۲۸۹ھ میں ہوا تھا) اپنی کتاب بغداد میں اس کو اپنا ہم عصر بتاتا ہے۔
حوالہ جات: (ابن القفطی — کتاب بغداد)

۱۱۶۔ الحلبي، نور الدين بن برهان الدين علي بن ابراهيم بن احمد بن علي بن عمر القاهري الشافعي

ولادت (قاہرہ): ۹۷۵ھ — وفات (قاہرہ): ۱۰۴۴ھ

عرب مصنف تھے۔ ان کی تصانیف میں سب سے زیادہ ان کی سیرت رسول ”السان العیون فی سیرت الامین المامون“ ہے اور عام طور پر سیرت طیبہ کے نام سے مشہور ہے۔ تصوف پر بھی دور سائے لکھے:

النصیحة العلویہ فی بیان حسن طریقۃ السادة الاحمدیہ — عقد المرحان فیما يتعلق بالجان —
انھوں نے بہت سی کتب متداولہ پر حاشیے بھی لکھے، جن میں صرف ایک باقی رہا۔ حاشیہ شرح منہاج الطالبین (نویوی)
حوالہ: (خلاصۃ الآثار مجتبیٰ)

(آٹھویں صدی ہجری)

۱۱۷۔ حمد اللہ بن ابوبکر بن حمد بن نصر مستوفی قزوینی
آٹھویں صدی ہجری کے مشہور مورخ تھے ”تاریخ گزیدہ“ ان کی نہایت مشہور تاریخی تصنیف ہے۔ یہ غزنوی عہد میں غیاث الدین وزیر کے سکریٹری
تھے اور اسی کے نام انھوں نے کتاب منسوب کی۔ ”تاریخ گزیدہ مشرق کی بہترین تاریخی کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ یورپ کے مشہور مستشرق مہیر پرگشال نے
عہد غزنوی کی بہترین تاریخ قرار دیا ہے۔ یہ کتاب انھوں نے ۳۶۹ھ میں مرتب کی گئی اور ایک کتاب جغرافیہ اور تاریخ طبعی پر بھی لکھی جس کا نام نزہۃ اقلوب ہے
حوالہ: (اسلامی ہنر۔ نیاز)

ولادت: ۳۴۹ھ

۱۱۸۔ الخازن، ابو جعفر الخراسانی
مشہور فلاسفر ریاضی دان و ماہر فلکیات تھے۔ رکن الدولہ کے وزیر ابو الفضل ابن العمید کی رصد گاہ کے مہتمم تھے۔ حساب میں مساوات لمعب
(CUBICEQUATION) کے مسئلہ کو حل کیا اور اقلیدس کے دسویں حصہ کی شرح لکھی۔ آلات رصد پر ایک بڑی معرکہ آلا کتاب لکھی جس کا نام
”کتاب آلات العجیبۃ الرصدیہ“ ہے۔ ہیئت میں ان کی ایک اور نہایت مشہور تصنیف زیج الصفا یح جو اصطلاح سے تعلق رکھتی ہے۔ ہیئت اور علم الجو
COSMOLOGY کے متعلق بھی متعدد کتابیں لکھیں مثلاً: المدخل الکبیر فی علم النجوم — سر العالمین — وہ احکام نجوم بھی صادر کرتے تھے۔ انھیں
فلسفہ سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔
حوالہ جات: (الفہرست (ابن ندیم) — ابن القفطی)

وفات: ۳۹۱ھ

۱۱۹۔ الخجندی، حامد بن الخضر ابو محمد
خوارزمیہ عہد میں (۳۶۶ھ — ۳۸۶ھ) رستے کے بہت بڑے ہندس، ہیئت دان اور ماہر فن تعمیر تھے۔ انھوں نے رصد بینی کے
کئی آلات طیار کئے تھے۔ ایک کا نام ”السدس الفخری“ تھا اور دوسرے کا ”الآلة الشاملة“
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

وفات (مرو): ۵۳۳ھ

۱۲۰۔ الخرقی محمد بن احمد بن ابی بشر ابو بکر بہاؤ الدین
مشہور فلسفی و ہیئت دان تھے۔ قطب الدین محمد خوارزم شاہی اپنے ساتھ مرو لائے اور یہیں ان کی تصنیفی زندگی شروع ہوئی۔ ہیئت پر دو
کتابیں لکھیں۔ ایک ”تبصرۃ فی علم الہیئت“ ہے اور دوسری ”منتہی الادراک فی تقسیم الافلاک“۔ ہیئت میں ابن ہشیم کے نظریوں کے تابع تھے۔
حوالہ: (تاریخ علماء اسلام دیہتی)

۱۲۱۔ خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت — ولادت (درزجان متصل بغداد): ۳۹۲ھ — وفات (بغداد): ۴۶۳ھ
بہت کمسنی میں تعلیم ختم کی۔ جمع احادیث کے لئے بصرہ، نیشاپور، اصفہان، ہمدان و دمشق کا سفر کیا اور پھر بغداد میں مستقل قیام اختیار کر لیا اور محدث ہونے کی حیثیت سے بڑی شہرت حاصل کی۔ اساتذہ حدیث کسی حدیث کو پیش کرنے سے قبل ان سے ضرور استصواب رائے کر لیتے تھے۔ یہ پہلے حبشی مسلک رکھتے تھے اور پھر شافعی ہو گئے۔ بغداد میں حنابلہ کا زور تھا اور یہ اس کے شدید مخالف تھے۔ تاہم خلیفہ القائم اور اس کے وزیر ابن المسلمہ کی سرپرستی کی وجہ سے وہ مسجد منصور میں علم حدیث پر لکچر دینے پر مامور ہوئے یہ کلام کھلا حبشی عقاید کی تردید کرتے تھے، جس کا جواب حنابلہ کی طرف سے بھی دیا جاتا تھا اور اس طرح بغداد ایک مذہبی اکھاڑا ہو کر رہ گیا تھا۔

جب الہمسائیری کی بغاوت میں ابن المسلمہ پر زوال آیا تو یہ بھاگ کر دمشق چلے گئے اور یہاں کے فاطمی گورنر نے گرفتار کرنا چاہا۔ لیکن یہ کسی ترکیب سے سورا اور حلب کی طرف بھاگ گئے اور جب سلاجقہ کا تسلط ہوا تو یہ پھر بغداد آ گئے۔

ان کی تصانیف کی تعداد سو کے قریب بتائی جاتی ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور و مقبول تاریخ بغداد ہے۔ اس میں بغداد کی تاریخ کے علاوہ یہاں کے تمام اکابر علم حدیث کے حالات بھی لکھے ہیں۔ دوسری اہم تصانیف یہ ہیں: کفایہ فی معرفۃ علم الروایۃ — تفسیر العلم — الجامع لأخلاق الراوی والسماع — المتفق والمفترق — الفقیہ والمتفقہ — التفصیل لمبہم المراسیل۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - طبقات الحفاظ - مرآت الزمان (ابن جوزی)

۱۲۲۔ الخلیل بن احمد بن عمر بن تمیم الفراء ہمدانی الازدی — ولادت: ۹۵۷ھ — وفات (بصرہ): ۱۰۱۴ھ اور ۱۰۱۵ھ کے درمیان
عمان کے باشندے اور مشہور ادیب و نحوی تھے۔ علم حدیث کی بھی تکمیل کی تھی۔ پہلے ابانسی عقاید رکھتے تھے بعد کو سنی ہو گئے۔ بڑے زاہد و مراض تھے تمام تذکرہ نویس متفق ہیں کہ عربی شاعری میں علم عروض کی بنیاد ڈالنے والے یہی تھے۔ سب سے پہلے عربی لغت بھی انھوں نے ہی لکھا جس کا نام کتاب العین ہے دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے: شرح صرف الخلیل — کتاب فیہ جملۃ آلات الإعراب
حوالہ جات: (فہرست (ابن ندیم) - ابن خلکان - تہذیب لاسماء (نویسی)

۱۲۳۔ خوند میر، غیاث الدین بن ہمام الدین بن جلال الدین بن برہان محمد شیرازی — ولادت (ہرات): ۸۸۵ھ — وفات (دہلی): ۹۴۲ھ
مشہور ایرانی مورخ تھے اور میر خوند کے نواسے۔ ان کے والد عرصہ تک سلطان محمود (سمرقند) کے وزیر رہے اور یہ خود بھی سلطان حسین کے بڑے بیٹے بیغ الزمان کے لازم ہو گئے۔ یہ ۱۰۲۰ء سے ۱۰۲۸ء تک افغانستان کی سیاسی جنگی سرگرمیوں میں جو خانہ جنگیوں کی وجہ سے مختلف خانانوں میں پائی جاتی تھیں الجھے رہے اور آخر کار گھبر کر مارچ ۱۰۲۸ء میں ہندوستان چلے آئے۔ سب سے پہلے یہ بابر سے آکرہ میں ملے اور پھر اسی کے ساتھ ۱۰۲۹ء میں بنگال چلے گئے جب ۱۰۳۰ء میں بابر کا انتقال ہوا تو وہ ہمایوں سے وابستہ ہو گئے اور اس کی عمارت کی تعریف میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ہمایوں نامہ ہے۔
۱۰۳۲ء یا ۱۰۳۳ء میں ان کا انتقال ہوا اور اس کی وصیت کے مطابق انھیں ”نظام الدین اولیا“ میں دفن کیا گیا۔ خوند میر نے اپنی تاریخ کی سب سے پہلی کتاب خلاصۃ الاخبار ۹۰۵ھ میں لکھی اور علی شیر کے نام منسوب کی جس کے کتب خانہ سے فائدہ اٹھا کر یہ کتاب مرتب کی تھی۔ لیکن ان کو مودخ کی حیثیت سے جس کتاب نے دنیا سے روشناس کرایا وہ حبیب السیر ہے۔ اس کتاب میں عہد قدیم سے لیکر اسماعیل صفوی کے عہد تک کے حالات پائے جاتے ہیں اور اس کا بہترین حصہ وہ ہے جس میں انھوں نے خود اپنے زمانہ کے واقعات و مشاہدات درج کئے ہیں۔ شیبانی، بابر اور اسماعیل صفوی کے حالات انھوں نے خصوصیت کے ساتھ بہت تفصیل سے لکھے ہیں۔ روئے الصفا کی ساتویں جلد بھی انھیں کے قلم کی مرہون منت ہے۔

حوالہ: (اسلامی ہند - نیاز)

وفات: ۵۲۶ھ

۱۱۴۔ ختم

عہد سلجوق کے مشہور شاعر، فلسفی، مہندس و ہیئت دان تھے۔ الجبر میں وہ اپنا نام ”ابو الفتح عمر بن ابراہیم الخنجامی“ ظاہر کرتے ہیں اور باعیات میں صرف ختم نام۔ چونکہ ان کا خاندانی پیشہ خیمہ دوزی تھا اس لئے ختم تخلص اختیار کیا۔ بعض کا خیال ہے کہ ختم مجازاً ایک ماہر فن شاعر کے مسخی میں استعمال کیا گیا ہے

یہ خراسانی الاصل تھے اور نیشاپور یا اس کے جوار سے تعلق رکھتے تھے۔ صحیح تاریخ ولادت نامعلوم ہے۔ وہ مہندس و ریاضی دان کی حیثیت سے اتنے مشہور ہو گئے کہ ملک شاہ سلجوقی نے انھیں زریج جلالی کی اصلاح کے لئے طلب کیا۔ ۵۱۱ھ میں نظامی عروضی بلخ میں ان سے ملا تھا اور ۵۳۳ھ میں ان کے مزار پر گیا جب انھیں مرے ہوئے ۴۰ سال ہو چکے تھے، اس لئے ان کی تاریخ وفات ۵۲۲ھ متعین کی جاسکتی ہے۔

نظامی عروضی، خیام کا ہم عصر تھا اور اس نے چہار مقالہ میں جو حالات خیام کے لکھے ہیں وہ بہت صحیح سمجھے جاتے ہیں۔ دوسرا ہم عصر اہم مؤرخ ابو الحسن علی بیہقی تھا (جس کا انتقال ۵۶۹ھ میں ہوا)۔ یہ "الدستور الفیلسوف حجة الاسلام عمر بن ابراہیم الخیام" کے نام سے ان کا ذکر کرتا ہے۔ جب ۵۱۱ھ میں بیہقی، خیام سے ملا تو عربی ادب اور ریاضی میں ان کا امتحان لیا اور بہت خوش ہوا۔ ملک شاہ سلجوقی اور بخارا کا شہنشاہ الملوک خصوصیت کے ساتھ خیام کے بڑے قدر دان تھے، لیکن سحر مخالف تھا۔ غزائی اور فرامرزی (خانہ دان کیقباد) سے بھی خیام کے تعلقات براہ راست تھے۔ وہ مختلف علوم میں پوری سینا کے متبع تھے۔ ہر چند وہ حکیم، مورخ اور مہندس بھی کچھ تھے لیکن انھوں نے تصانیف کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔ بیہقی نے ان کی جن تصانیف کا ذکر کیا ہے ان میں ایک رسالہ "مختصر فی الطبیعیات" ہے، دوسرا رسالہ "فی الوجود" اور تیسرا "رسالہ فی الکون والوجود"۔

عماد الدین اصفہانی نے انھیں اپنے عہد کا بے مثل عالم ظاہر کیا ہے۔ شیخ نجم الدین نے "مرصاد العباد" میں انھیں محو فیلسوف لکھا ہے۔ فیصل نے "تاریخ الحکماء" میں انھیں فلاسفہ یونان کا متبع ظاہر کیا ہے۔ خیام، حسن بن صباح اور نظام الملک طوسی تینوں کا ہم سبق ہونا سب سے پہلے رشید الدین معتمد جامع التواریخ نے کیا ہے لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ نظام الملک ۵۲۸ھ میں پیدا ہوا تھا اور اگر حسن بن صباح و خیام کو بھی اس کا ہم عصر قرار دیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ان دونوں نے سو سو سال سے زیادہ کی عمر پائی جو غلات واقعہ ہے۔ لیکن نظام الملک اور خیام کا حسن بن صباح سے ملنا ضرور ثابت ہے۔

خیام کو عرصہ تک شاعر ہی کی حیثیت سے لوگوں نے جانا اور سب سے پہلے ۸۷۵ھ میں ان کے مہندس و ہیئت دان ہونے کا علم REINAND کے ذریعہ سے ہوا۔ اور پھر ان کی علمی تصانیف کی جستجو شروع ہوئی، چنانچہ الجبرا، اقلیدس و ریاضی پر ان کے مخطوطات مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ "تاریخ الفی" میں ان کی ایک تصنیف میزان الحکم کا ذکر پایا جاتا ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ جڑاؤ زیور دلی کی قیمت جو اہرات علیحدہ کئے بغیر کیونکہ متعین ہو سکتی ہے، اسی طرح ایک دوسری کتاب لوازم الاماکن میں انھوں نے بتایا ہے کہ مختلف ممالک میں آب و ہوا کے اختلافات کا سبب کیا ہوتا ہے۔ خیام کی ایک اور کتاب نور و زنا نامہ ہے جس میں نور و زکی تحقیق کی گئی ہے (BROCKELMAN) نظامی عروضی اور فرزدی نے ان کی علمی تصانیف کی تعداد ۲۱ ظاہر کی ہے ان میں سے بعض کتابیں جو شائع ہو چکی ہیں یہ ہیں: رسالہ الکون والتکلیف - رسالہ الوجود - میزان الحکم۔

خیام کی رباعیاں فارسی ادب میں بڑی شہرت رکھتی ہیں، لیکن یہ بتانا مشکل ہے کہ خود ان کی رباعیاں کتنی ہیں۔ اس باب میں مستشرقین یورپ اور اور نقادان مشرق کے درمیان بڑا اختلاف ہے اور یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

حوالہ: (چہار مقالہ نظامی عروضی)

۱۲۵۔ الدار قطنی، ابوالحسن علی بن احمد بن مہدی — ولادت ۲۵۱ھ (بغداد)؛ ۳۰۵ھ — وفات: ۳۸۵ھ

نہایت مشہور محدث تھے اور تجوید و ادبیات کے ماہر۔ اُس وقت کے اصول کے مطابق انھوں نے بھی مختلف مقامات کا سفر کر کے احادیث جمع کیں اور محدثین کی صف اول میں جگہ پائی۔ انھوں نے جمع احادیث میں زیادہ تر اصول و روایت سے کام لیا اور ان کی یہ وہ خصوصیت ہے جو بہت کم دوسرے محدثین میں پائی جاتی ہے۔

ان کی تصانیف یہ ہیں:

السننہ (صرف فقہی احکام کی احادیث) — الزمات علی الصحیحین — کتاب الاربعین — کتاب لافراد — کتاب الامالی — کتاب المستنجد — کتاب لرویتہ — کتاب لضعفاء — کتاب لافرادات۔

حوالہ جات: (تاریخ بغداد خطیب بغدادی) - انساب (سمعیانی) - ابن خلکان

۱۲۶۔ الدارمی ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن بن افضل بن بہرام بن عبد الصمد التمیمی — ولادت (سمرقند) ۱۸۱ھ — وفات: ۲۵۵ھ مشہور محدث تھے اور احادیث کی جستجو میں انھوں نے خراسان، شام، عراق، حجاز و مصر کا سفر کر کے بڑے بڑے ائمہ حدیث سے استفادہ کیا۔ مسلم، ابوداؤد، الترمذی، نسائی مشہور ائمہ حدیث انھیں کے شاگردوں میں سے تھے۔

یہ سمرقند کے قاضی بھی مقرر ہوئے، لیکن صرف ایک مقدمہ کا فیصلہ کر کے استعفا دیدیا۔ بڑے زاہد و متواضع انسان تھے۔

ان کا مجموعہ احادیث ”المسند“ مشہور کتاب ہے، انھوں نے تفسیر قرآن بھی لکھی تھی اور ان کی ایک اور تصنیف ”کتاب الجامع“ بھی تھی جو ضایع ہوئی۔
حوالہ جات: (تذکرۃ الحفاظ (ذہبی)۔ الکامل (ابن اثیر)۔ تاریخ الخلفاء (دیلمی)۔ تاریخ ابوالفداء)

۱۲۷۔ الدمشقی، ابو عبد اللہ محمد بن ابی طالب الانصاری الصوفی شمس الدین — وفات (شام) : ۳۶۹ھ

عرب مورخ و جغرافیہ داں تھے۔ یہ ربوہ (شام) کے امام تھے اور یہیں انھوں نے انتقال کیا۔

ان کی کتاب ”نخبۃ الدہری“ عجائب لبر و البحر“ بڑی مشہور کتاب ہے۔ ان کی ایک کتاب سیاسیات پر بھی ہے: کتاب سیاست فی علم الریاستہ۔
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۱۲۸۔ الذمیری، محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین — ولادت (قاہرہ) : ۳۵۹ھ — وفات : ۴۱۵ھ
شافعی عالم تھے اور بہاؤ الدین بسکی کے شاگرد۔ جامع ازہر میں تفسیر، حدیث، فقہ اور فلسفہ کے استاد تھے۔ متعدد حج کئے اور مکہ میں رہ کر بھی سلسلہ درس و تدریس قائم کیا۔ یہ اپنے زہد و ورع کے لئے بہت مشہور تھے۔ المقرئ بنی ان کا جمعہ تھا اور ان سے استفادہ کرتا تھا۔
ان کی نہایت مشہور و اہم تصنیف ”حیوۃ الحيوان“ ہے جس میں تمام مشہور حیوانات کے نام، ان کی عادات و خصوصیات سے بحث کی گئی ہے۔
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۱۲۹۔ الدوانی، محمد بن اسعد جلال الدین — ولادت (دوان ضلع قازرون) : ۳۳۳ھ — وفات (شیراز) : ۳۹۶ھ
یہ فارس کے قاضی تھے اور ”مدرسہ الایتام“ کے پروفیسر بھی۔ انھوں نے فلسفہ و تصوف کی متعدد کتابوں کی شرحیں لکھیں اور فلسفہ تصوف پر خود بھی متعدد رسائل عربی میں تصنیف کئے۔

ان کی بعض تصانیف یہ ہیں:

”حاشیہ تہذیب المنطق و الکلام“ (نقازانی)۔ ”رسالۃ الزوراء“ (فلسفہ)۔ ”اخلاق ناصری کا اڈیشن“
حوالہ: (جیبیل سیر (نونزیر))

۱۳۰۔ الدیناوری، ابو حنیفہ احمد بن داؤد — ولادت (دیناور)، آغاز تیسری صدی ہجری — وفات : ۲۸۵ھ
انسانیات کی تعلیم کو قہ میں حاصل کی۔ ۳۳۵ھ میں اصفہان آ کر ہیئت کے مطالعہ میں مصروف ہوئے اور کتاب المرصد“ تالیف کی۔ اس بعد وہ اپنے وطن چلے گئے جہاں ان کی قائم کی ہوئی رصد گاہ صدیوں تک قائم رہی۔
ان کی تصنیف ”الاخبار الطوال“ تاریخ عالم کی بڑی مشہور کتاب ہے۔
حوالہ جات: (ارشاد الارباب فی معرفۃ الادیب۔ بغیۃ الوعای (سیوطی)۔ خزائن الادب)

۱۳۱۔ الذہبی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قیماز بن عبد اللہ الترمکانی الفارقی الدمشقی الشافعی

ولادت (میان قریں) : ۴۲۳ھ — وفات (دمشق) : ۴۸۸ھ

نہایت مشہور عرب محدث و مورخ تھے۔ ابتداً دمشق میں حدیث کی تعلیم پائی اور پھر سائزہ بعلبک، حلب، نابلس، اسکندریہ و قاہرہ سے استفادہ کیا۔ ابوالفداء اور ابوالوفاء ان کے ہم عصر تھے۔ جب ۳۳۵ھ میں ان کی بیانی جاتی رہی تو انھوں نے اپنے ہم عصر اکابر کے حالات بھی قلمبند کئے۔
ان کی بعض مشہور تصانیف یہ ہیں: طبقات المناقب۔ المشتبہ فی اسماء الرجال۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال۔ تجرید اسماء الصحابہ۔

اطباء النبوی - تاریخ الاسلام - الاخبار السیاست عن الدول اسلامیہ - مختصر العبر - طبقات القراء - تہذیب الکمال فی اسماء الرجال -
الستر جیل فی القرآن - معجم - کتاب العلوم - مختصر المستدرک -
حوالہ جات : (برایع الزمہور - کتاب المبتیان - نوات الوفیات - تاریخ ابوالقداء)

۱۳۲ - الرازی، ابو بکر محمد بن زکریا - ولادت (رے) : ۳۵۰ھ - وفات (رے) : ۴۲۵ھ
مشہور طبیب ریاضی دان، فیلسوف، ہیئت دان اور اہل علم الکیما - حالات زندگی بہت تاریکی میں ہیں - ریاضی، فلسفہ، ہیئت و ادبیات کا
بڑا گہرا مطالعہ کیا تھا اور عمر میں بچپن ہی میں پیدا ہونے کے بعد طب کی طرف بھی توجہ کی - پہلے رے اور پھر بغداد کے شفا خانوں کے مہتمم ہو گئے، ان کے طبیب حاذق
ہونے کی شہرت تمام ممالک میں پھیل گئی تھی لیکن امراء کے تلون تابع اور اس عہد کی گھڑی گھڑی بدلتے رہنے والی سیاسی فضا کی وجہ سے وہ ایک جگہ جم کر نہ رہ سکے
اور بار بار اپنے وطن واپس آنا پڑا - کہا جاتا ہے کہ فن طب، علی بن ربان الطبری سے حاصل کیا تھا لیکن بیان صحیح نہیں ہے - فلسفہ کی تعلیم حسب بیان
ابن ندیم و ناخر خسرو، بلخ کے کسی شخص سے پائی تھی - ان کے شاگردوں کا حال نہیں معلوم، لیکن یقینی ہے کہ اس عہد کا فلسفہ ان کے خیالات سے بہت متاثر تھا
اور خصوصیت کے ساتھ شیعہ مقلد میں ان کا اثر بہت زیادہ تھا، چنانچہ ابواسحاق ابراہیم بن فوجت نے جو اثناعشری فقیہ تھا، اپنی تصنیف، الیاقوت میں اسے
بہت کچھ استفادہ کیا ہے - فارابی، ابن ہشیم اور علی بن رضوان نے البتہ ان کے بعض نظریوں سے اختلاف کیا ہے -

فن طب میں وہ بڑی زبردست اہلیت و شخصیت رکھتے تھے - اس فن پر متعدد کتابیں تصنیف کیں، جن میں سے زیادہ مشہور کتاب ”جدری المصنوعہ“
(چھپک خسر) ہے - ان کا سب سے بڑا طبی کارنامہ تصنیف حادی (طب کی انسائیکلو پیڈیا) جس کی تالیف میں انھوں نے پندرہ سال صرف کئے، اس میں عرب
یونانی اطباء کے تجربات کے ساتھ خود اپنے ذاتی تجربات بھی قلمبند کئے ہیں - طب کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کی کتابوں میں بھی زیادہ تر اپنے ہی تجربات
پر مبنی ہے اور دوسرے حکماء کے اقوال پر مبنی نہیں کیا -

طبیعیات، ریاضی، ہیئت وغیرہ پر متعدد کتابیں لکھیں جو سب کی سب ضائع ہو گئیں - صرف ”علم الجیل والحرکات“ (MECHANICS)
پر ان کی کتاب ”میزان طبیعی“ کا خلاصہ ہم تک پہنچا ہے - ”مابعد الطبیعیات“ پر جو کچھ لکھا اس کا بھی بہت تھوڑا حصہ باقی رہا جس کا ذکر البیرونی نے
کیا ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ پانچ چیزوں کو قدیم تسلیم کرتے تھے (خالق، روح، مادہ، وقت اور فضا) کیونکہ خدا کے تصور کے ساتھ ان چیزوں کو
قدیم تسلیم کرنا ضروری ہے - طبیعیات میں وہ افلاطون و سقراط کے نظریوں کو صحیح سمجھتے تھے اور متکلمین کے مخالف تھے - تخلیق کے باب میں وہ اس بات کے
قابل تھے کہ کائنات (مادی مطلقہ) کی تخلیق سے قبل منتشر جزئ لائینجری (ATOMS) پائے جاتے تھے اور انھیں اجزاء سے بعد کو زمین، ہوا،
پانی، آگ اور سیارے وجود میں آئے -

اخلاقیات میں وہ ترک دنیا کے قابل نہ تھے - مذہبیات میں انھوں نے معتزلہ کی بھی مخالفت کی ہے اور غالی شیعوں کی بھی - ان کے دہریہ یا
مخد ہونے کے ثبوت میں ان کی دو کتابیں پیش کی جاتی ہیں :

”مخارق الانبیاء“ - ”نقد الادیان“ - ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ (۱) ان کے نزدیک تمام انسان فطرًا یکساں و برابر ہیں -
(۲) انبیاء کسی خاص ذہنی یا روحانی برتری کے حامل نہیں تھے - (۳) معجزے مکر و فریب ہیں یا محض قصے کہانیاں - (۴) دنیا میں جنگ کا فساد
کا باعث صرف مذہب ہے - (۵) عقل مذہب میں تطابق ممکن نہیں - (۶) الہامی کتابوں سے زیادہ انسانی خدمت افلاطون، ارسطو، اقلیدس
اور بقراط نے کی ہے -

حوالہ جات : (فہرست (اخبار ندیم) - تاریخ الحکماء (تفطی)، ابن خلدان)

۱۳۳ - الراغب الاصفہانی ابوالقاسم حسین بن محمد بن الفضل - وفات : ۵۰۰ھ (غالبا) -
عرب فقیہ تھے - ان کے حالات زندگی تاریکی میں ہیں - بعض انھیں معتزلی کہتے - لیکن فخر الدین رازی نے اپنی کتاب اساس التقدیس میں اس کی
تردید کی ہے - ان کا مطالعہ قرآن بہت وسیع تھا اور ان کی تصنیف ”مقدمۃ التفسیر“ سے بیضا آدی نے بہت استفادہ کیا - انھوں نے ایک لغت قرآنی

بھی مرتب کیا تھا جس کا نام ”مفردات الفاظ القرآن“ تھا۔ ان کی دوسری اہم تصانیف یہ ہیں:

حل مشبہات القرآن - کتاب لذریعۃ الی مکارم الشریعۃ - محاضرات الادب و محاورات الشعراء - ادب شطرنج - تحقیق البیان -
حوالہ جات: (بغیۃ الوعای سیوطی) - طبقات المفسرین (ذہبی)

۱۳۴ - الرازی، احمد بن محمد القناری - ولادت (اسپین): ۲۸۸ھ - وفات: ۳۳۵ھ -
اندلس کے مشہور مورخ تھے اور سائڈ قرطبہ سے تعلیم پائی تھی۔ تاریخ کی متعدد کتابیں لکھیں: تاریخ ملوک لاندلس
کتاب الاستیعاب (اسپینی عرب خاندانوں کے نسب نامے) - جغرافیہ پر بھی انھوں نے ایک کتاب ”مسالک لاندلس“ لکھی تھی
حوالہ جات: (تاریخ علماء اندلس) (ابن الفرضی) (بغیۃ الملتبس) (ضبی) - نفح الطیب (مقاری)

۱۳۵ - رشید الدین طبیب، فضل اللہ رشید الدین بن عماد الدولہ ابوالخیر - ولادت (بہران): ۲۴۵ھ -
ایران کے مشہور طبیب و مورخ تھے۔ منغل فرمانروا اباغاقاں کے زمانہ میں ان کی شہرت شروع ہوئی اور غار آقاں کے عہد میں مورخ دربار ہو گئے جب
اوچائیو فرمانروا ہوا تو ان کا ستارہ اقبائی عروج پر پہنچ گیا اور پہلے اندازہ دولت کرائی۔ چنانچہ جب نیاپاپ تخت سلطانیہ تعمیر ہونے لگا تو اس کا ایک حصہ خود
انھوں نے اپنے صوف سے بنوایا جسے ”ربیع الرشید“ کہتے ہیں اور ہزاروں مکانات کے علاوہ مدرسہ، مسجد اور اسپتال بھی قائم کیا۔ ان کا اثر اتنا قوی تھا کہ
اوچائیو کو شافعی بنادیا۔ اسی زمانہ میں شہباز الدین سہروردی اور جمال الدین بصرہ سے سائڈ ہارکرنے کے الزام میں ماخوذ تھے لیکن رشید الدین کی سفارش سے انکی
جان بچ گئی۔ ان کے اس زبردست اقتدار کی وجہ سے ان کے دشمن بہت ہو گئے، اس لئے جب اوچائیو کا انتقال ہوا تو اس کا زوال شروع ہوا یہاں تک
کہ ۳۵۸ھ میں انھیں خواجہ ابراہیم کے اس الزام پر قتل کر دیا گیا کہ انھوں نے اپنے آقا اوچائیو کو زہر دیا تھا۔ اور اس کا آہا د کیا ہوا محلہ ربیع الرشید یہ لوٹ کر
مسافر کر دیا گیا۔ ان کا بڑا لڑکا غیاث الدین رہ گیا تھا، لیکن ۳۵۸ھ میں اسے بھی قتل کر دیا۔ اس کے ۸۰ سال بعد تیمور کے بیٹے میران شاہ نے قبر گھوڑا کر
ان کی ہڈیاں یہودیوں کے قبرستان میں دفن کرادیں۔

جامع التواریخ ان کی نہایت مشہور تاریخ ہے جو مغلوں کی بڑی مستند تاریخ ہے۔ انھوں نے اس کتاب کی متعدد نقلیں کرا کے مختلف شہروں میں روانہ
کیں تاکہ وہ ضایع نہ ہو سکے، لیکن پھر بھی یہ آرزو پوری نہ ہوئی اور اس وقت اس کتاب کا کوئی مکمل نسخہ موجود نہیں ہے۔ ان کی دوسری تصانیف کی فہرست یہ
کتاب للاحیاء والآثار (معدنیات، فلاحات، فن تعمیر، جہاز سازی، شہر کی کھنڈیاں پالنے کے متعلق عام معلومات) - توجیہات (تصوف و فقہ)
مفتاح التفاسیر - رسالۃ السلطانیہ (فقہی مناظرہ) - لطائف الحقائق -
حوالہ: (براؤن)

۱۳۶ - الزمخشری، ابوالقاسم محمود بن عمر - ولادت (خوارزم): ۳۶۵ھ - وفات (خوارزم): ۴۳۸ھ -
ایرانی نسل تھے اور فقہ و ادبیات کے اہرہ فقہ میں اصول اعتزال کے موید تھے اور ادبیات میں عرب کے بڑے بڑے صاحب زبان ادیبوں کے
ہم پایہ سمجھے جاتے تھے۔

ان کی تفسیر ”کشاف“ بڑی مشہور کتاب ہے اور درسیات میں شامل ہے۔ قواعد میں ان کی کتاب ”المفصل“ ان کی بہترین تصانیف میں
شمار کی جاتی ہے۔ ان کی دوسری تصانیف یہ ہیں:

مقدات الادب - المستقصی فی الامثال - نوابغ الکلم - ربیع الامبار -
حوالہ جات: (ابن خلکان - سیوطی - یاقوت)

۱۳۷ - بسکی، تقی الدین ابوالحسن علی - ولادت: ۶۸۳ھ -
بسک (ضلع منبج) کا ایک مشہور فاضل خاندان تھا جس کے اکثر افراد عہدہ قضا و افتاء تک پہنچے۔ یہ سب شافعی مسلک کے پیرو تھے۔ ان میں
تقی الدین نے خاص شہرت حاصل کی اور کثیر تصنیف اپنے بچہ چھوڑیں۔ ان کی تعلیم قاہرہ میں ہوئی اور دمشق و قاہرہ میں مفتی و قاضی کے عہد پر ممتاز

۴۔ تصانیف کیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

الدر النظیم (تفسیر)۔ ابتہاج فی شرح المنہاج۔ الاعتبار فی بقاء الجنة والنار۔ کشف الدسائس فی ہدم الکناہس۔
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامية)

۱۳۸۔ سیاوندی، ابو الفضل محمد بن طیفور الغزنوی

وفات: ۵۶۰ھ

علم قرأت کے ماہر تھے اور قرآن میں علامات ”اوقاف“ وغیرہ کے بڑے عالم۔ انھوں نے اپنی کتاب ”کتاب الوقف والابتداء“ میں اوقاف کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور ان کی علامات بھی مقرر کی ہیں

حوالہ جات: (کشف الظنون (عاجی خلیفہ)۔ طبقات المفسرین (سیوطی))

۱۳۹۔ سیاوندی، سراج الدین ابوطاہر محمد بن محمد بن عبد الرشید

(چھٹی صدی ہجری)

حنفی فقیہ تھے۔ ۵۹۰ھ کے قریب پائے جاتے تھے۔ ان کی تصنیف کتاب الفرائض جو سراجہ کے نام سے بھی مشہور ہے، مسئلہ وراثت میں بڑے معرکہ کی کتاب ہے جو درس نظامی میں بھی شامل ہے اور اب تک پڑھائی جاتی ہے۔

حوالہ: (کشف الظنون (عاجی خلیفہ))

۱۴۰۔ سرخشی، شمس الاممہ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل

وفات: ۸۳۳ھ

پانچویں صدی ہجری میں ماوراء النہر کے مشہور حنفی فقیہ تھے۔ حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں۔ بخارا میں عبدالعزیز ملوانی سے تعلیم پوری کی اور پھر ازجند کے قراخانی دربار سے وابستہ ہو گئے۔ لیکن خاقان حسن فرمانروائے ازجند نے قید کر دیا کیونکہ انھوں نے خاقان کی ایک شادی کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیدیا تھا وہ گیارہ سال تک مقید رہے لیکن وہ قید ہی میں طلبہ کو درس دیتے اور اپنی تصانیف زبانی تشریح کرتے رہتے تھے۔ ان کی کتابوں میں مبسوط (فقہ ۴ جلدیں)۔ اصول الفقہ (۲ جلد) اور شرح المیر الکبیر بہت مشہور ہیں۔ جب وہ سیر کی جو تھی جلد لکھوار ہے تھے تو زبانی لفظی اور اس کے باقی حصے مرفعیان کے فرمانروا امیر حسن کے دربار میں رہ کر پورے کئے۔

انھوں نے طحاوی کی مختصر خصائص کی کتاب الحلیل، شیبانی کی کتاب الکسب کی شرحیں بھی لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں۔
حوالہ جات: (فوائد النباہیہ (عبدالحی لکھنوی))

۱۴۱۔ سفیان الثوری، ابو عبید اللہ سفیان بن سعید

ولادت: ۹۷ھ

وفات: ۱۶۱ھ

دوسری صدی ہجری کے نہایت مشہور صوفی فقیہ و محدث تھے اور اپنے زہد و ورع کے لحاظ سے خاص شہرت کے مالک تھے۔ حدیث کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی جو اپنے وقت کے مشہور محدث تھے۔ وہ امراء سے دور رہتے تھے۔ انھوں نے کوئی دنیاوی عہدہ قبول کیا اور نہ کسی امیر کی امداد طلب کی۔ فن حدیث میں بعض انھیں مالک بن انس پر بھی ترجیح دیتے تھے اور بعض نے ان کو دوسرے درجہ کا محدث قرار دیا ہے کیونکہ ان کے یہاں تدلیس پائی جاتی ہے۔ حدیث میں الجامع الکبیر۔ الجامع الصغیر ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ انھوں نے تفسیر قرآن بھی لکھی اور ”کتاب الفرائض“ بھی۔ کہا جاتا ہے کہ فقہ میں انھوں نے ایک خاص مسلک ایجاد کیا تھا جو چل نہ سکا۔ یہ سلسلہ تصوف ان کا شمار اکابر صوفیہ میں ہوتا ہے۔
حوالہ: (تذکرۃ الحفاظ (ذہبی))

۱۴۲۔ سلیمان المہری

(نویں صدی ہجری)

فن جہاز رانی کے مشہور ماہر تھے اور سمندروں کے راستے سے وہ اتنا واقف تھے کہ ”معلم البحار“ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ ان کا زمانہ نویں صدی ہجری کا تھا۔ ان کے حالات زندگی نامعلوم ہیں، لیکن جو تصانیف وہ چھوڑ گئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے فن کے کئے پڑے ماہر تھے ان کی ایک تصنیف ”تحفۃ النھول“ ہے جس میں سیاروں کے سمت و رفتار کے پیش نظر جہاز رانی کے اصول بتائے گئے ہیں۔
دوسری تصنیف ”قلاؤۃ الشمس و استخراج قواعد الاسوس“ ہے۔ اس میں مختلف زمانوں کی تقویم سے گفتگو کی گئی ہے۔

تیسری تصنیف ”العمدة المہریہ فی ضبط العلوم البحریہ“ ہے۔ اس میں فن جہاز رانی و سیاحت بحر کی اصول بتائے گئے ہیں۔
چوتھی کتاب ”المنہاج الفاخر فی علم البحر الذخر“ ہے۔ اس میں مختلف ملکوں کے بحر راستوں اور سواحل کا تفصیلی ذکر پایا جاتا ہے۔
پانچویں کتاب ”شرح تحفة الفحول“ ہے۔

ان کی تمام تصانیف بڑی استنادی حیثیت رکھتی ہیں اور یورپ کی تمام زبانوں میں ان کا ترجمہ ہو چکا ہے۔
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامی)

۱۳۳- سمہودی، نور الدین ابوالحسن علی بن عبد اللہ بن احمد — ولادت (سمہود): ۱۱۴۴ھ — وفات: ۱۲۱۱ھ
۹ سال کی عمر میں یہ قاترہ گئے اور وہاں کے اکابر علماء سے تحصیل علم کی۔ یہ عراقی کے قریب ہوئے اور سند خلافت حاصل کی۔ مدینہ کے دوران قیام میں مدینہ کی ایک مبسوط تاریخ لکھی اور اس کا خلاصہ وفاء الدینی کے نام سے مرتب کیا۔ انھوں نے اور بھی متعدد کتابیں حدیث، فقہ اور نحو پر تصنیف کیں۔
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۱۳۴- سنائی ابوالمجد مجید و دین آدم — وفات: ۱۱۲۶ھ
دربار غزنوی کے مشہور فیلسوف شاعر تھے۔ ابتدائی زمانہ سرزمین عراق کی مداحی میں بسر کیا لیکن بعد کو یہ مشغلہ ترک کر کے قزوین گئے اور مرتاض زندگی شروع کی۔ وہ ان کے علاوہ (جو ۲۰ ہزار ابیات پر مشتمل ہے) دیکھا، اور منظوم کتاب لکھی جس کا نام ”سند بقیۃ الحقیقت“ ہے اور جو حدیث، حکیم سنائی کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں اصول نے مذہب و اخلاق کے بعض ایسے نظریے پیش کیے جو قدامت پرست علماء کے نزدیک گمراہ کن تھے اس کے علاوہ اس کی سرشتش کی کہ اس کتاب کو مردود و فاسد قرار دیا ہے، لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ اخیر عمر میں وہ غم آگئے تھے۔

ان کی دوسری شایاں ہیں: طرائق التحقیق — غریب اور — ریز العیارات فی المعاد — کارنامہ — عشق نامہ — عقل نامہ —
حوالہ جات: (تذکرۃ الشعراء و دولہ شاد) — آتشکدہ (مظن علی بیگ) — لبالب لالباب (عونی)

۱۳۵- اسہروردی، شہباز ابن یحییٰ بن خباز بن امیرک (المقتول) — ولادت: ۱۱۴۴ھ — وفات: ۱۲۱۱ھ
مرغان میں فلسفہ و تصوف کی تعلیم پائی۔ پہلے اصفہان میں قیام کیا، پھر بغداد و حلب میں۔ اول اول حلب کے گورنر الملک اظہار (صلاح الدین) کے بیٹے نے ان کی بڑی قدر افزائی کی، لیکن بعد کو جب ان کے عقاید کی طرف سے قدامت پرست علماء اظہار کے احتجاج کیا تو ان کو قتل کر دیا (۱۲۱۱ھ) جبکہ ان کی عمر صرف ۳۶ یا ۳۸ سال کی تھی۔

وہ فلسفہ میں ارسطاطالیس اور ابن تیمنا کے تابع تھے، انھوں نے فلسفہ، مذہب اور تصوف تینوں کو ملا کر ایک نیا نظریہ مذہب و اخلاق کا پیش کیا جس پر انھوں نے اپنی مشہور کتاب حکمت الاشراق میں تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ انھوں نے افلاطونیت جدیدہ (NEOPLATONISM) کو نیا رنگ دے کر ایک جدید راہ فلسفہ کی پیدا کی جسے حکمت اشراق کہتے ہیں اور اسی لئے انھیں جماعت اشراقیہ کا مؤسس و بانی کہا جاتا ہے۔
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۱۳۶- سیبویہ، ابولشعر عمر بن عثمان بن قنبر — وفات: ۱۱۴۱ھ

عربی زبان کے نہایت مشہور و مقبول نحوی۔ یہ قنبر حارث بن کعب کے مولیٰ تھے۔ سیبویہ عرفیت تھی جس کے مفہوم میں بہت اختلاف ہے بعض ادبیات عرب کے ماہرین کا خیال ہے کہ اس کے معنی ”سبب کی خوشبو“ کے ہیں۔ ان کی تاریخ پیدائش و وفات اور زندگی کے دوسرے حالات تاریخی میں ہیں تاہم اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ شیراز کے منسقات مونسع البیضا میں پیدا ہوئے تھے۔ عنفوان شباب میں ہجرہ گئے اور وہاں کے اکابر علماء سے تحصیل علم کی جن میں خلیل بن احمد (مشہور ماہر زبان) کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ خلیل کا انتقال ۱۱۴۱ھ میں ہوا اور کہا جاتا ہے کہ اس کے دو سال بعد سیبویہ کا بھی انتقال ہو گیا جبکہ ان کی عمر صرف ۳۳ سال کی تھی۔ ان کی جا و وفات میں بھی اختلاف ہے۔ بعض سادہ بتاتے ہیں کہ بعض شیراز۔ سیبویہ کے فضل و کمال کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ان کا انتقال عین عالم شباب میں ہوا لیکن پھر بھی انھوں نے عربی دنیا میں اتنی شہرت حاصل کر لی کہ انکی

مرتب کی ہوئی نحو آج تک رائج ہے اور ہر عربی مدرسہ کا طالب عالم اس سے مستفید ہوتا ہے، کسائی بھی اسی زمانہ کے دوسرے بہت مشہور نحوی تھے اور یحییٰ برکی کے دبار میں ان دونوں کے درمیان زبان کے ایک خاص مسئلہ پر بحث بھی ہوئی تھی جس میں سیبویہ کو شکست کھانا پڑی کیونکہ ایک بدوی نے کسائی کے حق میں رائے دی تھی۔ ہر چند یحییٰ نے انھیں بہت افحام دیا لیکن اپنی شکست کا اثر اتنا لیا کہ وہ اپنے گھر چلے گئے اور پھر عراق واپس نہ آئے۔ انھوں نے بصرہ اور کوفہ کے دو اسکول بڑے مشہور تھے۔ سیبویہ بصرہ اسکول کے نحوی تھے اور بڑی زبردست اسنادی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا کمسنی میں انتقال ہو گیا اس لئے خود طلبہ کو درس دینے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن اس کے بعد ان کے اسناد و اخفش نے سیبویہ کی کتاب نحو میں بہت کچھ اضافہ کر کے طلبہ کو پڑھانا شروع کیا۔

سیبویہ کی کتاب النحو کی متعدد شرحیں لکھی گئیں اور یورپ کی مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا، انھوں نے اپنے اصول قواعد کی ترتیب میں چونکہ قرآن کی آیات اور قدیم کلاسیکل شاعروں سے مدد لی تھی اس لئے کسی کو ان کی کتاب پر حروف رکھنے کی جرأت نہ ہوسکی اور تمام دینے ان کی پابندی و تقلید کی، چنانچہ المبرد - الاخفش - الرمائی - ابن السراج - زحشری - ابن الحاجب - ابو العلاء المعری - ایسے اکابر ادب سب کے سب سیبویہ کے مقلد تھے۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - سیوطی - کشف الظنون - حاجی خلیفہ)

۱۴۷- سیراف، ابو سعید الحسن بن عبد اللہ بن المرزبان ولادت (سیراف) ۲۸۹ھ یا ۲۹۰ھ - وفات ۳۴۳ھ
ابتدائی تعلیم نحو و فقہ کی وطن میں ہوئی۔ ۲۰ سال کی عمر سے پہلے پہلے عمان چلے گئے اور وہاں حنفی فقہ کی تکمیل کی اس کے بعد وہ مصر گئے اور نحو کی تعلیم پوری کی۔ پھر بغداد گئے اور ابو بکر ابن درید کے شاگرد ہو گئے۔ انھوں نے ادبیات کے علاوہ ریاضی، فقہ، حدیث اور علوم قرآنیہ میں بھی جہارت تامہ حاصل کی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ معتزلی تھے لیکن ان کی تحریروں سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ ۴۰ سال تک بغداد میں مفتی کی خدمات انجام دیں۔ وہ بڑے زاہد و متواضع شخص تھے اور کتابوں کی نقلیں کر کے جو کچھ ملتا تھا اسی پر قناعت کرتے تھے۔ ان کے علم و فضل کا شہرہ اس قدر عام تھا کہ دنیا کے اسلامی کے اکثر سلاطین و امراء ان سے مراسلت کرنا اپنا فخر جانتے تھے۔ سامانی فرمانروا نوح بن نصر نے ایک بار ان سے ۴۰۰ سوالات کئے اور انھوں نے ان سب کا جواب دیا۔ اسی طرح امراء دلم و مصر ذریعہ تحریروں سے علمی استفادہ کرتے رہتے تھے۔ ان کے سوانح نگاروں نے ان کی تصانیف کا ذکر کیا ہے جن میں صرف ایک یعنی شرح کتاب النحو (سیبویہ) باقی رہی۔ دوسری تصانیف کے نام یہ ہیں:

المقصودہ (شرح قصیدہ ابن درید) - الفات القطع والوصل (نحو) - شواہد سیبویہ - الدخل الی کتاب سیبویہ - الوقف والابتداء (قرات) - صناعة الشعر والبلاغة - اخبار النخاع البصری - الجزیرۃ العربیہ (جغرافیہ) - حوالہ جات: (انباری - سیوطی - ابن ندیم - یاقوت)

۱۴۸- السیوطی، ابو الفضل عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد جلال الدین الشافعی - ولادت (قاہرہ) ۷۹۸ھ - وفات ۸۵۱ھ
عبد الملک میں مصر کے نہایت مشہور مصنف و مورخ۔ ان کا خاندان فارسی تھا جو پہلے بغداد میں رہتا تھا اور پھر سیوط میں رہنے لگا تھا۔ ان کے باپ مدرسہ شیونہ میں فقہ کے مدرس تھے۔ والد کے انتقال کے بعد ان کے ایک صوفی منش دوست نے سیوطی کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ ۸۱۶ھ میں تعلیم شروع ہوئی اور تکمیل مصر کے مختلف مقامات میں جا کر کی۔ ۸۴۲ھ میں اپنے باپ کی جگہ مدرسہ شیونہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۸۹۱ھ میں مدرسہ بیرسیہ کے حتم ہو گئے۔

انھوں نے ۷۰ سال کی عمر سے لکھنا شروع کیا اور مختلف علوم و فنون میں جہارت رکھنے کی وجہ سے بہت متنوع مباحث پر قلم اٹھا یا۔ ان کی چھٹی بڑی جلد تصانیف کی تعداد فلوجل (FLUGEL) نے ۵۶۱ بتائی ہے۔ ان کی تصنیف ”ترجمان القرآن فی التفسیر المسند“ بڑی مشہور کتاب تھی جس میں تمام وہ احادیث جمع کی گئیں جن سے تفسیر قرآن میں مدد ملتی ہے۔ بعد کو اس کا خلاصہ انھوں نے ”الدر المنثور“ کے نام سے مرتب کیا

انہوں نے اسی سلسلہ میں ایک کتاب ”مفہمات الاقران فی مبہمات القرآن“ بھی تحریر کی اور دوسری آیات کی شان نزول پر باب النقول فی اسباب النزول“ تصنیف کی۔ یہ کتاب دراصل ان کے استاد المحقق جلال الدین نے شروع کی تھی لیکن اس کو پورا کیا سیوطی نے۔ اسی لئے یہ کتاب تفسیر الجلالین کے نام سے مشہور ہے، کیونکہ اسے جلال الدین نام کے دو آدمیوں نے مرتب کیا تھا۔ سیوطی نے ایک اور نہایت بسیط تفسیر ”مجمع البحرین“ مطلع المبرین“ کے نام سے لکھنا شروع کی تھی مگر وہ پوری نہ ہوئی یا ضایع ہو گئی اس کا حال معلوم نہیں۔ صرف اس کا دیباچہ ہم تک پہنچا ہے جس کا نام ”التبجیر فی علوم التفسیر“ ہے اور جسے انہوں نے علیحدہ شایع کیا تھا۔ بعد کو علامہ زرخشیری کی ”کتاب لبریان فی علوم القرآن“ سے استفادہ کر کے اسی موضوع پر ایک نہایت بسیط تصنیف اتقان کے نام سے کی۔ اسی سلسلہ میں ان کی ایک کتاب ”طبقات المفسرین“ بھی ہے اور دوسری ذہبی کی ”طبقات الحفاظ“ کی شرح۔

انہوں نے ایک کتاب میں اقوال رسول بھی ایک جگہ اکٹھا کئے تھے جس کا نام جامع المسانید ہے اسی کو جامع الجوامع اور جامع الکبیر بھی کہتے ہیں اس کتاب کا اختصار بھی انہوں نے جامع الصغیر کے نام سے کیا تھا۔ انہوں نے ایک اور کتاب ”کنز العمال“ کے نام سے مرتب کی جس میں رسول اللہ کے اقوال و اعمال کو جمع کرا یا تھا۔

ایک کتاب خصائص نبوی پر بھی انہوں نے لکھی جس کا نام ”کفایت الطالب للیبیب“ تھا۔ نقد حدیث پر بھی انہوں نے ایک تصنیف کی جس میں موضوع احادیث پر گفتگو کی گئی ہے، اس کا نام ”لآئی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ“ ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ عقاید معاد پر بھی انہوں نے متعدد رسائل لکھے مثلاً: ”شرح الصدور فی شرح حال الموتی فی القبور“ — ”الدرر الحصان فی البعث و نعیم الجنان“

ادبیات و لسانیات کے سلسلہ میں ان کی کتاب ”المنظر فی علوم اللغة“۔ ادبی انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی ایک نہایت مشہور کتاب اس سلسلہ کی ”بغیۃ الوعات“ ہے جو ادبی تاریخ کی حیثیت رکھتی ہے۔ علم نجوم پر بھی ان کی ایک تصنیف پائی جاتی ہے، ”الفریدہ فی النجوم المتصرفین والخط“ تاریخ میں انہوں نے تین کتابیں بڑے معرکہ کی لکھیں ایک دنیا کی تاریخ ”برائع الظہور فی وقائع الدہور“۔ دوسری ”تاریخ الخلفاء“ اور تیسری تاریخ مصر ”حسن المحاضرہ“

جہنمات و شہوانیات پر بھی ان کی کتابیں پائی جاتی ہیں۔ اسلامی دنیا میں سیوطی کا سا علم و فضل اور ذوق تصنیف رکھنے والے کم لوگ پیدا ہوئے۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامی)

۱۴۹۔ شافعی الامام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس

ولادت (غزوہ): ۱۵۱ھ - وفات (فسطاط): ۲۰۴ھ

شافعی فقہ کے امام تھے۔ ان کے حالات زندگی غیر مصدق روایات کا مجموعہ ہیں، اس لئے صحیح تاریخی حیثیت متعین کرنا مشکل ہے۔ مسعودی سب سے پہلا مورخ ہے جس نے ان کا ذکر کیا ہے، یہ نسب ہاشمی تھے۔ باپ کا انتقال بہت کمسنی میں ہو گیا اس لئے ماں نے نہایت غربت کے عالم میں ان کی پرورش کی اور ان کو بدوی قبائل کے سپرد کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قدیم ادبیات عربی کے ماہر ہو گئے یہاں تک کہ اجمعی ایسے لوگوں نے ان سے عربی ادب کے رموز و نکات حاصل کئے۔ مکہ میں انہوں نے حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ۲۰ سال کی عمر میں مدینہ گئے اور مالک بن انس کی وفات (۱۷۹ھ) تک ان کے ساتھ رہے۔ اس کے بعد وہ یمن گئے اور علویین کے شریک ہو گئے اور ۱۸۱ھ میں مصر گئے، سات سال کے بعد یہ بغداد واپس آئے اور مدرس ہو گئے۔ ۱۹۸ھ میں یہ پھر مصر گئے لیکن جلد ہی کہہ واپس آئے اور ۲۰۴ھ میں دوبارہ مصر گئے اور آخر وقت تک یہ رہے۔ یہ اصول فقہ کے بانی سمجھے جاتے ہیں اور مسایل فقہ میں روایت کے ساتھ رائے سے کام لینے کا اصول انہوں نے رائج کیا۔ ان کی تصنیف کتاب الام ان کے مسلک کی بنیادی چیز ہے۔ جس کا ذکر سب سے پہلے بیہقی اور غزالی نے کیا۔ ان کی یہ کتاب مجموعہ ہے ان متعدد رسائل کا جو مکالمہ کی صورت میں تحریر کئے گئے اور جس میں تمام فقہی مسایل پر بحث کی گئی ہے۔ اس میں مسند شافعی بھی شامل ہے جس میں انہوں نے مختلف ذرائع سے احادیث جمع کی تھیں۔ معلم حدیث کی حیثیت سے بغداد اور قاہرہ ان کے خاص مرکز تھے اور احمد بن حنبل انہیں کے شاگرد تھے۔ شافعی مسلک عرب میں بہت مقبول ہوا چنانچہ

نسائی (محدث)، اشعری، ماوردی، الشیرازی، امام الحرمین، غزالی، رافعی، نووی سب شافعی مسلک کے علماء تھے۔
حوالہ جات: (کتاب الانساب (سمعی)، ارشاد الاریب (یاقوت)، ابن خلکان)

۱۵۰۔ اشعری، ابو عمر عامر بن شراحیل بن عمر الشعمی — ولادت: ۱۹۰ھ — وفات: ۲۸۰ھ
ابتداءً عہد اسلام کے قاری و محدث تھے۔ ان کے باپ بھی کوفہ کے نہایت مشہور قاری تھے۔ جب حجاج کوفہ کا گورنر ہو کر آیا تو شعبی کو بلایا اور انکی معلومات کو دیکھ کر کچھ وظیفہ مقرر کر دیا۔ جب عبدالرحمان بن الاشعث نے حجاج کے خلاف فوج کشی کی تو شعبی، حجاج کے خلاف ہو گئے اور اشعث کی شکست کے بعد یہ جان بچا کر فرغانہ چلے گئے، لیکن حجاج ان کو گرفتار کر لیا، لیکن بعد کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد یہ خلیفہ عبدالملک کے دربار سے وابستہ ہو گئے اور خلیفہ کے انتقال پر پھر کوفہ چلے گئے۔ شعبی نے ۵۰۰ صحابہ سے احادیث روایت کی ہے۔ ابو حنیفہ انھیں کے شاگرد تھے۔
حوالہ جات: (کتاب الاغانی، انساب (سمعی)، ابن خلکان، تہذیب (ابن حجر)

۱۵۱۔ الشہرستانی محمد بن عبدالکریم — ولادت (شہرستان): ۲۹۰ھ — وفات (شہرستان): ۳۵۰ھ
مشہور مورخ تھے۔ فقہ و دینیات انھوں نے جرجانیہ اور نیشاپور میں حاصل کیں۔ ابن خلکان انھیں اشعری اسکول سے متعلق کہتا ہے اور سمعی ان کو اسماعیلیہ مسلک کی طرف مایل پاتا ہے۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد تین سال بغداد میں صرف کئے اور پھر اپنے وطن آ گئے اور آخر وقت تک وہیں رہے۔

متعدد کتابیں لکھیں۔ لیکن ان کی شہرت و عظمت کا مدار ”کتاب الملل والنحل“ پر ہے جو مختلف مذاہب و مسالک کی بڑی جامع و مشہور کتاب ہے۔ اس تصنیف کا اہم ترین حصہ وہ ہے جس میں انھوں نے معتزلہ، شیعہ، ثنوی اور صابین کے عقاید سے بحث کی ہے۔ اس میں بودھ کی تعلیمات پر بھی گفتگو کی گئی ہے اور ہندوؤں کے مذہبی مراسم کا بھی ذکر پایا جاتا ہے۔

ان کی دیگر تصانیف یہ ہیں: ”نہایت الاقدام فی علم الکلام“، ”مفاتیح الفلاسفہ“، ”تاریخ الحکماء“۔
حوالہ جات: (ابن خلکان، یاقوت، سمعی)

۱۵۲۔ شیبانی، ابو عمر اسحاق بن مرار — ولادت: ۲۹۰ھ — وفات: ۳۸۰ھ
ایرانی النسل تھے لیکن قبیلہ شیبان کا مولیٰ ہونے کی وجہ سے شیبانی کہلانے لگے۔ کوفہ کے بڑے زبردست نحوی اور محدث ہونے کی حیثیت سے بڑا مرتبہ رکھتے تھے۔ انھوں نے زبان سیکھنے کے لئے کافی زمانہ قبایل میں صرف کیا اور بڑے بڑے علماء کوفہ سے تحصیل علم کی۔ انھوں نے شعراء قدیم کا ایک بڑا اچھا انتخاب مرتب کیا تھا جس سے تذکرہ نگاران مابعد نے بڑا استفادہ کیا۔

ان کی صرف ایک تصنیف باقی رہی جس کا نام کتاب الجیم ہے۔ یہ عربی زبان کا لغت تھا جسے وہ پورا نہ کر سکے۔ ان کی دوسری تصانیف جو ضایع ہو گئیں یہ تھیں: غریب المعانی، کتاب النخل، غریب الحدیث، کتاب اللغات، کتاب النوادر۔
حوالہ جات: (فہرست (ابن ندیم)، طبقات النحاة (زمبیدی)، نزهت (انباری)

۱۵۳۔ شیبانی، ابو عبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد — ولادت (واسط): ۲۹۰ھ — وفات (خراسان): ۳۸۰ھ
قبیلہ بنو شیبان کے مولیٰ تھے اور حنفی فقہ کے بڑے ماہر۔ اہل زانی تعلیم کوفہ میں مولیٰ اور ۳۴ سال کی عمر میں امام ابو حنیفہ کی شاگردی اختیار کی لیکن فقہ کی تکمیل ابو یوسف سے کی۔ حدیث سفیان ثوری اور مالک بن انس سے پڑھی۔ ۲۰ سال کی عمر میں وہ مسجد کوفہ میں فقہ و حدیث پر لکچر دیا کرتے تھے۔ ایک بار ہارون الرشید نے زید بن امام جحیفی بن عبداللہ کے بارہ میں دریافت کیا تو انھوں نے خلیفہ کے منشاء کے خلاف رائے دی اور خلیفہ نے اسے ناخوش ہو گیا۔ جب ہارون الرشید نے پایہ تخت رقعہ کو قرار دیا تو انھیں یہاں کا قاضی بنا دیا۔ ۶۰ سال بعد ۳۸۰ھ میں اس نے مرگ۔
حوالہ جات: (ابن ندیم، فہرست (ابن ندیم)، طبقات النحاة (زمبیدی)، نزهت (انباری)

وہ اصول فقہ میں ”رائے“ سے کام لینے کے موید تھے۔ حنفی فقہ کی تدوین میں ان کا بڑا ہاتھ تھا۔ امام شافعی انھیں کے شاگرد تھے۔

ان کی بعض اہم تصانیف جن میں امام ابو حنیفہ کے فقہی نظریوں کو پیش کیا گیا ہے یہ ہیں: ”کتاب الاصل فی الفروع“۔ ”کتاب جامع الکبیر“۔
جامع الصغیر۔ کتاب السیر الکبیر۔ کتاب الآثار۔

انھوں نے اپنے استاد مالک بن انس کی موطا کا نسخہ بھی کافی حذف و اضافہ کے ساتھ مرتب کیا جو بہت مقبول ہوا۔
حوالہ جات: (طبقات ابن سعد)۔ معارف (ابن قتیبة)۔ طبری۔ فہرست (ابن ندیم)۔ معانی خطیب بغدادی۔ ابن خلکان

۱۵۴۔ الشیرازی، ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الفیروز آبادی — ولادت (فیروز آباد): ۳۹۳ھ - وفات: ۴۶۶ھ
مشہور شافعی فقیہ تھے۔ فقہ کی تعلیم شیراز و بصرہ میں حاصل کی اور پھر اصول فقہ سیکھنے کے لئے بغداد گئے اور وہیں درس و تدریس کا سلسلہ
شروع کیا (۳۹۳ھ)۔ چند دن میں ان کی شہرت اتنی بڑھی کہ تمام دنیائے اسلامی سے نہ صرف طلبہ بلکہ قضاة تک ان کے پاس کھینچ کھینچ کر آنے لگے
۴۵۹ھ میں وزیر نظام الملک نے انھیں بغداد میں بلا کر مدرسہ نظامیہ کے افتتاح کی دعوت دی لیکن وہ نہ آ سکے اور ابن الصباغ کے ہاتھوں اس
مدرسہ کا افتتاح ہوا۔ بعد کو جب طلبہ نے مجبور کیا تو مدرسہ نظامیہ کا چارج اپنے ہاتھ میں لیا۔

بغداد میں جب علامہ اشعری کی تعلیمات کے بارہ میں ابونصر قشیری اور حنابلہ کے درمیان اختلاف اس حد تک بڑھ گیا کہ باہدگر کشت و خون
شروع ہو گیا تو شیرازی نے اشعریوں کا ساتھ دیا اور وزیر سے کہہ کر صلیبی شیخ کو قید کر دیا۔ ۴۵۵ھ میں خلیفہ نے ایک خاص ضرورت سے نیشاپور
روا کر لیا اور وہاں ان کا بڑا زبردست خیر مقدم کیا گیا، یہاں تک کہ امام الحرمین نے ان کی دست بوسی کی۔ یہاں سے بغداد لوٹ کر ان کا انتقال ہو گیا۔
ان کی بعض اہم تصانیف کی فہرست یہ ہے:

کتاب التبیان فی الفقہ — کتاب المذہب فی المذہب — کتاب تذکرۃ المسئولین (حنفی و شافعی مسالک کے اختلافات پر)۔ طبقات الفقہاء۔
حوالہ جات: (کتاب الانساب (سمعانی)۔ معجم (یاقوت)۔ ابن اثیر۔ ابن خلکان)

۱۵۵۔ الشیرازی، ابو الحسن بن عبد الملک بن محمد — (پانچویں صدی ہجری)

مشہور ریاضی دان اور ماہر فلکیات تھے۔ اس وقت تک یونانی حکماء و علماء کی بعض کتابوں کا ترجمہ عربی میں
ہو چکا تھا اور انھیں کی مدد سے انھوں نے یونانی علم ہندسہ و فلکیات کو حاصل کیا۔ انھوں نے افلاطون کی مشہور کتاب المجسطی کا بھی ترجمہ
عربی میں کیا۔ یونانی حکیم اپالونیس نے CONIC SECTION (مخروطیات) پر ایک نہایت مشہور کتاب لکھی تھی جس کا ترجمہ عربی میں ہو چکا
تھا۔ شیرازی نے اس کا خلاصہ بھی مرتب کیا
حوالہ: (دائرة المعارف - اسلامیہ)

۱۵۶۔ صدر الدین محمد بن ابراہیم (ملا صدر) — وفات (بصرہ): ۴۷۲ھ

عبد یسوی کے مشہور فقیہ و فیلسوف۔ شیراز میں پیدا ہوئے۔ ان کے باپ فارس کے گورنر تھے۔ انھوں نے عمر کا بڑا حصہ جبل قم کے غاروں
میں بسر کیا۔ اصفہان میں انھوں نے شیخ بہائی اور امیر محمد باقر داماد سے تعلیم پائی۔ جب اشدردی خاں، گورنر فارس نے شیراز میں مدرسہ کی بنیاد
ڈالی تو ملا صدر کو بلا کر پروفیسر مقرر کیا۔

تقریباً ۲۰ کتابیں لکھیں جن میں بعض رسالے تفسیر کے بھی ہیں۔
حوالہ: (روضۃ الصفا و ناصری (رضا قلی خاں))

۱۵۷۔ صفدی، صلاح الدین خلیل بن ایوب بن عبد اللہ ابو الصفا — ولادت: ۴۹۶ھ - وفات (دمشق): ۵۶۳ھ

ترکی ہنس تھے۔ ان کے باپ نے ان کی تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ لیکن جب ان کی عمر ۲۰ سال کی ہو گئی تو خود انھیں شوق پیدا ہوا اور اکابر
علم اوتے تحصیل علم کی۔ مشہور مورخ تفسیر الدین ذہبی اور تاج الدین سبکی ان کے احباب میں سے تھے۔ پہلے وہ صفد، قاہرہ، حلب میں سکریٹری کی
خدمت پر مامور رہے اور پھر دمشق کے ہتھم خزانہ ہو گئے۔ وہ مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے اور ان کی تصانیف بھی اس لحاظ سے بہت متنوع

تھیں۔ خود ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ۵۰۰ کتابیں مختلف موضوع پر تصنیف کیں، لیکن ان کی جو کتابیں ہم تک پہنچی ہیں ان میں سے خاص خاص یہ ہیں :- ”الوافی بالوفیات“ (تذکرہ اکابر علم و ادب) اس کی تیس جلدیں تھیں۔ ”اعیان العصر واعوان النصر“ (دافنی کا خلاصہ) ”مسائل البصائر“ (جغرافیہ)۔ ”تاریخ الوافی“ (دافنی کا خلاصہ)۔ ”تحفة ذوی الالباب“ (فرمانروایان مصر پر)۔ ”کتاب الشعور فی العور“ (تاہینا علماء کا تذکرہ)۔ ”تذکرۃ الصلاحیہ“ (اقتباسات)۔ ”دیوان الفصحاء“ (تذکرہ)۔ ”کشف الحال فی وصف افعال“ (انتخاب کلام شعراء)۔ ”کشف التنبیہ“ (تشبیہی اشعار کا انتخاب)۔ ”رشف الزلال فی وصف الہلال“ (پہلی تاریخ کے چاند پر انتخاب اشعار)۔ ”جنان الجناس“ (علم بیع)۔ ”طوق الحمام“ (ابن برون کی ایک نظم کی شرح کا خلاصہ)۔ ”نجد الفلاح“ (خلاصہ صلاح جوہری)۔

حوالہ جات : (دور الکامنہ (ابن حجر)۔ حبیب السیر (خوند میر)۔

۱۵۸۔ الصولی، ابو بکر محمد بن یحییٰ — وفات : ۳۳۶ھ

مشہور ادیب، مورخ اور ماہر شریعت تھے۔ یہ ترکی النسل تھے اور ان کے آبا و اجداد خلفاء کے عہد میں کاتب کی خدمت پر مامور رہ چکے تھے۔ انھوں نے اکابر علم و ادب سے تعلیم حاصل کی ان میں المبرد اور ابن المعتز بھی شامل تھے۔ ان کی رسائی خلیفہ المکتفی کے دربار تک ماوردی کو شریعت میں شکست دینے کی وجہ سے ہوئی، عمر کے آخری سال میں وہ بصرہ چلے گئے اور وہیں حضرت علی کے بارہ میں بعض نامناسب الفاظ استعمال کرنے پر قتل کر دیا گیا۔

مورخ کی حیثیت سے وہ عہد عباسیہ کی تاریخ کے ماہر مانے جاتے ہیں اور ان کی تصنیف ”کتاب لاوارق فی اخبار العباسیہ و اشعارہم“ بڑی استنادی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی دوسری تاریخی تصنیف ”کتاب لوزراء“ ہے۔ اپنی تصنیف ”ادب الکتاب“ میں توقیعات و فرامین وغیرہ لکھنے کے طریقے بتائے ہیں۔ ان کی ادبی خدمات بھی بہت اہم ہیں۔ عہد عباسیہ کے شعرا کا کلام بھی انھوں نے جمع کیا اور ”اخبار الشعراء“ کے نام سے ایک تذکرہ بھی لکھا۔

حوالہ جات : (اعانی - یاقوت - ابن خلکان - ابن ندیم)

۱۵۹۔ الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر — ولادت (آمل، طبرستان) : ۲۲۵ھ — وفات : ۳۲۱ھ

مشہور مورخ و مفسر تھے۔ سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، اس کے بعد رے، بغداد، کوفہ اور مصر میں تمام علوم کی تکمیل کی۔ ابتدا میں انھوں نے حدیث پر توجہ کی اور جب اس سے فارغ ہوئے تو درس و تدریس میں مشغول ہو گئے، بہت قانع انسان تھے اور امراء و رؤساء کی امداد قبول نہ کرتے تھے۔ ان کا مشغلہ صرف تصنیف و تالیف تھا اور شاید ہی کوئی ایسا علم ہو جس پر کوئی کتاب نہ لکھی ہو، تاریخ، فقہ، تفسیر، ادب، نحو، شاعری، اخلاقیات، ریاضی اور طب، تمام چیزیں ان کے دائرہ تصنیف و تالیف میں شامل تھیں مگر سے لوٹنے کے بعد دس سال تک یہ شافعی مسلک کے مقلد رہے اور پھر خود اپنا مسلک علیحدہ قائم کیا جسے جریریہ کہتے ہیں، لیکن چونکہ یہ مسلک قریب قریب شافعی مسلک ہی تھا اس لئے چل نہ سکا۔ احمد بن حنبل کو یہ صرف محدث مانتے تھے، ان کے علم فقہ کے قایل نہ تھے اسی لئے حنابلہ ان کے مخالف تھے اور ان کے درپے آزار رہتے تھے۔

انھوں نے ”جامع البیان“ کے نام سے ایک کتاب لکھی جو ”تفسیر طبری“ کے نام سے مشہور ہے۔ انھوں نے اپنی تفسیر کی بنیاد صرف احادیث پر رکھی تھی جس سے تمام مفسرین مابعد نے استفادہ کیا۔

ان کی نہایت مشہور تاریخی کتاب ”تاریخ الرسل والملوک“ ہے۔ جو انبیاء قدیم سے لیکر عہد عباسیہ تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے ترجمے تمام مغربی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔

حوالہ جات : (یاقوت - سمعی - ابن ندیم)

۱۶۰۔ طحاوی ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن عبد الملک لازدی — ولادت: ۲۳۹ھ — وفات: ۳۲۱ھ — مقرر کے حنفی فقیہ تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے اموں سے شروع کی۔ اس کے بعد حنفی فقیہ ابو جعفر بن ابی عمران سے پڑھی۔ اس کے بعد وہ مقرر کے اور وہیں حدیث پڑھی۔ پھر شام، یروشلم، غزہ جاکر تکمیل علوم کی اور مقرر واپس آئے۔ یہاں ان کو عمدہ قضا تو نہیں ملا لیکن مفتی کی حیثیت سے انھوں نے آخر وقت تک کام کیا اور حکومت وادارہ کی عزت کی نگاہ سے دیکھا ان کی تصانیف کی فہرست بڑی طویل ہے۔ خاص خاص یہ ہیں: معانی الآثار۔ اختلاف العلماء۔ احکام القرآن۔ مختصر فی الفقہ۔ شرح جامع الصغیر۔ الشروط الکبیر۔ الشروط الادسط۔ الشروط الصغیر۔ نقد کتاب المدلسین۔ التاريخ الکبیر (تذکرہ فقہاء)۔ مناقب ابی حنیفہ۔ النوادر الفقہیہ۔ اختلاف الروایات علی مذہب الکوفیین۔ مشکل الآثار (آخری تصنیف)۔ اصول الدین۔ النوادر والحکایات۔ حوالہ جات: (ابن خلکان۔ سمعانی۔ ذہبی۔ حسن المعاصر (سیوطی)۔ یاقوت)

۱۶۱۔ الطنطاوی محمد بن سعید بن سلیمان الشافعی — ولادت (تجزیہ متصل طنطا): ۱۲۲۵ھ — وفات (سنٹ پٹربرگ): ۱۲۷۹ھ — سترھویں صدی کے مشہور عربی عالم تھے۔ ۶ سال کی عمر میں مکتبی تعلیم شروع ہوئی۔ تیرہ سال کی عمر میں اپنے چچا کے پاس قاہرہ چلے گئے اور جامع ازہر میں داخل ہوئے۔ بعد تکمیل یہیں پروفیسر ہو گئے۔ ۱۲۵۶ھ میں عربی کے پروفیسر ہو کر سنٹ پٹربرگ چلے گئے۔ عربی ادبیات کے ماہر تھے اور فن شعر سے خاص مناسبت رکھتے تھے۔ ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں: ”لذی الطرب فی نظم بحور العرب“۔ ”تحفة الاذکیاء اخبار بلاد روسیہ“۔ حوالہ: (دائرة المعارف۔ اسلامیہ)

۱۶۲۔ الطوسی محمد بن الحسن بن علی ابو جعفر — ولادت (طوس): ۳۸۵ھ — وفات: ۴۶۰ھ — ابتدائی تعلیم طوس میں ہوئی، اور تکمیل بغداد میں۔ اس کے بعد السید القزینی (ابو القاسم علی بن الحسین) کی صحبت و شاگردی میں ۲۳ سال گزرتے اور السید القزینی کے انتقال کے بعد بارہ سال تک شیعیت کی تبلیغ کی۔ ایک بار خلیفہ القایم سے لوگوں نے شکایت کی کہ انھوں نے اپنی تصنیف ”کتاب المصباح“ میں خلفائے ثلاثہ کی بے ایمانی کی ہے۔ خلیفہ نے ان کو بلا کر پوچھا تو انھوں نے اپنے جواب سے خلیفہ کو مطمئن کر دیا۔ لیکن عوام کی برہمی بدستور قائم رہی، ان کے گھر میں آگ لگادی گئی۔ یہ بغداد چھوڑ کر نجف چلے گئے اور آخر وقت تک وہیں رہے۔ شیعہ مسلک کے یہ بڑے زبردست عالم تھے اور شیخ الطائف کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی تصانیف ”تہذیب الاحکام“ اور ”الاستبصار“ شیعہ فن حدیث کی بڑی اہم کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ ان کی دیگر تصانیف یہ ہیں: کتاب المبسوط (فقہی احکام)۔ النہایۃ فی الفقہ۔ فہرست کتب الشیعہ۔ دعاء الجوشن الکبیر۔ دعاء الجوشن الصغیر (امام موسی کاظم کے اوراد)۔ کتاب الفصول فی الاصول۔ مصباح المتہجد الکبیر۔ کتاب محل والعقد۔ کتاب البیان فی تفسیر القرآن (۲۰ جلدوں میں)۔ عدة الاصول۔ الامالی فی الاحادیث۔ حوالہ جات: (رجال النجاشی۔ مہدی المقال۔ روضۃ الجنات)

۱۶۳۔ الطوسی نصیر الدین ابو جعفر محمد بن محمد بن الحسن — ولادت (طوس): ۵۹۴ھ — وفات (بغداد): ۶۶۲ھ — ماہر علم نجوم اور شیعہ مسلک کے مشہور فیلسوف و منطق۔ ابتدا میں یہ اسماعیلی گورنر ناصر الدین کے دربار میں ایک منجم کی حیثیت سے مامور ہوئے لیکن بعد کو جب معلوم ہوا کہ وہ خلافت بغداد کے دربار تک پہنچنے کی سعی کر رہے ہیں تو ناصر الدین برہم ہو گیا لیکن خدمت سے معزول نہیں کیا اور قلعہ الموت میں نظر بند کر دیا۔

جب ہلاکو کی تاخت شروع ہوئی تو انھوں نے حشیشیوں کے لیڈر رکن الدین خورشاہ کو گرفتار کر دیا اور خود ہلاکو کے ساتھ بغداد چلے گئے۔ جب بغداد فتح ہو گیا تو ہلاکو نے انھیں وزیر اوقاف بنا دیا اور مراغہ میں رصد گاہ قائم کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد باقہ کے عہد میں بھی ان کا اقتدار بدستور قائم رہا۔ یہ ایران کے اثنا عشری جماعت کے بڑے فاضل اثر لیڈر تھے اور جب مغلوں نے حملہ کیا تو جنوبی عراق کے بہت سے شیعہ افراد انھیں کی وجہ سے محفوظ رہے شیعہ عقاید پر ان کی دو کتابیں ”تجربۃ العقاید“ اور ”قواعد العقاید“ بہت شہرت رکھتی ہیں۔ عقاید معاد پر بھی انھوں نے ایک کتاب الفصول کے نام سے

فارسی میں لکھی۔ فلسفہ و منطق میں وہ ابن سینا کے قبیح تھے۔ انھوں نے ابن سینا کی اشارات کی بھی ایک شرح لکھی (حل اشارات) جس میں فخر الدین رازی کی مخالفت اور ابن سینا کی حمایت کی ہے۔ فارسی میں ایک کتاب ”اوصاف الاشراف“ لکھی جس میں ”دوازده امام“ کے خصائص پر گفتگو کی ہے۔ فن رمل پر بھی ان کی ایک تصنیف ”کتاب دلیل“ پائی جاتی ہے۔ ان کی مشہور ترین تصنیف جواب تک مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اخلاق ناصری ہے طبیعیات، ریاضی، طب اور ہیئت پر بھی انھوں نے بہت کچھ لکھا۔
حوالہ جات: (نقد الرجال۔ مجالس المؤمنین (نور اللغات)۔ روضۃ الجنات (محمد باقر)

۱۶۴۔ الطیالسی، سلیمان بن داؤد ————— ولادت (بصرہ): ۱۳۳۳ھ — وفات: ۱۴۱۲ھ
مشہور جامع احادیث تھے اور مسند احمد بن حنبل کے بارہ میں سند حقیقت رکھتے تھے۔ ۳۰ ہزار حدیثیں ان کو زبانی یاد تھیں۔ ۷۲ سال کی عمر میں انھوں نے ایک بڑا زبردست مجموعہ احادیث اپنے بعد چھوڑا جسے ”مسند طیالسی“ کہتے ہیں۔
حوالہ جات: (ذہبی۔ عسقلانی)

۱۶۵۔ عبدالرحمان الصوفی۔ (ابوالحسن عبدالرحمان بن عمر الصوفی الرازی) — ولادت (رے): ۹۰۲ھ — وفات: ۹۸۶ھ
عرب کے بڑے مشہور ہیئت داں و منجم۔ عضد الدولہ بویہ کے بڑے مقرب تھے۔ تصانیف کی فہرست یہ ہے:
کتاب الکواکب الثانیۃ المصنوعہ۔ کتاب التذکرہ و مطارح الشعاعات۔ مدخل فی الاحکام۔ رسالۃ فی الاسطرلاب۔
حوالہ جات: (فہرست۔ ابن القفطی۔ ابوالفرج۔ البیرونی)

۱۶۶۔ علی بن محمد القوشجی ————— وفات: ۷۴۹ھ
مشہور ہیئت داں تھے۔ سمرقند میں تعلیم پائی اور پھر کرمان چلے گئے۔ یہاں نصیر الدین طوسی کی کتاب تجرید الکلام کی شرح لکھی۔ اس کے بعد وہ سمرقند واپس گئے اور اُتغ بیگ کے نام پر ایک زیچ طیار کی۔ پھر تبریز گئے اور آق قیونلی خاندان کے امیر آق حسین نے انھیں ایچی بنا کر سلطان محمد ثانی فرمانروائے ترکی کے پاس روانہ کیا۔ سلطان نے انھیں ایاصوفیہ کا پروفیسر بنادیا اور یہاں انھوں نے فارسی عربی میں متعدد رسائل ہیئت کے لکھے۔
حوالہ: (دائرة المعارف۔ اسلامیہ)

۱۶۷۔ علی بن ظافر الازدی ابوالحسن جمال الدین ————— ولادت: ۵۶۶ھ
مورخ تھے۔ پہلے قاہرہ میں مدرسہ کاتبیہ کے پروفیسر رہے اور پھر الملک لاشرف مظفر الدین موسیٰ کے وزیر ہو گئے۔ انھوں نے ایک بڑی اہم تاریخی کتاب چار جلدوں میں لکھی جس کا نام ”کتاب الدواعی المنقطعة“ ہے۔ اس میں مسلم حکمران خاندانوں کے حالات درج ہیں۔ ایک کتاب ادبیات پر بھی تصنیف کی جس کا نام ”بدائع البدائع“ تھا۔
حوالہ: (فوات الوفيات (قطبی))

۱۶۸۔ عماد الدین محمد بن محمد الکاتب الاصفہانی ————— ولادت (اصفہان): ۵۱۹ھ — وفات: ۵۹۹ھ
مشہور مورخ و صاحب طرز ادیب تھے۔ ابتدائی زمانہ اپنے وطن اور کاشان میں بسر کیا اور فقہ کی تعلیم بغداد اور موصل میں حاصل کی جب سلجوق سلطان محمد ثانی نے بغداد کا محاصرہ کیا تو انھوں نے اس کی تعریف میں قصیدہ پیش کیا اور وزیر ابن ہبیرہ نے واسط میں انھیں اپنا نائب مقرر کیا۔ ابن ہبیرہ کی وفات پر وہ شام چلے گئے اور یہاں کے ایوبی فرمانروا العزیز نے ان کی بڑی عزت افزائی کی۔ بعد کو نور الدین نے اپنا نائب مقرر کیا۔ نور الدین کے بعد موصل چلے گئے۔ جب سلطان صلاح الدین نے شام پر حملہ کیا تو یہ بھی ساتھ ساتھ تھے۔ صلاح الدین کی وفات کے بعد گوشہ نشینی اختیار کر لی اور تصنیف و تالیف میں لگ گئے۔ ایک تذکرہ شعراء لکھا: ”خريدة القصر و جريدة اهل العصر“۔ فتح شام کی بھی تاریخ لکھی۔ ”الفتح العقی فی الفتح القدسی“ اور ایک کتاب سلاجقہ کی تاریخ کی بھی تحریر کی: ”نصرة الفترة و عسرت الفطرة“۔
حوالہ: (ابن خلکان)

۱۷۹- عمار۔ ابوالقاسم عمار بن علی الموصلی

(زمانہ چوتھی پانچویں صدی ہجری)

عرب کے بڑے مشہور ماہر ”بصریات“ تھے اور امراض چشم کے علاج میں موجد کی حیثیت رکھتے تھے۔ انھوں نے خراسان، مصر اور فلسطین کی سیاحتیں کیں اور آنکھ کے آپریشن کئے۔ یہ علی بن عیسیٰ ماہر بصریات کے ہم عصر تھے۔

ان کی تصنیف ”کتاب المنتخب فی علاج العین“ بڑی جامع تصنیف ہے جس میں آنکھ کی تشریح اور جلد امراض چشم پر بحث کی ہے۔ یہ (نزول المار) موتیا بند کا آپریشن بھی کرتے تھے اور غیر متحر موتیا بند کا پانی دھات کی ایک نلکی کے ذریعہ سے جو خود اس کی ایجاد تھی یہ کھینچ لیتے تھے۔
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۱۸۰- عمر بن عبید، ابو عثمان

ولادت: ۶۹۹ھ - وفات: ۷۴۱ھ

ان کے دادا کا نام باب تھا جو کابل سے گرفتار ہو کر فارس لائے گئے تھے۔ ان کے والد عبید، بصرہ میں سپاہی تھے۔ یہ بچپن ہی سے بہت زاہر و متواضع تھے۔ حافظ کا بیان ہے کہ انھوں نے ۴۰ سال تک مغرب کے وضو صبح کی نماز پڑھی اور ۴۰ حج پیادہ پائے۔ یہ حد درجہ صاف گو شخص تھے اور امراء و خلفاء کی صحبت سے دور رہتے تھے۔ ایک بار خلیفہ منصور عباسی نے بلایا اور بہت کوشش کی کہ وہ امداد قبول کریں لیکن انکار کر دیا اور کہا کہ آپ کا بڑا انعام یہی ہے کہ مجھے دوبارہ دربار میں طلب نہ کریں۔ اس وقت کے نہ صرف حلقہ فضل و کمال بلکہ سیاسی حلقوں میں بھی ان کی راستبازی کا سکہ بیٹھا ہوا تھا اور ان کی بغیر کسی وجہ نفسی مشہور تھی۔
وہ دافصل کی طرح قدریہ تھے۔ ایک شخص نے اس مسئلہ پر ان سے بحث کی، انھوں نے کہا کہ خدا نے قضا و قدر کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ مسلمانوں کی تسلی و اطمینان کے لئے کافی ہے۔ خدا کا ارشاد ہے:

”فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ أَجْمَعِينَ مَا عْلَمُوا“ - یعنی ہم ان کاموں کا سوال کریں گے جو وہ کرتے تھے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ”ہم نے جو کچھ ان کے مقدر میں لکھ دیا تھا۔“ اس سے انسان کا اپنے افعال میں خود مختار ہونا ظاہر ہے۔

ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جب ان کا انتقال ہوا تو خود خلیفہ منصور نے مرثیہ لکھا۔ معتزلہ کی ایک شاخ عمریہ انھیں سے منسوب ہے۔
ان کے بعض مشہور شاگرد یہ تھے: خالد بن صفوان - صالح بن عمر - طلحہ بن زید - ابو عثمان - بشر بن خالد - عثمان بن حکم
حوالہ جات: (ابن خلکان - الخطوط والآثار) (مقرئ)

۱۸۱- عیاض بن موسیٰ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الحشوبی السبیطی المالکی

ولادت (سبتہ): ۷۸۴ھ - وفات (مراکش): ۸۴۹ھ

مشہور شاعر، ادیب، محدث، مورخ، اور فقیہ تھے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی اور پھر قرطبہ میں۔ انھوں نے سیکڑوں اساتذہ سے علوم و فنون حاصل کئے۔ وطن واپس آئے تو قاضی بنا دیے گئے۔ ۸۳۴ھ میں قرطبہ کا عہدہ قضا ان کے سپرد کیا گیا۔ یہ الموحدین کے بڑے طرفدار تھے اس لئے جب انکی حکومت میں ضعف پیدا ہوا تو مراکش چلے گئے۔

ان کی ۲۰ تصانیف میں سے صرف حسب ذیل چند تصانیف باقی رہیں: کتاب الشفاء (سیرت رسول) - مشارق انوار (احادیث کے اصطلاحات کا لغت) - ترقیب المذارک (مالکی علماء کا تذکرہ) - الإمداع فی معرفة اصول الروایۃ - الکمال المعلم (شرح صحیح مسلم) - التنبیہات المستنبطہ علی الکتب المدونة - کتاب الإعلام (اصول پنجگانہ اسلام پر)

حوالہ جات: (ابن خلکان - بغیۃ الملتبس - المعجم - ذہبی)

۱۸۲- عیسیٰ بن عمر شقفی

وفات: ۸۴۹ھ

دبستان بصرہ کے پہلے نحوی تھے اور سیبویہ مشہور نحوی کے استاد۔

حوالہ: (یاقوت)

۱۸۳- الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد الطوسی الشافعی — ولادت (طوس) : ۴۵۰ھ — وفات (طوس) : ۵۰۵ھ
اسلام کے نہایت مشہور مفکر و متکلم۔ ابتدائی تعلیم طوس و نیشاپور میں ہوئی اور زیادہ تر استفادہ امام الحرمین سے کیا۔ ابتدا ہی سے ہر مسئلہ میں خود اپنے غور و فکر سے کام لیتے تھے اور تقلید کے قائل نہ تھے۔ نیشاپور سے یہ نظام الملک طوسی (وزیر سلاجقہ) کے دربار میں پہنچے جو فقہاء و متکلمین کا مجمع تھا اور ۴۸۸ھ میں مدرسہ بغداد میں استاد کی حیثیت سے مامور ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جب ان کی تشکیلی کیفیت پورے عروج پر تھی۔ جب نظام الملک اور ملک شاہ دونوں قتل ہوئے (۵۰۵ھ) تو انھوں نے باطنیہ، اسماعیلیہ اور امامیہ مذاہب کے خلاف متعدد کتابیں لکھیں اس وقت وہ زیادہ تر فلسفہ کے مطالعہ میں مصروف تھے اور عقاید مذہبی سے بالکل منحرف ہو چکے تھے۔ ان کا یہ دور کئی سال تک قائم رہا، لیکن آخر کار جب علوم ظاہری سے ان کی تشفی نہ ہوئی تو تصوف کی طرف مائل ہوئے اور پھر خدا، رسول، حشر و نشر تمام باتوں کے قائل ہو گئے۔

۴۸۸ھ میں یہ بغداد چھوڑ کر تکاش حق میں باہر نکل پڑے اور خدا جانے کہاں کہاں کی خاک چھانی، یہاں تک کہ ان میں ایک کیفیت سکون کی پیدا ہو گئی اور اشعری نے جس فلسفہ مذہب کی ابتدا کی تھی اسے انھوں نے انجام تک پہنچایا۔ ان کی کتاب "المنقذ من الضلال" ان کے انہیں تجربات کی آئینہ دار ہے اتفاق سے اسی زمانہ میں سلجوقی حکومت میں بعض اہم سیاسی انقلابات رونما ہوئے جنھوں نے ان کے ذہن و افکار کو بہت متاثر کیا اور یہ کابل دو سال تک شام میں گوشہ نشین رہے۔ اس کے بعد ۵۰۹ھ کے اخیر میں یہ حج کے لئے گئے اور پھر دنیا سے کٹ کر ۹ سال تک شام میں گوشہ نشین رہے۔

اسی زمانہ میں انھوں نے احیاء العلوم اور دوسری کتابیں لکھیں۔ ۵۰۹ھ میں محمد (برقیارق کا بھائی) تخت نشین ہوا جو سخت مذہبی آدمی تھا۔ اور یہ لگے سال نیشاپور کے مدرسہ نظامیہ میں پھر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے، لیکن پھر دل اچاٹ ہوا اور چند دن بعد طوس واپس آکر گوشہ نشین ہو گئے۔ ان کی تصانیف کا صحیح اندازہ اس وقت تک نہیں ہو سکا، لیکن جو کتابیں ان کی شان ہو چکی ہیں وہ یہ ہیں : احیاء العلوم - المنقذ من الضلال - کتاب الوجیز (فقہ) - المستصفی من علم الاصول - معیار العلم (منطق) - محکم النظر - مقاصد الفلاسفہ - تحفۃ الفلاسفہ - القسطاس المستقیم - رسالۃ القدسیہ - قواعد العقاید - الاقتصاد فی الاعتقاد - مضمون بہ علی غیر اہلہ (النبیات) - المفضون الصغیر - مشکوٰۃ الانوار - جواہر القرآن - کتاب الاربعین - المقصد الاسنان فی اسماء اللہ الحسنى - الحکمۃ فی مخلوقات اللہ - الدر الفاخرہ - الکشف والتبیین فی غور الخلق جمعین - الجاء العوام عن علم الکلام - رسالۃ فی الوعظ و التقلید - الرسالۃ اللدنیہ - کیمیائے سعادت (فارسی) - ایہا الولد - مکاشفۃ القلوب - ہدایۃ الہدایہ - میزان العمل - خلاصۃ التصانیف فی التصوف - منہاج العابدین - التفریق بین الاسلام و الزندقہ - التبر المسبوق - ستر العالمین و کشف مافی الدارین - التجر فی علم التعمیر۔

حوالہ جات : (ابن عساکر - طبقات (سبکی) - لٹریچر، مسٹری آف عربس (کلسن) - لٹریچر، مسٹری آف پرشیا (برون))

(پہلی صدی ہجری)

۱۸۴- غیلان دمشقی

قبضی النسل تھے اور دمشق کے رہنے والے۔ معبد جہنمی کے بعد جو مسئلہ قد کا موجب تھا انھوں نے اول اول نہایت شد و مد سے اس کی اشاعت کی اور مذہب اعتزال کی تاریخ اسی وقت سے شروع ہوئی۔ علم کلام انھوں نے حسن بن محمد بن حنیفہ سے حاصل کیا تھا۔ ان کی خفیلت کا یہ عالم تھا کہ حسن بصری کہا کرتے تھے کہ وہ اہل شام کے لئے "علمی حجت" کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بڑے متقی و پرہیزگار شخص تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے ایک بار دربار میں طلب کر کے کہا کہ امور سلطنت میں میرا ہاتھ بٹاؤ، انھوں نے کہا کہ آپ کوئی خدمت میرے سپرد کرتے ہیں تو وہ یہ ہو سکتی ہے کہ میں توشہ خانہ کی تمام تالیسی چیزوں کو فروخت کر دوں اور وہ روپیہ لوگوں کو واپس کر دوں جن سے بہ جبر حاصل کر کے خزانہ عامرہ میں داخل کیا گیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے یہی کیا اور ایک ایک چیز نیلام کر دی۔ جب ۳۸۸ھ میں ہشام بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے غیلان کو سخت ایذا میں پہنچانے کے بعد قتل کر دیا۔

حوالہ : (دائرة المعارف اسلامیہ)

۱۸۵- فارابی، محمد بن محمد بن ترخان ابونصر — ولادت (اندازا) : ۲۵۹ھ — وفات (دمشق) : ۳۳۹ھ

بہت بڑے حکیم و فلاسفر تھے۔ یہ ترکی النسل تھے اور وسیع ضلع (فاراب) میں پیدا ہوئے۔ ابتداً بغداد میں عیسائی طبیب یوحنا بن حیلان تعلیم

پائی۔ اس کے بعد سیف الدود ہمدانی کے دربار سے وابستہ ہو گئے اور یہیں ۸۰ سال میں انتقال کیا۔

فارابی شارح تصانیف ارسطو کی حیثیت سے بہت مشہور ہیں اور اس سلسلہ میں جو تصانیف انھوں نے کی ہیں ان کی بنا پر انھیں معلم اثنائی کہا جاتا ہے، انھیں تصانیف میں شرح ایسا غوجی بھی ہے جو منطق کی مشہور کتاب ہے۔ انھوں نے اخلاقیات، نفسیات اور سائنس کی یونانی کتابوں پر بھی حاشے لکھے جن میں بطلمیوس کی المجسطی بھی شامل ہے۔

انھوں نے صرف یونانی کتابوں ہی کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ انھوں نے بہت سی تصانیف خود بھی لکیں جو نفسیات، مابعد الطبیعیات اور فلسفہ و حکمت کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ افلاطون کے بڑے معتقد تھے۔

DIETERICI نے فارابی کے ۹ رسائل مرتب کئے ہیں جن میں فصول الحکم بہت مشہور ہے۔ وہ نہ صرف حکیم و فیلسوف تھے بلکہ ریاضی کا بھی تھے، طبیب بھی تھے اور ماہر موسیقی بھی (جس پر انھوں نے ایک اہم رسالہ لکھا تھا) مولوی طبقہ کے درویش اب تک ان کی بنائی ہوئی دھنیں گاتے ہیں۔ یہ مسلمانوں میں فلسفہ "افلاطونیت جدیدہ" کے امام تھے جس کا آغاز الکندی نے کیا تھا اور بعد کو بوعلی سینا نے اس کو ترقی دی۔
حوالہ: (دائمیہ المعارف اسلامی)

وفات (کشمیر): ۹۹۴ھ

۱۸۶- فتح اللہ شیرازی

بڑے عالم متبحر تھے اور ہیئت و ہندسہ، نجوم و نیرنجات اور جبر ثقیل کے بھی ماہر تھے، ادبیات اور حدیث و تفسیر کے بھی عالم تھے۔ انھوں نے ایک بگٹی پس ایجاد کی تھی کہ خود حرکت کرتی تھی۔ ایک آئینہ ایسا بنایا کہ دور و نزدیک سے اس میں عجیب و غریب شکلیں نظر آتی تھیں۔ ایک بندوق ایسی بھی بنائی تھی کہ ایک گردش میں بارہ غیر کرتی تھی۔

حوالہ: (بیل)

ولادت: ۲۰۰ھ - وفات (بصرہ): ۱۱۳ھ

۱۸۷- فرزق، ہمام بن غالب بن ضمضہ

عرب کے تہذیب نگار شاعر بہت مشہور ہیں، جریر، اخطل اور فرزق۔ ان کے ابتدائی حالات تاریکی میں ہیں۔ جب زیاد گورنر عراق ان سے برہم ہوا تو انھوں نے بصرہ سے بھاگ کر سعید بن العاص گورنر مدینہ کے پاس آکر پناہ لی لیکن بعد کو مروان بن الحکم نے انھیں یہاں سے بھی نکال دیا اور یہ پھر بصرہ چلے گئے کیونکہ زیاد کا انتقال ہو گیا تھا۔

ان کی بھوکوئی سے اکثر اموی خلفاء ان کے خلات رہے لیکن سلیمان کے عہد میں یہ اس کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ یہ فطرتاً بڑے حاسد و ہزدل تھے یہ امراء کی بھوکو بھی کہتے تھے اور پھر ذکر کر بھاگ بھی جاتے تھے۔ لیکن شاعر ہونے کی حیثیت سے ان کا مرتبہ اتنا بلند تھا کہ وہ جو کہتے تھے لوگوں کے دلوں پر نقش ہوتا تھا۔ جریر اور اخطل سے ہمیشہ ان کی پگڑی اٹھی رہی اور اپنی جنگجو فطرت کی وجہ سے ہمیشہ مبتلائے مصائب رہے۔ انھوں نے اپنے بعد ایک بیٹا دیوان چھوڑا
حوالہ جات: (اغانی، ابن خلدان)

(تیسری صدی ہجری)

۱۸۸- الفرغانی، ابو العباس احمد بن محمد بن کثیر الفرغانی

عہد وسطی کے بڑے مشہور ہیئت دان تھے اور خلیفہ المامون کے عہد میں پائے جاتے تھے۔ انھوں نے المستوکل کا زمانہ بھی دیکھا تھا اور اسی کے زمانہ میں انھوں نے (NILOMETRE) دریائے نیل کی سطح ناپنے کا ستون قائم کیا۔ ہیئت پر انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں: جوامع علم النجوم والحركات السماویہ - اصول علم النجوم - المدخل الی علم ہیئت الافلاک - کتاب الفصول الثلاثین۔
حوالہ جات: (ابن قفطی - ابوالفرج - ابن ابی عصبہ - ابوالحسن)

۱۸۹- الفیروز آبادی، ابوالطاهر محمد بن یعقوب، بن محمد بن ابراہیم نجد الدین الشیرازی الشافعی

ولادت (قازرون): ۲۹۹ھ - وفات: ۸۱۶ھ

مشہور عرب لغت نویس و ماہر لسانیات تھے۔ انھوں نے پہلے شیرازی میں تعلیم پائی پھر واسط میں اور اس کے بعد بغداد و دمشق میں۔ یروشلم میں

دس سال تک پروفیسر رہے اس کے بعد انھوں نے ارض روم اور قاہرہ کی سیاحت کی اور پھر ۱۱۳۳ھ میں مکہ چلے گئے اور ۱۱۳۵ سال تک یہاں رہے۔ اس کے بعد وہ دہلی آئے اور ۵ سال تک یہاں مقیم رہے۔ ۱۱۳۹ھ میں وہ بغداد گئے، پھر یہاں سے ایران پہنچے اور تیمور نے ان کی بڑی عزت افزائی کی۔ لیکن چونکہ ان کا وطن مغلوں کے ہاتھوں تباہ ہو چکا تھا اس لئے وہ ہرگز چلے گئے۔ بعد کو الیمین کے قاضی مقرر ہوئے۔ ۱۱۳۸ھ میں انھوں نے پھر مکہ کا سفر کیا لیکن جلد ہی زہید لوٹ آئے اور ۱۱۳۹ھ میں انتقال کر گئے۔

ان کا عربی لغت قاموس بڑا مشہور لغت ہے جو خلاصہ ہے ان کی دوسری لغت "اللہ مع المعلم العجائب الجامع بین المحکم والعجائب" کا جو ۶۰ یا ۱۰۰ میں تمام ہوئی تھی۔

حوالہ جات: (الروضۃ العاطر (نعمانی) - بغیۃ الوعات (سیوطی))

وفات: ۳۵۶ھ
۶۹۹ھ

۱۹۰۔ القبیس، عبدالعزیز بن عثمان بن علی ابوالصقر

ایرانی النسل تھے اور مشہور ماہر فلکیات۔ عیسائی مصنفین ان کو "ALCABITIUS" کہتے ہیں۔ یہ عرصہ تک سلطان سیف الدولہ بن ہمدان کے دربار سے وابستہ رہے اور اپنی مشہور کتاب "الفضل الی صناعة احکام النجوم" اسی کے نام سے منسوب کی۔ علم نجوم پر اور بھی متعدد رسائل لکھے۔ ان کی تاریخ ولادت نامعلوم ہے۔ یہ چوتھی صدی ہجری کے وسط (دسویں صدی عیسوی کے اختتام) میں پائے جاتے تھے۔

حوالہ جات: (تاریخ حکماء اسلام (بیہقی) - ابن خلکان - فہرست (ابن ندیم))

۱۹۱۔ القدوری، ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان البغدادی القدوری - ولادت: ۳۶۲ھ - وفات (بغداد): ۴۲۸ھ

مشہور حنفی فقیہ و محدث تھے اور خطیب بغدادی کے استاد۔ ان کی تصانیف میں سے دو باقی رہیں:

(۱) المختصر (فقہ) - (۲) کتاب التجرید (حنفی و شافعی فقہ کا تقابلی مطالعہ)

حوالہ جات: (ابن خلکان - الانساب (سمعی) - ابوالفداء)

۱۹۲۔ القزوينی، ابو حاتم محمود بن الحسن الطبری (پانچویں صدی ہجری)

شافعی فقیہ تھے۔ آمل (طبرستان) کے رہنے والے تھے اور وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد بغداد کے اکابر علماء سے تکمیل علوم کی اور بغداد و آمل میں سلسلہ درس و تدریس جاری کیا۔

ان کی بعض مشہور تصانیف یہ ہیں: کتاب تجرید التجرید (فقہ) - کتاب الحیل فی الفقہ -

حوالہ جات: (طبقات الفقہاء (شیرازی) - سبکی)

۱۹۳۔ القزوينی، حمد اللہ بن ابی بکر بن احمد بن نصر المستوفی القزوينی - ولادت اندازاً: ۳۸۱ھ

مورخ و جغرافیہ داں تھے۔ مذہباً شیعہ تھے۔ سلسلہ نسب تحریر بن زید سے ملتا ہے، حمد اللہ کے دادا، عراق میں مستوفی (اکاؤنٹنٹ) کے عہدہ پر مامور تھے اسی لئے انھیں بھی مستوفی کہتے ہیں۔ یہ خود بھی قزوین میں شیرازیات کے عہدہ پر ممتاز رہے۔ ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں لیکن تاریخ ولادت کا پتہ اس طرح چلتا ہے کہ انھوں نے ظفر نامہ پندرہ سال کی محنت کے بعد ۳۹۵ھ میں مکمل کیا۔ جس کی ترتیب ۴۰ سال کی عمر میں شروع کی تھی۔

ظفر نامہ ان کا بڑا تاریخی کارنامہ ہے جسے شاہنامہ فردوسی کا تتمہ سمجھنا چاہئے۔ اس میں رسول اللہ، خلفاء اور ایرانی و مغل فرمانرواؤں کی فتوحات کو بیان کیا گیا ہے۔ ان کا دوسرا تاریخی کارنامہ "تاریخ گزیدہ" ہے جو آفرینش ۴۲۹ھ تک تمام دنیائے اسلام کی تاریخ ہے۔ ان کی آخری تصنیف "نزهة القلوب" ہے جو جغرافیہ سے تعلق رکھتی ہے۔

حوالہ: (اسلامی ہند (نیاز))

۱۹۴۔ القزوينی، زکریا بن محمد بن محمود ابویحییٰ - ولادت: ۳۸۱ھ - وفات: ۴۶۲ھ

جغرافیہ داں تھے۔ ان کے حالات تاریخی میں ہیں۔ ابتداء عمر میں وطن چھوڑ کر دمشق گئے (۳۸۱ھ) اور ابن عربی سے متعارف ہوئے۔ آخری عباسی

ہندوستانی لائبریری
گارڈن روڈ، بنارس، کلکتہ

خلیفہ المستقیم کے زمانہ میں یہ واسطہ کے قاضی تھے :

اول عالم (COSMOGRAPHY) میں ان کی نہایت مشہور کتاب ”عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات“ ہے جو فارسی میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کا ترجمہ دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں ہو چکا ہے۔ جغرافیہ میں ان کی تصنیف عجائب البلدان بھی بہت مقبول ہوئی جس کا دوسرا نام اخبار البلاد بھی ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ بھی دنیا کی اکثر زبانوں میں پایا جاتا ہے۔

حوالہ: (کشف الظنون (حاجی خلیفہ)

۱۹۵۔ القسطلانی، ابوالعباس احمد بن محمد بن ابی بکر الخلیل شہاب الدین الشافعی — ولادت (قاہرہ): ۱۱۸۴ھ — وفات (قاہرہ): ۱۲۲۳ھ
محدث و فقیہ تھے۔ صحیح بخاری کی شرح (ارشاد الساری) لکھ کر بڑی شہرت حاصل کی۔ فن حدیث پر ایک اور کتاب لکھی جس کا نام مقدمہ ہے۔ لیکن ان کی نہایت مقبول و مشہور تصنیف ”مواہب اللدنیہ“ (سیرۃ رسول) ہے۔

ترمذی کی شرح کتاب الشامل، فن قرأت پر لطائف الاشارات تصوف میں مقامات العارفین، ان کی دوسری مشہور کتاب ہیں۔
حوالہ: (الخطوط التوفیقیہ (علی پاشا مبارک)

۱۹۶۔ قشیری، ابوالقاسم عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک بن طلحہ بن محمد — ولادت: ۱۱۹۴ھ — وفات: ۱۲۶۵ھ
فقہ میں ابوبکر بن قراک اشعری کے شاگرد تھے اور تصوف میں ”ابوعلی دقاق“ کے جن کی لڑکی سے ان کی شادی بھی ہو گئی تھی۔ حنبلی و اشعری جماعتوں اور عمال سلجوق نے انھیں کامل ۵۱ سال تک طرح طرح کے مصائب میں مبتلا رکھا۔ ان کی بہترین تصانیف یہ ہیں: رسالۃ الی جماعۃ الصوفیہ ببلدان الاسلام۔ اس رسالہ میں اشعری مسلک کے مابعد الطبیعیاتی عقاید اور متصوفانہ عقاید دونوں کو لاکر پیش کیا ہے۔ (۲) شکایۃ الی اہل السنۃ بکایۃ ماناہم من المحدث۔ اس کتاب میں ان الزمات کو دور کیا ہے جو اشاعرہ کی طرف سے ان پر عاید کئے جاتے ہیں۔

ایک تفسیر قرآن بھی صوفیانہ نقطہ نظر سے لکھی جس کا نام ”لطائف الاشارات“ ہے۔

حوالہ: (طبقات الشافعیہ (بکی)

۱۹۷۔ القطبی، صلاح الدین محمد بن شاکر الحلبی — وفات: ۱۲۳۳ھ
مورخ و تذکرہ نگار تھے۔ ان کے حالات زندگی صرف ابن حجر عسقلانی کی کتاب ”الدراکامنہ“ میں ملتے ہیں۔ انھوں نے حلب و دمشق میں تعلیم پائی اور کتب فروش کی حیثیت سے بڑی کامیاب زندگی بسر کی۔ متعدد کتابیں لکھیں لیکن سب سے زیادہ مشہور و مفید وہ ہے جو ابن خلدون کے تذکرہ و فیات کے مکمل کے طور پر لکھی گئی اور جس کا نام فوات الوفيات ہے۔ یہ کتاب ۳۷۳ھ تک کے شعراء و ادباء کا تذکرہ ہے۔

دوسری تصانیف کے نام یہ ہیں: ”روضۃ الاذکار و حدیقۃ الاشعار“۔ اور ”عیون التواریخ“ (چھ جلدوں میں)

حوالہ: (دائرة المعارف۔ اسلامی)

۱۹۸۔ قطب الدین شیرازی، محمود بن مسعود بن مصلح — ولادت (خیراز): ۱۲۱۴ھ — وفات (تہران): ۱۲۸۱ھ
فلسفہ، ہیئت و طب کے عالم تھے اور مختلف علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنے کی بنا پر انھیں ابوالفداء و متغنی کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ طب و ہیئت میں نصر الدین طوسی کی بھی شاگردی اختیار کی۔ ابتداً عمر سے انھوں نے بوعلی سینا کی مشہور کتاب قانون کو از سر نو مرتب کرنے کا اہم کام شروع کیا اور اخیر وقت تک جاری رکھا۔ الگ فانی دور حکومت میں یہ سید اس کے قاضی مقرر ہوئے اور اس وقت کی سیاسیات میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ اخیر عمر میں تہران میں قیام کر لیا اور حدیث کا مطالعہ شروع کیا اور ناقدانہ بصیرت اس میں پیدا کی۔ یہ مذہباً آزاد خیال تھے اور شراب کے بھی عادی تھے، نماز روزہ کے بھی زیادہ پابند نہ تھے شطرنج بھی خوب کھیلتے تھے اور باب بھی اچھا کھاتے تھے۔

ایک تفسیر بھی لکھی جس کا نام فتح المنان تھا اور ایک رسالہ ان آیات پر بھی لکھا جو ایک دوسرے کی متعارض ہیں۔ اس کا نام مشکلات القرآن ہے۔

زنجیری کی کشف پر بھی حاشیہ لکھا۔ ہیئت پر بھی دو کتابیں اپنے بعد چھوڑیں: نہایت الادراک فی درایت الافلاک — التحفۃ الشافیہ فی الہیئت —

طب میں بھی متعدد کتابیں لکھیں جن میں ایک آنکھ کی بیماریوں سے متعلق ہے۔

حوالہ جات: (ابوالفداء طبقات (سبکی)۔ تہذیب الوعای (سیوطی))

۱۹۹۔ قطرب، ابوعلی محمد بن احمد المستنصر — ولادت (بصرہ) نامعلوم — وفات: ۱۱۲۲ھ (عہد مامون الرشید میں) — نحو، سیبویہ سے حاصل کی اور اعتزال کی تعلیم نظام سے۔ عہد مامون الرشید میں اس کے وزیر ابو دلاف کے بچوں کے تالیق رہے۔ قرآن کی ایک تفسیر بھی معتزلہ عقاید کے نقطہ نظر سے لکھی تھی اور اپنے ان عقاید کی تبلیغ بھی اپنے مواعظ و خطبات میں آزادی سے کی۔ عربی لٹریچر پر ایک ایسی کتاب بھی لکھی جس میں قرآن اور قبل اسلام کے شعراء سے مدولے کر بتایا تھا کہ محض اعراب کے اختلاف سے ایک لفظ کے معنی کس طرح بدل جاتے ہیں مثلاً کلام (گفتگو) کلام (زخم) کلام (چٹان)۔ اس کتاب کا نام المثلث تھا۔ ایک اور تصنیف کتاب الاضداد بھی ہے جس میں متضاد معنی والے الفاظ جمع کئے ہیں۔

حوالہ جات: (الفہرست (ابن ندیم)۔ وفیات (ابن فداکان)۔ حیات الحيوان (دمیری))

۲۰۰۔ القفطی، علی بن یوسف بن ابراہیم بن عبد الواحد — ولادت (قفط): ۱۱۲۲ھ — یہ اس خاندان کے فروختے جو ایوبیوں کے عہد میں عہدہ قضاتین نسلوں سے سنبھالے ہوئے تھا۔ یہ خود بھی اسی عہدہ پر ممتاز تھے لیکن ان کا رجحان زیادہ تر علمی تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن اور قاہرہ میں حاصل کی۔ پھر اپنے باپ کے ساتھ یروشلم چلے گئے اور یہاں مسلسل تعلیم جاری رکھا۔ چند سال بعد یہ صلب گئے جہاں ان کا مربی و قدردان (فارس الدین میمون) صلاح الدین کے بیٹے، ملک لظاہر غازی کا وزیر تھا اور عہدہ میرانشاہ پر فائز ہو گئے۔ جب فارس الدین کا انتقال ہو گیا تو سلطان نے انھیں خازن و دیوان بنادیا۔ یہ بڑا عالمانہ و مورخانہ ذوق رکھتے تھے۔ انھوں نے محمود بن سبکتگین اور اس کے خاندان کی ایک تاریخ لکھی جو ضایع ہو گئی۔ ایک کتاب سلاجقہ کی تاریخ کی بھی لکھی تھی جو باقی نہ رہی۔ ایک تاریخ عربی ادب کی بھی مرتب کی تھی، لیکن ان کی معرکہ الار کتاب "اخبار العلماء و اخبار الائمة" ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علوم یونانی سے علماء عرب نے کتنا فائدہ اٹھایا۔ اب اس کتاب کا صرف خلاصہ موجود ہے جسے "محمد علی الزوی" سے مرتب کیا تھا۔

حوالہ جات: (ارشاد الارباب (باقوت)۔ حسن المحاضرہ (سیوطی))

۲۰۱۔ القلقشنیدی، شہاب الدین ابوالعباس احمد بن علی بن احمد بن عبد اللہ بن ابی نعیم — وفات: ۱۲۱۸ھ — بڑی وسیع معلومات کے مصنف و ادیب تھے۔ ان کی تصنیف "صبح الاغشی فی ضائع الانشاء" مشہور کتاب ہے جو اہل دفاتر کے لئے لکھی گئی تھی اور جس میں تمام جغرافی، تاریخی و ادبی معلومات اکٹھا کر دی گئیں۔ اسی کی ایک اور تصنیف ہے: نہایت الارباب فی معرفۃ قبایل العرب۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامی)

۲۰۲۔ القلیوبی، احمد بن احمد بن سلامہ شہاب الدین — وفات: ۱۰۶۹ھ — فقہ، جغرافیہ، طب اور ادبیات پر متعدد کتابیں لکھیں جن میں ۲۱ باقی رہیں۔ بعض کے نام یہ ہیں: کتاب الجبریات (طب)۔ معراج النبی۔ معرفۃ اسماء البلاد۔ کتاب الحکایات۔ کتاب الصلوات۔ التذکرۃ فی الطب۔ نوادر القلیوبی

حوالہ جات: (خلاصۃ الآثار (مجتبی)۔ خطۃ النجدیہ (علی باشا مبارک))

۲۰۳۔ الکاشی، جمشید بن مسعود بن محمود غیاث الدین — وفات: ۸۴۰ھ — ایرانی نسل اہر فلکیات تھے اور افغان بیگ کی رصد گاہ کے سب سے پہلے مہتمم۔ ریاضی اور مہیت کے مطالعہ کے بڑے شائق تھے، مہیت کے متعدد ذریعے اور نقشے طیار کئے۔ علم طب کے بھی ماہر تھے۔

خاص تصانیف یہ ہیں: زیج الخاقانی (فارسی)۔ مفتاح الحساب۔ الرسالة الکمالیہ۔ رسالۃ فی استخراج جیب درجہ واحدہ۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۲۰۵۔ الکسرخي، ابوبکر محمد بن الحسن — وفات: ۱۱۱۹ھ اور ۱۱۲۹ھ کے درمیان
عرب کے نہایت مشہور ریاضی داں تھے۔ بویہ حکومت کے زمانہ میں جب فخر الملک وزیر تھا تو یہ بغداد میں موجود تھے۔ ان کی دو کتابیں ریاضی پر
اب بھی پائی جاتی ہیں۔ ایک ”کافی فی الحساب“ اور دوسری الفخری (جبر و مقابلہ)۔ ان کا ترجمہ جرمن زبان میں بھی ہو چکا ہے۔
حوالہ: (ابن خلکان)

۲۰۶۔ الکسانی، علی بن حمزہ بن عبد اللہ بن رحمان بن فیروز — وفات (کوفہ) ۱۸۹ھ
مشہور نحوی و ماہر زبان تھے۔ ابتدائی تعلیم کوفہ میں پائی، پھر بصرہ میں فیل بن احمد (مشہور نحوی) سے تحصیل علم کی، خلیل نے انہیں نجد کے بدوی قبائل
کے پاس زبان سیکھنے کے لئے بھیج دیا۔ جب یہ بصرہ واپس آئے تو خلیل کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کی جگہ کسائی کو ملی اور بغداد میں مستقل قیام کر لیا یہاں
مشہور قاری حمزہ زیات کی قرأت کے مطابق درس دینا شروع کیا، لیکن بعد کو خود ایک نیا طریقہ قرأت کا پیدا کیا، چنانچہ قرآن کے سات قاریوں میں سے ان کا
بھی شمار ہوتا ہے۔ ہارون الرشید نے اپنے لڑکوں امین و مامون کی تعلیم کے لئے بھی انہیں مامور کیا تھا۔ سیبویہ مشہور نحوی ان کا معاصر و رقیب تھا اور
ان دونوں میں چلتی رہتی تھی۔ متعدد تصانیف کیں جن میں صرف ایک کتاب رسالۃ فی الحن العامة (قرأت) برہاتی رہی۔
حوالہ جات: (الفہرست (ابن ندیم)۔ الاغانی۔ تہذیب التہذیب (ابن حجر)

۲۰۷۔ کمال الدین الفارسی، محمد بن الحسن، ابوالحسن — وفات: ۲۱۳ھ
یہ ابن ہبیشم کے مرتبہ کے عالم تھے۔ ریاضیات، فلکیات کے بڑے ماہر۔ بصریات (OPTICS) پر متعدد رسائل لکھے۔
حوالہ: (دائرة المعارف)

۲۰۸۔ الکبندی، ابو عمر محمد بن یوسف — وفات (فسطاط) ۳۵۰ھ
محدث و مورخ تھے یہ عرب کے قبیلہ کنذہ سے متعلق تھے اور عمر بن العاص کے ساتھ مصر گئے تھے۔ حدیث کی تعلیم ابن قنبر اور نسائی سے حاصل کی
اور اخیر عمر میں خود بھی حدیث کا درس دینے لگے۔ لیکن تاریخ کا مطالعہ ان کا خاص ذوق تھا۔ ان کی دو تاریخی کتابیں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں:
ایک امراء مصر (مصر کے گورنروں کے حالات میں) اور دوسری القضاة (مصر کے قاضیوں کے حالات میں)
حوالہ جات: (المخطوطات مرقزی)۔ تاریخ الاسلام (ذہبی)

۲۰۹۔ ماتریدی، ابو منصور محمد بن محمود الحنفی المتکلم الماتریدی السمرقندی — وفات (سمرقند) ۳۳۳ھ
فقہ و کلام کے ماہر تھے اور ماتریدی مسلک کے امام۔ ماتریدی اور اشعری دراصل دونوں اہل سنت و الجماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور دونوں کو ایک
ہی سمجھا جاتا ہے، لیکن ماوراء النہر میں اس کو ماتریدی ہی کہتے ہیں۔
اشعری، طحاوی اور ماتریدی تینوں ہم عصر تھے اور معتزلی عقاید کے مخالف۔ لیکن موفین نے ماتریدی کا ذکر بہت کم کیا ہے۔
ماتریدی، سمرقند کا ایک قصبہ تھا اور یہیں یہ پیدا ہوئے۔ ابتدائی حالات بہت کم معلوم ہیں۔ حنفی مسلک کو ماتریدی کیوں کہنے لگے اس کا صحیح علم حاصل
نہیں۔ لیکن اس کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ ابو حنیفہ کا شمار بھی متکلمین میں ہوتا تھا اور ماتریدی بھی اسی جماعت کے فرد ہونے کی بنا پر دوسری فقہاء کے مقابلہ
میں ابو حنیفہ کو ترجیح دیتے تھے، اس لئے حنفی اور ماتریدی دونوں ایک مسلک سمجھے جانے لگے۔ تاہم ان دونوں کے عقاید اور بعض مسائل فقہ میں اختلاف
ضرور پایا جاتا ہے۔

ان کی بعض تصانیف کی فہرست یہ ہے:
کتاب التوحید۔ کتاب المقالات۔ کتاب رد ادائل الاولیاء۔ الکعبی۔ کتاب بیان وہم المعتزلہ۔ کتاب تاویلات القرآن۔
حوالہ جات: (انساب (سمعانی)۔ معجم (یاقوت)۔ ابن خلکان)

۲۱۰۔ مالک بن انس، ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمر بن الحارث بن غیمان بن غنشل بن عمر بن الحارث الأنصہی

ولادت: (۹۳ھ اور ۹۴ھ کے درمیان) — وفات (مدینہ): ۱۷۹ھ

مشہور فقیہ و محدث۔ مالکی فقہ کے امام۔ ان کے چچا اور دادا بھی محدث تھے اس لئے ابتداءً انھوں نے بھی حدیث پڑھی۔ صاحب آغانی کا بیان ہے کہ اول اول انھیں مغنی بننے کا خیال پیدا ہوا، لیکن چونکہ بہت بد صورت تھے اس لئے ان کی مال نے فقہ کی تعلیم کی طرف متوجہ کیا۔ انھوں نے مشہور فقیہ ربیعہ بن فرخ کے ساتھ فقہ حاصل کی۔ یہ ربیعہ وہی ہیں جنھوں نے فقہ میں رائے سے کام لینے کو بھی جائز قرار دیا اور اس طرح ان کا نام ہی ”ربیعۃ الرائے“ پڑ گیا۔ ان کے استادوں کی فہرست بہت طویل ہے یہاں تک کہ بعض نے ۹۰۰ کی تعداد ظاہر کی ہے جن میں ۳۰۰ تابعین بھی شامل تھے۔ انھوں نے قرأت کا فن بھی حاصل کیا اور ۹۵ شیوخ سے احادیث کی روایت کی

جب ۱۴۵ھ میں محمد اور ابراہیم بن عبد اللہ (علوین) نے خروج کیا تو خلیفہ منصور عباسی نے انھیں کو طرف ارحسین کے پاس مکہ روانہ کیا تھا کہ یہ دونوں بھائی حکومت کے حوالہ کر دئے جائیں لیکن اس میں انھیں کامیابی نہیں ہوئی تاہم اس خدمت کے صلہ میں عبد اللہ کی ضبط شدہ جائداد کا کچھ حصہ انھیں بھی مل گیا۔ ۱۴۵ھ میں محمد بن عبد اللہ نے مکہ میں اقتدار پیدا کر لیا تو انھوں نے فتویٰ دیا کہ منصور کی خلافت پر جن لوگوں نے بیعت کی تھی وہ اسکی پابندی پر مجبور نہیں ہیں کیونکہ یہ بیعت بہ جبر حاصل کی گئی تھی۔ جب یہ بغاوت ۱۴۵ھ میں ختم ہوئی تو جعفر بن سلیمان گورنر مدینہ نے مالک بن انس کو بھی گرفتار کر کے کوڑے لگوائے جس سے ان کا ایک شانہ اتر گیا۔ لیکن بعد کو حکومت کے ساتھ ان کے تعلقات پھر استوار ہو گئے کیونکہ جب خلیفہ ہمدانی نے خانہ کعبہ کی عمارت میں کچھ تبدیلی پیدا کرنا چاہی تو ان سے مشورہ کیا اور جب ہارون الرشید مکہ گیا تو وہ بھی ان سے ملا لیکن ان روایات کو بعض مستشرقین نے صحیح قرار نہیں دیا۔ انھوں نے ۸۵ سال کی عمر پائی اور ۱۷۹ھ میں انتقال کیا جو زمانہ امام شافعی کے شباب کا تھا۔

ان کی شہرت کا انحصار ان کی مشہور کتاب موطا پر ہے جو اسلام کا سب سے پہلا مجموعہ مسایل فقہیہ کا ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے جو احادیث روایت کی ہیں ان کی کافی چھان بین کر لی تھی۔ ابو حنیفہ کی طرح انھوں نے بھی کوئی علیحدہ فقہی مسلک اپنا قائم نہیں کیا تھا، بلکہ بعد کو ان کے شاگردوں نے بعض مسایل فقہ میں امام شافعی سے اختلاف کر کے مالکی فقہ کی بنیاد ڈالی۔ مالکی مسلک مصر و اسیقین میں زیادہ مقبول ہوا۔

حوالہ جات: (کتاب المعارف) (ابن قتیبة)۔ کتاب الفہرست (ابن ندیم)۔ کتاب الانساب (السمعانی)۔ ابن خلکان۔ ترمذی الممالک (سیوطی)۔

۲۱۱۔ الماوروی، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب — وفات (بغداد): ۳۵۳ھ (عمر ۸۶ سال)

شافعی فقیہ تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد بغداد و بصرہ میں درس دینے لگے اور پھر استقواء (نیشاپور) میں قاضی ہو گئے۔ اخیر میں بغداد کو اپنا مستقر بنالیا۔ یہ زمانہ القادر (عباسی) کی خلافت کا تھا اور عراق میں بویہ حکومت کا۔ جب جلال الدین بویہ نے خلیفہ المقتدر کو لکھا کہ اسے شہنشاہ کا خطاب ملنا چاہئے تو الماوروی نے اس کے خلاف فتویٰ دیا اور اس طرح بویہ حکومت اس کی مخالفت ہو گئی۔ ان کی تصانیف کی فہرست یہ ہے: تفسیر القرآن۔ کتاب الحاوی الکبیر فی الفروع۔ کتاب الاحکام السلطانیہ۔ نصیحة الملوک۔ تسہیل النظر۔ قوانین الوزارة۔ اعلام النبوة۔ ادب القاضی۔

حوالہ جات: (ابن خلکان)۔ یا قوت۔ (اسکلی)

۲۱۲۔ محمد باقر مجلسی

اصفہان کے شیخ الاسلام اور ایران کے نہایت نامور شیعہ علماء میں سے تھے اور ادبیات، فقہ اور دینیات کے بڑے زبردست ماہر۔ ان کے فضل و کمال کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ شاہ سلیمان نے اپنی لڑکی کا عقد ان سے کرنا چاہا لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ ان کی تصنیف ”حق الیقین“ شیعہ جماعت میں بڑی زبردست استنادی حیثیت رکھتی ہے جس میں شیعہ فقہ کی صداقت کو مناظرہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۴ جلدوں پر مشتمل ہے۔ حدیث پر بھی انھوں نے ایک کتاب ”بحر الانوار“ کے نام سے لکھی تھی۔

حوالہ: (بہل)

ہندوستانی لائبریری
گورنمنٹ لائبریری
کولکٹ

۲۱۳۔ محمد عبیدہ

ولادت: ۱۲۶۶ھ - وفات: ۱۳۰۵ھ

زیریں حصہ مصر کے ایک فلاح کے لڑکے تھے۔ ان کا لڑکپن ایک قریہ محلہ نصر میں بسر ہوا، اور وہیں قرآن حفظ کیا۔ ۱۸۶۲ء میں وطن غلہ کے اسکول میں بھیجے گئے۔ لیکن ڈیڑھ سال کے بعد مدرسہ چھوڑ دیا اور اپنے چچا کی نگرانی میں تعلیم پانے لگے۔ ۱۸۶۶ء میں جامعہ ازہر چلے گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مصر میں جدید تحریکات شروع ہو گئی تھیں اور جدید علوم و فنون کی طرف لوگ متوجہ ہو رہے تھے۔ یہاں پہنچ کر ان کا میدان تصوف کی طرف ہو گیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ لیکن انکے چچا نے اس ارادہ سے باز رکھا اور دنیا میں کچھ کام کرنے کی طرف آمادہ کیا۔ اتفاق سے اسی وقت (۱۸۶۲ء میں) سید جمال الدین افغانی مصر آئے اور انھوں نے عبیدہ کو جدید علوم و فنون، زمانہ کے جدید رجحانات اور دنیا کے اسلام کے سیاسی مسائل کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ محمد عبیدہ نے اپنی تصنیف ”رسالۃ الواروات“ میں جمال الدین کو اپنا پادری و مرشد ظاہر کیا ہے۔ جب خدیو اسماعیل کے آخری زمانہ میں مصر کے سیاسی حالات میں کچھ انقلاب کے آثار پیدا ہوئے تو عبیدہ نے صحافت اختیار کی۔

جامعہ ازہر سے سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد وہ دارالعلوم میں پروفیسر ہو گئے (جو چند سال قبل اس لئے قائم کیا گیا تھا کہ مذہبی تعلیم متغیلات کے پیش نظر دی جائے)۔ لیکن اسماعیل کے بعد جب توفیق خدیو ہوا تو عبیدہ کو ان کے گاؤں بھیج دیا گیا اور جمال الدین کو مصر سے نکال دیا گیا، لیکن اس کے بعد بھی مصر میں لبرل وزارت قائم ہوئی تو ۱۸۷۵ء میں عبیدہ کو بلا کر سرکاری جہدہ ”وقایع المصریہ“ کا چیف ایڈیٹر بنا دیا گیا۔

جمال الدین افغانی اور محمد عبیدہ دونوں اسلامی ممالک کی ترقی و آزادی کے خواہاں تھے، لیکن ان دونوں کے طریق کار میں اختلاف تھا، جمال الدین فوری انقلاب چاہتے تھے اور عبیدہ تدریج کے قائل تھے اور سب سے پہلے وہ عوام کی ذہنی تربیت اور عام تعلیم کو ضروری سمجھتے تھے۔ اتفاق سے اسی وقت عربی پاشا نے خروج کیا اور ہر چند اس تحریک میں محمد عبیدہ نے کوئی حصہ نہیں لیا تھا، لیکن جب یہ ہنگامہ فرو ہوا اور عربی پاشا ناکام رہا تو محمد عبیدہ کو ۱۸۸۲ء کے اخیر میں مصر سے جلاوطن کر دیا گیا۔ یہاں سے نکل کر پہلے بیروت گئے اور پھر پیرس۔ یہاں ۱۸۸۵ء میں جمال الدین افغانی سے ملکر ایک سوسائٹی عروۃ الوثقیٰ کے نام سے قائم کی اور اسی نام سے ایک اخبار جاری کیا جو آٹھ مہینے تک جاری رہنے کے بعد بند ہو گیا، لیکن اتنے ہی عرصہ میں اس نے مشرق کی اسلامی دنیا میں کافی بیداری پیدا کر دی اس کے بعد کچھ دنوں تک عبیدہ نے تیونس میں عروۃ الوثقیٰ کا پروپاگنڈا کیا اور پھر ۱۸۸۷ء میں بیروت میں قیام کر کے درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ اسی زمانہ میں افغانی کے ایک فارسی رسالہ کا عربی ترجمہ ”رسالۃ الترد علی الدہرین“ کے نام سے کیا اور دو ادبی تصانیف (شرح پنج البلاغہ - شرح مقامات بدیع الزمان الہدائی) شایع کیں۔

۱۸۹۹ء میں یہ پھر قاہرہ طلب گئے اور حج کا عہدہ تفویض ہوا۔ ۱۸۹۷ء میں یہ جامعہ ازہر کی مجلس انتظامیہ کے رکن بھی ہو گئے اور انھوں نے وہاں بہت سی اصلاحیں کیں۔ ۱۸۹۹ء میں انھیں مفتی اعظم بنا دیا گیا اور اخیر وقت تک اس خدمت پر راجع رہے، اسی ملازمت کے سلسلہ میں انھوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ”تقریر فی اصلاح المحاکم الشرعیہ“ ہے۔ علاوہ اس کے اور بھی کئی کتابیں شایع کیں مثلاً: رسالۃ التوحید - کتاب البصائر الناصریہ (منطق الاسلام والنصرانیۃ فی العلم والدینیۃ)۔

عبیدہ نے تفسیر قرآن بھی لکھنا شروع کی تھی اور جس کے اجزاء اخبار المنار میں شایع ہوتے رہتے تھے، لیکن یہ کام پورا نہ ہو سکا۔ اس کے بعض مضامین کا ترجمہ فرانسیسی میں بھی شایع ہوئے۔

عبیدہ، قدامت پرستی کے مخالف تھے اور وہ مذہبی مسائل کو بھی نئی روشنی میں دیکھنا چاہتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام رجعت پسند علماء ان کے دشمن ہو گئے اور علامہ رشید رضا اور شیخ المنارہ کی مخالفت بھی شروع ہو گئی جو عبیدہ کے بڑے معترف تھے۔

وہ چاہتے تھے کہ مذہب میں جو رجم فیہ شرع رائج ہو گئے ہیں انہیں رد کر کے قرون اولیٰ کی سادگی پیدا کی جائے۔ اسی کے ساتھ وہ عربی زبان میں بھی اصلاح و ترقی چاہتے تھے اور سیاسی حیثیت سے وہ مصر کی مکمل آزادی کے خواہاں تھے۔ مذہب کے باب میں وہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے نظریوں سے زیادہ متاثر تھے اور وہ مذہبی اعتقادات میں اتنی لچک پیدا کرنا چاہتے تھے کہ جدید علوم و فنون اور نئی ذہنی ترقیوں کا ساتھ دے سکے، وہ تقلید محض کو برا جانتے تھے زمانہ کے اقتصاد کے لحاظ سے فقہی مسائل میں اجتہاد و تبدیلی کے قائل تھے، تاکہ وہ عوام کی موجودہ ضروریات اور سائنس کی ترقی کا ساتھ دے سکے۔ وہ قبر پرستی

اور پیر پرستی کے بھی سخت مخالف تھے، وہ قرآن کو ”مخلوق“ کہتے تھے اور اہام وحی کو انسان کا ملکہ ذاتی قرار دیتے تھے اور معجزوں کے بھی قائل نہ تھے۔
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامی)

۲۱۴۔ المدائنی، علی بن عبد اللہ بن ابی سیف ابو الحسن ————— ولادت (بصرہ): ۱۳۵ھ - وفات (بغداد): ۲۲۵ھ
عرب مصنف و مورخ تھے۔ اول اول فقہ کی طرف توجہ کی لیکن پھر تاریخ و ادبیات کی طرف متوجہ ہو گئے وہ کچھ زمانہ تک مدائن میں رہے لیکن پھر بغداد چلے گئے۔ یہ بڑی وسیع تاریخی معلومات رکھتے تھے۔ انھوں نے سیرت رسول، خلفاء کے فتوحات اور شعراء کا تذکرہ بھی کچھ لکھا۔ ابن ندیم نے ان کی تصانیف کی تعداد ۲۳۹ ظاہر کی ہے، لیکن پھر بھی اس نے بہت سی کتابوں کا ذکر نہیں کیا مثلاً:

اخبار زفر بن الحارث (تاریخ) - کتاب لفرج بعد الشدة (ادب) - کتاب لمغربین (ادب) - خزائن الادب -
ان کی تاریخی تصانیف میں: اخبار الخلفاء الکبیر، بڑی مفصل تاریخ ہے جس میں خلیفہ معتمد تک کے حالات پائے جاتے ہیں۔
حوالہ جات: (الفہرست (ابن ندیم) - ارشاد الارباب (یا قوت)

۲۱۵۔ المرغینانی، برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی ————— وفات: ۵۹۳ھ
مشہور حنفی فقیہ تھے اور کتاب ہدایہ کے مصنف جو درس نظامی میں شامل تھی۔ انھوں نے فقہ و حدیث سیر و سیاحت کر کے متعدد علماء و فضلاء سے پڑھی۔ بعض تصانیف یہ ہیں:

نشر المذہب - مناسک الحج - کتاب الفرائض - مختصرات النوازل - ہدایہ (جس کی شرح ہدایہ ہے)
حوالہ جات: (الجوامع المفیئۃ (القمری) - نواید الباہیہ (عبد الحوٹ فرنگی محلی)

۲۱۶۔ المسعودی، ابو الحسن علی بن حسین ————— وفات (فسطاط): ۳۴۶ھ
چوتھی صدی ہجری کے مشہور سیاح، مورخ و جغرافی تھے یہ بغداد میں پیدا ہوئے، کمسنی میں فارس کا سفر کیا اور ۳۳۵ھ کا ایک حصہ مصر میں گزارا دوسرے سال وہ ہندوستان میں ملتان و منصورہ تک آئے، اس کے بعد کبایت، صیمور اور سیلون گئے۔ یہاں سے ایک چینی قافلہ کے ہمراہ بحر چین کی سیاحت کی اور وہاں سے لوٹ کر زنجبار اور عمان گئے، ۳۴۱ھ میں فلسطین گئے، ۳۴۲ھ میں انطاکیہ اور شام کے علاقہ کی سیاحت کی اور پھر ۳۴۳ھ میں دمشق آئے۔ آخر میں بمقام فسطاط انتقال ہو گیا۔

ان کی سیر و سیاحت کا مقصد زیادہ تر تحصیل علوم و فنون تھا لیکن ان کی معلومات زیادہ تر سطحی تھیں۔ انھوں نے لسانیات، فقہ، فلسفہ، ادب، سیاست و اخلاق متعدد موضوع پر لکھا، لیکن اکثر تصانیف ضائع ہو گئیں اور آخر کار صرف مورخ کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔ ۳۳۲ھ میں تاریخ عالم لکھنا شروع کی جس کا نام ”کتاب اخبار الزمان ومن اباده المحدثان من الامم المافیہ والاجیالی الی الامیہ والممالک المشرقة“ تھا اور ۳۴۰ھ جلدوں میں پوری ہوئی تھی لیکن اب اس کی صرف ایک جلد باقی جاتی ہے۔ دوسری تصنیف کتاب بلاد و احوال ہے جس میں اسی تاریخ عالم کے اقتباسات سے کام لیا گیا ہے۔ ان کی بہت شہور تصنیف ”مروج الذهب و معادن الجواہر“ انھیں دونوں کتابوں کا خلاصہ ہے جسے انھوں نے ۳۳۵ھ میں پورا کیا تھا۔ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور تمام مغربی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا۔ آخر عمر میں انھوں نے کتاب التبیہۃ الاشران لکھی جس میں انھوں نے اپنی تمام تصنیفی زندگی کا جائزہ لیا ہے۔ یہ کتاب بہت مشہور ہوئی۔

حوالہ جات: (الفہرست (ابن ندیم) - ارشاد الارباب (یا قوت) - طبقات الشافعیہ (السبکی)

۲۱۷۔ مسلم بن الحجاج ابو الحسین القشیری النیشاپوری ————— ولادت (نیشاپور): ۲۶۱ھ یا ۲۶۲ھ - وفات: ۲۶۱ھ
مشہور محدث تھے۔ ان کی صحیح مسلم کا شمار حدیث کی چھ مشہور کتابوں میں سے ہے جنہیں صحاح ستہ کہتے ہیں۔ انھوں نے جمع احادیث کے لئے عرب، مصر، شام و عراق کا سفر کیا اور بڑے بڑے اکابر احادیث سے روایت حاصل کیں۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے تین لاکھ احادیث فراہم کر کے ان کا انتخاب کیا جسے صحیح مسلم کہتے ہیں جس میں انھوں نے اسناد کا بہت زیادہ خیال رکھا ہے۔ فقہ اور مذکرہ محدثین پر بھی انھوں نے متعدد تصانیف کیں لیکن باقی نہ رہیں
حوالہ جات: (تہذیب (نویسی) - ابن خلکان)

۲۱۸- مظری، ابوالفتح ناصر بن عبد السید بن علی بن المطرز — ولادت (خوارزم): ۵۳۹ھ — وفات (خوارزم): ۵۶۱ھ
نحوی، فقیہ وادیب تھے۔ یہ اسی سال پیدا ہوئے جس سال زرخشری کا انتقال ہوا، اسی لئے انھیں خلیفۃ الزرخشری کہنے لگے۔ یہ معتزلہ جماعت سے تعلق رکھتے تھے اور فقہ حنفی کے موید تھے۔ ان کی کتاب ”المغرب فی اللغة“ بڑی مشہور و مفید تصنیف ہے جس میں فقہ و احادیث کی تمام اصطلاحات جمع کر دی ہیں۔ انھوں نے ایک کتاب اپنے لڑکے کے لئے بھی لکھی جس کا نام ”الاقناع“ ہے اس میں عربی کے مترادف الفاظ جمع کر دئے گئے ہیں۔ ایک کتاب نحو پر بھی لکھی جس کا نام ”المصباح فی النحو“ ہے۔ انھوں نے مقامات حریری کی بھی شرح لکھی تھی۔ وہ خود بھی اچھے شاعر تھے۔
حوالہ: (بغیۃ الوعات (سیوطی))

۲۱۹- معین المسکین، معین الدین محمد امین بن حاجی محمد الفراء ہی الہروی۔ المتخلص بمعینی — وفات: ۹۰۶ھ
مشہور محدث تھے۔ انھوں نے ۳۱ سال تک اس فن کو حاصل کیا اور مسجد ہرات میں درس حدیث دیتے رہے۔ ۹۶۶ھ میں اپنے ایک دوست کے کہنے سے رسول اللہ کی سیرت لکھنا شروع کی جو سیرۃ نبوی کے سلسلہ کی بڑی مشہور کتاب ہے۔ اس کا نام ”معارج النبوة“ ہے اور ۲۵ سال اس کتاب کی ترتیب میں صرف کئے۔ ایک تفسیر قرآن بھی لکھی (بحر الدُر) اور ایک مجموعۂ احادیث بھی مرتب کیا (روضۃ الواعظین) ان کے علاوہ انھوں نے موسیٰ کی تاریخ لکھی جس کا نام ”تاریخ موسوی“ ہے اور ریوسن وزینا کا قصہ بھی (حسن القصص)
حوالہ: (حبیب السیر)

۲۲۰- معین الدین محمد ہروی — ہرات کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے یہودیوں کی ایک تاریخ لکھی جس کا نام تاریخ موسوی ہے۔ ہرات کی تاریخ میں ایک کتاب روضۃ الجنات کے نام سے تصنیف کی۔ ان کی ایک کتاب معارج النبوة ہے اور دوسری روضۃ الواعظین۔ یہ نویں صدی ہجری میں پائے جاتے تھے۔
حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامی)

۲۲۱- المفصل بن محمد بن یحییٰ بن عامر بن سالم بن الرمال الضبی — وفات: ۶۶۱ھ اور ۶۶۲ھ کے درمیان
دبستان کوفہ کے مشہور نحوی اور ماہر لسانیات تھے۔ یہ علویین میں سے تھے۔ جب عباسی خلیفہ المنصور کے خلاف علویین نے ابراہیم بن عبد اللہ کی قیادت میں خروج کیا تو یہ بھی اس میں شریک تھے۔ جب ابراہیم قتل ہوا تو یہ بھی قید کر دئے گئے، لیکن بعد کو خلیفہ نے ان کا قصور معاف کر کے اپنے بیٹے المہدی کا اتالیق مقرر کر دیا۔ اخیر عمر میں کوفہ میں قیام کر کے درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔
یہ عہد جاہلیت کی شاعری کے مستند راوی و ماہر سمجھے جاتے تھے اور خود بھی بڑے مرتبہ کے شاعر تھے۔ یہ عربی زبان کے محاورات اور ایام عرب کے انساب کے بڑے ماہر تھے۔ متعدد کتابیں لکھیں: کتاب الامثال۔ کتاب العروض۔ کتاب معنی الشعر۔ کتاب الالفاظ (لغت)۔ مفضلیات (قدیم شعراء عرب کے کلام کا انتخاب)
حوالہ جات: (کتاب الاغانی۔ فہرست (ابن ندیم)۔ ارشاد الاریب (یا قوت))

۲۲۲- المقاری، ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد بن یحییٰ التلمسانی المالکی شہاب الدین

ولادت (تلمسان): ۱۰۰۱ھ — وفات (قاہرہ): ۱۰۴۱ھ
ماہر ادبیات و سوانح نگار تھے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی۔ اس کے بعد مراکش اور فارس میں ۱۰۲۶ھ سے ۱۰۴۱ھ تک مسجد القروین کے امام رہے اس کے بعد حج کے لئے مکہ آئے اور ۱۰۲۶ھ میں قاہرہ واپس آئے اور شہادی کر لی۔ اس کے بعد کئی بار مکہ گئے اور وہاں حدیث پڑھی۔ پھر قاہرہ گئے اور وہیں انتقال کیا۔ ان کی بڑی اہم تصنیفات اسپین کی مسلم حکومت کی بیضا تاریخ ہے جس کا نام ”نفع الطیب من غصن الاندلس الرطیب و ذکر وزیرنا ابن الخطیب“ ہے۔ انھوں نے ایک اور اہم کتاب لکھی: ”ازہار الریاض فی اخبار القاضی العیاض“
حوالہ جات: (در الثمین (محمد مییارہ)۔ ریحانۃ الالباء (الحفاجی)۔ خلاصۃ الآثار (المجسی))

۲۲۳۔ **المقاتل بن سلیمان بن بشیر الازدی الخراسانی البلیخی، ابو الحسن** — ولادت (بلخ)۔ وفات (بصرہ) ۱۵۰ھ۔
مفسر و محدث تھے۔ ان کے حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں۔ محدث ہونے کی حیثیت سے ان کی شہرت مجروح ہے۔ فقہ میں وہ مرجئہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور سیاسی حیثیت سے وہ زیدیہ جماعت کے طرفدار تھے۔ انھوں نے ادبیات پر بھی بعض رسائل لکھے اور حدیث و قرآن پر بھی۔ ابن ندیم اور حاجی خلیفہ نے ان کی تصانیف کی ایک فہرست دی ہے۔ قدیہ جماعت کے رد میں بھی ایک رسالہ لکھا تھا۔
حوالہ جات: (کتاب الاشتقاق) ابن درید۔ (ابن اثیر۔ تہذیب الاسماء) (نویسی)

۲۲۴۔ **المقدسی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد الشامی، المعروف بہ البشاری** — ولادت: ۳۴۵ھ۔ وفات (اندازاً): ۴۱۱ھ۔
چونکہ ان کی جائے ولادت یروشلم تھی اس لئے انھیں ”مقدسی“ کہتے ہیں۔ ان کے دادا ابو بکر البنا، فلسطین کے ماہر فن تعمیر تھے اور اخیر عمر میں یروشلم چلے گئے تھے یہ خود بھی اس فن کے ماہر تھے۔ انھوں نے جغرافیہ تصنیف ”حسن التعمیم فی معرفۃ الاقالیم“ ۳۸۵ھ میں مکمل کی جس میں بڑی حد تک البلیخی، الاصطخری اور ابن حوقل کی کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔ اس کا ترجمہ یورپ کی مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے۔
حوالہ: (اسلامی ہند (نیاز))

۲۲۵۔ **المقریزی، ابو العباس احمد بن علی بن عبد القادر الحسینی تقی الدین** — ولادت (قاہرہ): ۳۶۶ھ۔ وفات (قاہرہ): ۸۴۵ھ۔
مشہور عرب مورخ تھے۔ ابتدائی تعلیم حنفی فقہ کی ہوئی، لیکن بعد کو شافعی مسلک اختیار کر لیا۔ اول اول وہ قاہرہ کے ”اب“ وزیر مقرر ہوئے اور پھر مویدیہ مدرسہ میں حدیث کے معلم ہو گئے، ۸۱۱ھ میں وہ قلائیہ کے جہتم اوقاف ہو گئے اور پھر دمشق میں مدرسہ اشرفیہ و اقبالیہ میں درس و تدریس پر مامور ہوئے دس سال کے بعد وہ قاہرہ واپس آئے اور یہیں انتقال ہوا۔ اخیر عمر تصنیف و تالیف میں صرف کی۔ سب سے پہلے تاریخ مصر لکھی۔ ان کی مشہور ترین کتاب خطط ہے جس میں اس نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ قاہرہ و فسطاط کی تاریخ قلمبند کی۔
حوالہ: (حسن المحاضرہ سیوطی)

۲۲۶۔ **الندیم، ابو الفرج محمد بن ابی یعقوب اسحاق الوراق، البغدادی** — ولادت (غالباً): ۳۲۵ھ۔
مشہور مورخ و تذکرہ نگار تھے۔ انھیں ابن ندیم بھی کہتے۔ ابتدائی حالات بالکل تاریکی میں ہیں۔ یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس خاندان سے تھے۔ ان کی تاریخ ولادت کا پتہ بھی خود ہی ان کے بیان سے کچھ کچھ چلتا ہے کیونکہ ۳۳۵ھ میں ادبیل عمر میں ایک بزرگ سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ ان کے باپ وراق (کتب فروش) تھے۔ ان کی جائے ولادت بغداد تھی لیکن عمر کا اکثر حصہ یہیں گزرا، یہیں کے اہل قلم کے ساتھ زندگی بسر کی اور یہیں تعلیم پائی، اسی لئے وہ بغدادی مشہور ہو گئے ان کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی بار مؤصل بھی گئے تھے۔ لیکن ان دو مقامات کے علاوہ کسی اور جگہ جانے کا ذکر نہیں کیا ہے، مشہور نحوی یرافعی، ابن المنجم اور ابو سلیمان منطقی سے تعلیم حاصل کرنے کا ذکر انھوں نے کیا ہے۔ اور احادیث کی روایتیں بھی بعض اکابر حدیث سے کیں اس وقت کے تمام علماء بغداد سے ان کے دوستانہ مراسم تھے۔ تشیع اور اعتزال کی طرہ ان کا رجحان زیادہ تھا۔ اپنے باپ کی طرح وہ بھی کتب فروشی کیا کرتے تھے۔
ان کی شہرت کا انحصار تمام تر ان کی تصنیف الفہرست پر ہے جو نہ صرف تاریخ و تذکرہ کی کتاب ہے۔ بلکہ مختلف علوم و فنون کے متعلق بیش بہا معلومات کا ذخیرہ ہے۔

فہرست دس مقالات پر مشتمل ہے۔ پہلے چھ مقالات میں قرآن، نحو، تاریخ، شاعری عقاید و دینیات کا ذکر کیا ہے اور باقی چار مقالات میں فلسفہ ادبیات، تاریخ مذاہب اور علم الکیمیا کی معلومات درج کی ہیں۔ تذکرہ کے سلسلہ میں انھوں نے اکابر علم و ادب کے ساتھ ان کی تصنیفات کا بھی ذکر کیا ہے اور اس لحاظ سے اس کی کتاب کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اور تمام دوسرے مشہور مؤرخین نے مثلاً یاقوت، ابن قسطلی، ابن ابی اصیبعہ، ذہبی، ابن حجر عسقلانی حاجی خلیفہ اور خفاجی) اس کتاب سے بہت فائدہ اٹھایا۔

ابن ندیم کی ایک اور تصنیف ہے: ”کتاب لاوصاف و التشیہات“ لیکن یہ ضایع ہو گئی۔

(دائرة المعارف - اسلامی)

۲۲۶۔ النسانی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی بن کبر بن سنان

وفات: ۳۰۳ھ

ان کے حالات زندگی تاریخی میں ہیں، مشہور جامع احادیث تھے، جن کا مجموعہ احادیث صحاح ستہ میں شامل ہے۔ انھوں نے جمع احادیث کے لئے بہت سفر کیا اور عرصہ تک مصر میں رہنے کے بعد دمشق میں اقامت اختیار کر لی۔ چونکہ یہ علویوں کے طرفدار تھے اس لئے بنو اُمیہ کے تشدد کو برداشت نہ کر کے مر گئے۔ یہ مکہ میں مدفون ہیں۔ ان کے مجموعہ احادیث میں بعض ایسے ابواب بھی ہیں جو دوسرے مجموعوں میں نہیں پائے جاتے۔ انھوں نے ایک کتاب فضائل علی میں بھی لکھی تھی جس کا نام ”خصائص امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب“ ہے۔ ایک اور تصنیف ”کتاب الضعفاء“ بھی ان سے منسوب کی جاتی ہے۔
حوالہ جات: (ابن خلکان - طبقات الحفاظ (دمحوی) - کتاب الانساب (سمعیانی))

۲۲۸۔ النسفی، حافظ الدین ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود

ولادت (نسف) - وفات (بغداد): ۵۱۱ھ

مشہور حنفی فقیہ و ماہر اصول فقہ تھے۔ کربان کے مدرسہ الشیخانیہ میں درس دیتے تھے۔ ۵۱۱ھ میں بغداد آئے اور یہیں انتقال کیا۔ مظفر الدین (مصنف مجمع البحرین) اور حسام الدین (شاعر ہدایہ) ان کے شاگرد تھے۔
ان کی بہترین تصنیف ”کتاب المنار فی اصول الفقہ“ ہے جس کی شرح بھی انھوں نے کشف الاسرار کے نام سے لکھی۔ فقہ پر ایک تصنیف کتاب التوفی کے نام سے کی جس کا خلاصہ کنز الدقائق ہندوستان کے درس نظامی میں بھی شامل تھا۔ انھوں نے مارک التزویل کے نام سے تفسیر قرآن بھی لکھی۔
حوالہ جات: (کشف الظنون (عاجی خلیفہ) - اعلام الانبیاء (دکھادی))

۲۲۹۔ فثوان بن سعید بن فثوان الحمیری البیہقی

وفات: ۵۶۱ھ

فقہ، لسانیات، تاریخ اور نحو کے بڑے ماہر تھے۔ وہ شاعر بھی تھے انھوں نے آٹھ اور بقول بعض مورخین ۱۸ جلدوں میں ایک لغت مرتب کیا جس کا نام شمس العلوم تھا۔ فن شعر پر بھی ایک تصنیف کتاب القوافی کے نام سے اپنے بعد چھوڑی۔ ایک کتاب فلسفیانہ انداز کی مذہب پر بھی تصنیف کی جس کا نام: ”کتاب محور العین و تہذیب السامعین“ تھا۔
یا قوت کا بیان ہے کہ کوہستان صبر کے ایک بڑے علاقہ پر وہ قابض و حکمران تھے لیکن حالات زندگی بالکل تاریکی میں ہیں، سیوطی نے معتز ز ظاہر کیا ہے۔
حوالہ جات: (عاجی خلیفہ - سیوطی - یا قوت)

۲۳۰۔ النظام، ابراہیم بن سیار بن جانی بن اسحاق

ولادت (بصرہ): ۲۵۰ھ - وفات (بغداد): ۳۳۰ھ اور ۳۳۵ھ کے درمیان

مشہور معتزلی امام تھے۔ بصرہ میں نشوونما ہوا اور عمر کا آخری حصہ بغداد میں بسر کیا۔ یہ شعر و ادب کے بھی بڑے ماہر تھے، لیکن ان کی شہرت کا سبب ان کے مذہبی اجتہادات تھے جنھوں نے عہد عباسیہ کے کلچر کو بہت متاثر کیا۔
علم کلام میں اول اول: ابوالہذیل العلوان کے شاگرد ہوئے لیکن بعض مسائل میں استاد سے اختلاف ہو گیا اور اعتزال کی ایک نئی شاخ کی بنیاد ڈالی جسے دبستان نظامیہ کہتے ہیں۔

عجیب تر بات یہ ہے کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے لیکن حافظہ کا یہ عالم تھا کہ قرآن، انجیل، توریت و زبور مع ان کی تفاسیر کے ان کے دماغ میں محفوظ تھیں اس کے علاوہ شعر و عرب کے اشعار، قصائد کے فیصلہ، فلسفہ و کلام کے تمام مسائل سب یاد تھے۔ ایک بار جعفر برکی کی مجلس میں اسطو کا ذکر آیا تو انھوں نے کہا میں نے اسطو کی کتاب پر نکتہ چینی کی ہے، جعفر نے کہا ”یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تم اچھی طرح پڑھ بھی نہیں سکتے“۔ نظام نے شروع سے آخر تک اسطو کی کتاب زبانی سنادی اور ہر مسئلہ پر اپنے اعتراضات بھی سنا دیے۔

علم ہندسہ میں انھوں نے طفرہ کا مسئلہ ایجاد کیا۔ طبیعیات میں سب سے پہلے انھوں نے ثابت کیا کہ رنگ، بو، آواز، ذائقہ، روشنی و حرارت وغیرہ اعراض مادی ہیں اور انھیں اعراض سے مادہ مرکب ہوتا ہے۔ وہ اجزاء التجزئی کے وجود سے منکر تھے اور تنازع کے قابل۔

ان کے خاص خاص عقاید یہ تھے: (۱) بدی اور گناہ خدا کی قدرت سے خارج ہیں۔ (۲) انسان نام ہے نفس ناطقہ کا اور جسم نفس ناطقہ کے صدور افعال کا آلہ ہے۔ (۳) قرآن کا معجزہ فصاحت و بلاغت نہیں ہے بلکہ یہ کہ اس میں غیب کی باتوں کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ (۴) اجماع حجت شرعی

نہیں ہے۔ (۵) احکام شرع کے وارد ہونے سے قبل دلائل عقل سے خدا کی معرفت حاصل کرنا چاہئے۔ (۶) معجزہ شق القمر کے وقوع اور جنات کے وجود کے منکر تھے۔

ان کی زندگی ہمیشہ فقر و فاقہ میں گزری اور انھوں نے کسی کا احسان لینا کبھی گوارا نہ کیا۔ علم کلام میں ان کے مشہور شاگرد یہ تھے :

حافظ - احمد بن حنبلہ (اعتزال کے فرقہ حنطیہ کے بانی)، ابو عفان نظامی - زرقان -

حوالہ: (دائرة المعارف - اسلامی)

وفات (قاہرہ): ۳۲۳ھ

۲۳۱۔ النعمان بن ابی عبد اللہ محمد بن منصور بن احمد المصنفی فاطمیین مصر کے ابتدائی عہد کے بڑے زبردست فقیہ تھے۔ یہ پہلے مالکی مسلک رکھتے تھے لیکن بعد کو اسماعیلی ہو گئے۔ یہ تیسری صدی ہجری کے اخیر میں پیدا ہوئے اور فاطمی خلیفہ المہدی کے نو سال تک ملازم رہے (۳۱۳ھ - ۳۲۳ھ) اور اس دوران میں تاریخ، فلسفہ، فقہ کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ ۳۲۵ھ میں یہ قاضی مقرر ہوئے اور المعز (چوتھے فاطمی خلیفہ) کے زمانہ میں ان کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔ یہ بڑے ذہین و فاضل شخص تھے اور مختلف علوم و فنون کے ماہر۔ ان کی تصنیف و عالم الاسلام اسماعیلی جماعت میں بڑی مستند کتاب سمجھی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ۴۴ تصانیف چھوڑیں جن میں سے اکثر ضائع ہو گئیں۔ بعض جو باقی رہ گئیں یہ ہیں: اساس التاویل - تاویل الدعائم - شرح الاخبار - افتتاح الدعوی - المجالس والمساہرات -

حوالہ: (دائرة المعارف - اسلامی)

وفات (نوا): ۳۲۳ھ

۲۳۲۔ النووی (النواوی) محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف... الدمشقی - ولادت (نوا): ۳۳۱ھ - وفات (نوا): ۴۳۱ھ شافعی فقیہ تھے۔ ۳۹۱ھ میں دمشق کے مدرسہ رواجیہ میں داخل ہوئے اور طب اور علوم اسلامی حاصل کئے۔ ۳۹۵ھ میں اپنے آپ کے ساتھ جے کے لئے گئے۔ ۳۹۵ھ میں لکھنا شروع کیا اور ابوشامہ کے مرنے کے بعد دمشق کے مدرسہ شرفیہ میں حدیث کے مدرس ہو گئے، لیکن معاوضہ لینے سے انکار کر دیا۔ ان کی شہرت و عظمت رفتہ رفتہ بہت بڑھ گئی، چنانچہ ایک بار سلطان بیکس کے پاس جا کر انھوں نے ملائکہ کی کہ اہل شام پر جو فوجی ٹپکس غاید کیا گیا ہے، منسوخ کیا جائے اور مدرسین کی تنخواہوں میں کمی کی گئی ہے وہ پوری کی جائے۔ بیکس نے انھیں دمشق سے نکال دیا۔ شادی نہیں کی اور آخر عمر تک مجبور رہے۔ محدث ہونے کی حیثیت سے یہ بڑا مرتبہ رکھتے تھے، نقد احادیث میں ایسا بہت سخت تھے۔ یہ فن حدیث میں صرف چار کتابوں کے قابل تھے۔ وہ سنن ابن ماجہ اور مسند امام حنبلی کو ایک ہی درجہ پر رکھتے تھے اور بخاری کو مسلم پر ترجیح دیتے تھے۔ صحیح مسلم کی شرح میں انھوں نے علم و تاریخ حدیث پر بھی بڑی مفصل بحث کی ہے۔ ان کی تصنیف ”کتاب الامین“ بڑی مشہور کتاب ہے۔ انھوں نے بخاری اور ابوداؤد کے بھی بعض قصوں کی شرح لکھی۔

شافعی حلقہ میں ان کی کتاب منہاج الطالبین بڑی وقعت رکھتی ہے۔ نحو اور فن تذکرہ میں بھی متعدد تصانیف پائی جاتی ہیں۔ تذکرہ میں تہذیب لاسماء واللغات بڑی مشہور و مقبول تصنیف ہے۔ کتاب الاذکار - ریاض الصالحین - ہستان العارفین، ان کی تصانیف تصوف ہیں۔

حوالہ جات: (تحفة الطالبین (ابن العطار) - سیوطی - نسبی - ذہبی - یافعی)

ولادت (مربہ): ۳۹۱ھ

۲۳۳۔ واصل ابن عطاء، ابو حنیفہ (لقب غزال) - ولادت (مربہ): ۳۹۱ھ - وفات: ۴۱۱ھ

بصرہ میں نشوونما ہوا۔ اور ابوشامہ عبد اللہ بن محمد بن حنیفہ سے علم کلام حاصل کیا۔ وہ بہت خاموش رہتے تھے اور لوگ انھیں گونگا سمجھتے تھے، لیکن ان کے فضل و کمال کا یہ عالم تھا کہ عمر بن عبیدہ نے ایک دن لوگوں سے کہا کہ لوگ انھیں گونگا کہتے ہیں، حالانکہ شیعہ، خوارج، طاعنہ، دہریہ وغیرہ مختلف فرقوں کے مذہبی عقاید و اصول کا جاننے والا اور دلائل عقل سے ان کا رد کرنے والا آج دنیا میں ان سے زیادہ کوئی نہیں۔ وہ توٹے تھے اور حزن و راء ان کی زبان سے ادا نہ ہوتا تھا اس لئے جب وہ لکھ پڑھتے تو میساختہ ایسے الفاظ استعمال کرتے جو حزن (د) سے خالی ہوں۔ ایک شخص نے پوچھا کہ اگر آپ کو یہ کہنا ہو کہ ”گھوڑے پر زین لگاؤ“ تو ”اسرج الفرس“ کی جگہ کیا کہیں گے۔ بولے کہ میں کہوں گا کہ ”البد الجواد“۔ ایک شخص نے پوچھا کہ اگر آپ کو یہ کہنا ہو کہ ”وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور نیزہ تانا“ تو ”عکب فرسہ و جرد رجھ“ کے بجائے کیا کہیں گے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں کہوں گا ”استوی علی جوادہ و سبب عالمہ“۔ چنانچہ ایک شاعر ”ابو الطرق خبی“ نے ان کی تعریف میں

ایک شعر کہا تھا:

علیم بابدال الحروف وقامع لکل خطیب یغلب الحق باطلہ

(وہ ایک حرف بدل کر دوسرا حرف استعمال کرنے پر قادر ہے اور ہر خطیب کو اس طرح مات دیتا ہے کہ اس کا باطل بھی حق پر غالب آجاتا ہے)

انہوں نے اپنے متعدد شاگردوں کو خراسان، افریقیہ، آرمینیا اور کوفہ روانہ کیا تاکہ وہاں اعتزال کی تبلیغ کی جائے اور اس کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔

واصل اور عمر بن عبید پہلے دونوں حسن بصری کے حلقہ درس میں شامل تھے لیکن بعد کو یہ دونوں علیحدہ ہو کر معتزلہ کے لقب سے مشہور ہوئے بعد کو واصل

اور عمر بن عبید کے درمیان بھی بعض مسائل میں اختلاف ہو گیا اور ان دونوں میں باہم مناظرے ہوئے جن میں واصل کا پلہ بھاری رہتا تھا۔ شاہد میں انتقال کیا۔

واصل کے بہت سے نامور شاگرد ہوئے جن میں عبداللہ بن حارث، حفص بن سالم، حسن بن زکوان، عثمان طویل، قیس بن عاصم، خصوصیت کے ساتھ

قابل ذکر ہیں۔ معتزلہ کا وہ طبقہ جس کے امام واصل بن عطاء تھے، واصلیہ کہلاتا ہے۔ اس کے خاص خاص عقاید یہ ہیں:

(۱) انفی صفات - یعنی خدا کی صفات عین ذات ہیں - (۲) مسئلہ قدر، یعنی انسان خود اپنے افعال کا ذمہ دار و خالق ہے - (۳) گناہ کبیرہ کا مرکب

نکاح فرہ، نہ مومن - (۴) جنگ جمل و صفین میں کوئی ایک فریق ضرور خطا پر تھا۔

ان کی خاص تصنیفات یہ ہیں: کتاب فی الرد علی المانویہ (مانوی مذہب کا رد) - اصناف المرحبہ - کتاب فی التوبہ - کتاب المنزلۃ بین المنزلیین (یعنی گناہ

کبیرہ کا مرکب نہ کافر ہے نہ مومن) - معانی القرآن - المظب فی التوحید والعدل - کتاب فی الدعوة - کتاب بسبیل الی معرفۃ الحق - طبقات اہل العلم والجلہل -

حوالہ جات: (ابن خلکان - المخطوطات والآثار (مقبرہ)

۲۳۴ - الواقدی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر - ولادت (مدینہ): ۱۳۱ھ - وفات: ۲۸۶ھ

یہ علم قرآن، فقہ و حدیث کے ماہر تھے لیکن یہ مشہور ہوئے مورخ کی حیثیت سے۔ ہارون الرشید اور مامون دونوں ان کے قدردان تھے اور کئی برکی

وزیران کی بڑی مالی امداد کرتا رہتا تھا۔ ان کی تصانیف کی فہرست یہ ہے: التاريخ والمغازی والمبعث - اخبار مکہ - الطبقات فتوح الشام -

فتوح العراق - الجمل - مقتل الحسين - السیق - ازواج النبی - صفین - وفات النبی - امر الجیش والفیل - التقیفہ و بیعة ابی بکر - سیرۃ ابی بکر -

مولد الحسن والحسین - ضرب الذانیہ والدرہم - تاریخ الفقہاء - تاریخ کبیر -

حوالہ جات: (فہرست (ابن ندیم) - طبری - ابن خلکان)

۲۳۵ - وہب بن منبہ ابو عبد اللہ - ولادت (دمار): ۳۳۴ھ - وفات: ۳۵۴ھ

جنوبی عرب کے قصص و حکایات اور اہل کتاب کی روایات کے بڑے ماہر تھے۔ ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ ان کے زہد و وداع کے بہت سے واقعات بیان

کئے جاتے ہیں، صنعا میں عہدہ قضا پر بھی مامور رہ چکے تھے۔ ان کی تصنیف کتاب المبتدا سے مورخین مابعد نے بکثرت استفادہ کیا۔ انہوں نے اسرائیلیات کے

نام سے بھی ایک کتاب لکھی جس کی روایات طبری، مسعودی وغیرہ نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں ان کی ایک تصنیف کتاب الملوک بھی ہے جس میں قدیم عرب کے

ملوک کا حال درج ہے۔

حوالہ جات: (معارف (ابن قتیہ) - طبری - یاقوت - ابن حجر - ابن خلکان)

۲۳۶ - ہشام بن الحکم ابو محمد - (دوسری صدی ہجری)

نہایت مشہور شیعہ فقیہ و متکلم - واسط میں پیدا ہوئے، لیکن عمر کا بڑا حصہ کوفہ میں بسر کیا - ۱۹۹ھ میں وہ بغداد چلے گئے، لیکن اس کے بعد ہی چند

دنوں میں انتقال کر گئے۔ یحییٰ بن خالد برکی ان کا بڑا قدردان تھا اور تمام مذہبی مباحث میں جو کچھ کے سامنے ہوتے تھے ان میں ہی صدارت کیا کرتے تھے۔

یہ موسیٰ بن جعفر کے بڑے مخلص دوست تھے اور شیعہ مذہب کے بڑے صاحب درک عالم - وہ قرآن کو صفات خداوندی میں شامل کرتے تھے اور جبر و عقیدہ

رکھتے تھے (غالباً اس لئے کہ ابتدا میں انہوں نے جہم بن صفوان سے تعلیم حاصل کی تھی)

انہوں نے متعدد کتابیں تصنیف کیں لیکن سب ضایع ہو گئیں۔

حوالہ: (فہرست (ابن ندیم))

۲۳۷۔ الہروی، ابواسماعیل عبدالعزیز بن محمد بن علی بن محمد بن احمد بن علی بن جعفر بن منصور بن الانصاری ہروی الخنابی

ولادت: ۳۹۶ھ — وفات (ہرات): ۴۸۱ھ

ضربی مسلک کے مشہور محدث اور مفسر قرآن تھے۔ بڑے بڑے علماء وقت سے تعلیم حاصل کی۔ تاریخ، ادب، فقہ و تصوف پر بھی بڑا عبور تھا۔ چونکہ احناف کے مخالف تھے اور خدا کی تجسیم کے قائل اس لئے وہ بلیغ کی طرف جلا وطن کر دئے گئے اور بارہا قتل کی دھمکی بھی انھیں دی گئی۔

ان کی بعض مشہور تصانیف یہ ہیں:

کتاب منازل السائرین (تصوف) — کتاب ذم الکلام والہجر (فقہ) — طبقات الصوفیہ —

حوالہ جات: (تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) — طبقات الحفاظ (سیوطی) — طبقات المفسرین (سیوطی))

۲۳۸۔ یافعی، عبدالعزیز اسعد بن علی بن عثمان

ولادت (میں): ۶۹۸ھ — وفات: ۷۶۶ھ

مشہور مصنف اور صوفی تھے۔ ابتدائی تعلیم قرآن اور دینیات کی عہد کے بعض اکابر علماء سے پائی، تصوف کا ذوق انھیں ابتدائی ہی سے تھا۔ ۷۱۳ھ میں مکہ گئے اور علی الطواشی کے مرید ہو گئے۔ بعد کو یہیں شادی بھی کر لی۔ ۷۳۲ھ میں دمشق، یہوشلم اور مصر کا سفر کیا۔ وہاں سے لوٹ کر دوبارہ شادی کی۔ انھوں نے عقاید اور تصوف پر متعدد کتابیں لکھیں۔ وہ اشعری اصول کے پابند تھے اور اس لئے ابن تیمیہ کے خلاف انھوں نے ایک رسالہ لکھا وہ ابن عربی کے بھی بڑے معتقد تھے۔ ان کی خاص تصانیف یہ ہیں:

روضۃ الریاحین فی حکایات الصالحین — مرآۃ الجنان وغیرۃ الیقظان — نشر المحاسن الغالیہ — مرہم العلل فی رد المعتزلہ — الارشاد —

در النظم فی فضائل القرآن — شمس الایمان — نور الیقین —

حوالہ جات: (درر الکامنہ — طبقات (سبکی))

۲۳۹۔ یاقوت الرومی، شہاب الدین ابو عبداللہ

ولادت: ۵۴۵ھ — وفات (حلب): ۶۲۶ھ

عرب کے مشہور مورخ و تذکرہ نگار تھے۔ ہزنطینی سرزمین سے تعلق رکھتے تھے۔ لڑکپن میں غلام کی حیثیت سے بغداد لائے گئے اور ایک تاجر عسکرنامی نے انھیں مول لے لیا اور بڑی اچھی تعلیم دلائی۔ انھوں نے بہ سلسلہ تجارت مختلف مقامات کی سیاحت کی اور اکابر علم و ادب سے استفادہ کیا۔ آخر عمر میں موصل کو اپنا مستقر قرار دیا اور وہیں انتقال کیا۔

انھوں نے متعدد تصانیف کیں لیکن اکثر ضائع ہو گئیں۔ فہرست یہ ہے:

کتاب المبدأ والمآل — کتاب الدول (تاریخ) — اخبار الشعراء — معجم الادباء — معجم الشعراء — ارشاد الارباب — معجم البلدان —

حوالہ: (ابن خلکان)

۲۴۰۔ الیعقوبی، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر

وفات: ۲۸۴ھ

عرب مورخ تھے۔ یہ خراسان میں طاہری خاندان سے متوسل تھے۔ طاہری خاندان کے زوال کے بعد یہ مصر چلے گئے اور وہیں انتقال کیا۔ انھوں نے

ایک کتاب جغرافیہ کی کتاب البلدان کے نام سے لکھی اور دوسری تاریخ عالم (تاریخ یعقوبی) لکھی جو ۲۵۹ھ تک کے حالات پر مشتمل ہے۔

حوالہ جات: (ارشاد الارباب (یاقوت))

ہندوستانی لائبریری
گاردن ریڈیو بیابانہ کلکتہ



حصہ چہارم

(الف)

۲۴۱۔ آوسی، محمود بن عبد اللہ شہاب الدین الحسنی الحسینی البغدادی — ولادت: ۱۲۱۸ھ — وفات (بغداد): ۱۲۷۰ھ
نہایت ذہین اور فاضل شخص تھے اور معمولی درجہ سے ترقی کر کے بغداد کے مفتی ہو گئے تھے۔ لیکن بعد کو پاشائے بغداد سے کسی اختلاف کی بنا پر علیحدہ کر دیے گئے۔ ودمر افہ کے لئے قسطنطنیہ گئے، لیکن ناکام واپس آئے۔

ان کی خاص تصانیف یہ ہیں: روح المعانی (تفسیر قرآن) — مقامات —
حوالہ: (دائرة المعارف - اسلامیہ)

۲۴۲۔ ابراہیم الموصلی، ابراہیم بن مہمان بن بہمان (اندیم الموصلی) — ولادت (کوفہ): ۱۲۵۰ھ — وفات (بغداد): ۱۳۰۰ھ
ایرانی نسل تھے اور عرب کے نہایت مشہور ماہر موسیقی۔ انھوں نے یہ فن ایرانی ماہرین سے حاصل کیا تھا اور گانے کے علاوہ نود بجانے میں بھی کماں رکھتے تھے۔ عباسی خلفاء (مہدی، ہادی اور ہارون الرشید) ان کے بڑے دروڑان تھے۔ ان کا بیٹا اسحاق موصلی بھی اس فن کا بڑا ماہر تھا۔ ابراہیم کے فنی کمالات کے متعلق افغانی نے بہت سے عجیب واقعات درج کئے ہیں۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - افغانی - فہرست)

۲۴۳۔ الاشعیشی، ابیہ الدین ابوالفتح محمد بن احمد بن منصور بن احمد بن عیسیٰ المحلی الشافعی — ولادت: ۱۲۹۰ھ — وفات: ۱۳۵۰ھ کے بعد
نحوی و فقیہ تھے، دس سال میں قرآن حفظ کرنے کے بعد نحو و فقہ کی تکمیل کی۔ اپنے وطن میں باپ کی جگہ خطیب مقرر ہوئے اور تمام عمر علم و ادب کی خدمت میں صرف کر دی۔ ”المستظرف فی کل فن مستظرف“ — ”اطواق الاثر فی صدر الدلائل“ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

حوالہ: (السیوطی)

۲۴۴۔ ابن جبر ابو الحسن محمد بن احمد الکندی — ولادت: ۱۲۵۰ھ — وفات: ۱۳۰۰ھ
مشہور عرب سیاح تھے اور فقہ و حدیث کے عالم۔ گورنر غزالیہ ابو سعید بن عبد المؤمن کے سرکاری تھے۔ مکہ، قاہرہ، جدہ، انداپ، مدینہ، کوفہ، بغداد، قسطنطنیہ، حلب، دمشق، اسکندریہ وغیرہ کی سیاحت کر کے انھوں نے اپنا سفر نامہ مرتب کیا، جس کا ترجمہ مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۲۴۵۔ ابن جریری، شمس الدین ابو الخیر محمد بن علی بن یوسف الجزری — ولادت (دمشق): ۱۲۵۰ھ — وفات: ۱۳۲۰ھ
یہ حافظ قرآن اور فاضل دینیات تھے اور قرآن کی تیرہ قراتوں کے ماہر۔ ۱۲۵۰ھ میں حج کے لئے مکہ گئے اور وہاں سے دمشق پہنچ کر علم حدیث کی تکمیل کی۔ یہاں سے قاہرہ گئے اور ادبیات و اصول فقہ حاصل کئے۔ ۱۲۹۰ھ میں دمشق کے قاضی مقرر ہوئے۔ انکوۃ کی لڑائی کے بعد (۱۲۹۰ھ) تیمور نے ماوراء النہر بھیجا اور پھر سمرقند۔ تیمور کی وفات کے بعد یہ خراسان، ہرات، یزد، اصفہان گئے اور پھر شیراز کے قاضی مقرر ہو گئے۔ تصانیف یہ ہیں:
کتاب المنشر فی القراءۃ العصر - تجریر التیسیر فی القراءۃ - الدر المنضیۃ فی قراءۃ الائمة الثلاثہ المرضیہ - ہدایات المہارۃ فی زیادۃ العشرۃ - منجد القارئین فی القراءۃ
التمہید فی علم التجوید - مختصر طبقات القراء - عقد اللالی (حدیث) - الموالد الکبیر - الحسن الحسین من کلام سید المرسلین - مختصر النصیحة بالادبۃ الصبیحہ -

الزہر الفائح - الاصابہ فی لوازم الکتابۃ -

حوالہ جات : (الشقائق النعمانیہ - ابن خلکان - سیوطی)

۱۴۶ - ابن حبان محمد بن احمد البستی -

ولادت : ۲۸۸ھ - وفات : ۳۵۳ھ

محدث تھے اور سمرقند میں عہدہ قضا پر مامور۔ بعد کو یہ مرتب قرار دیا گئے کیونکہ دو عہدہ رسالت کے لئے علم و عمل دونوں کو ضروری سمجھتے تھے۔ ان کا مجموعہ احادیث ”کتاب التقاسیم والانواع“ مشہور کتاب ہے۔ ان کی دو تصانیف اور بھی مقبول ہوئیں : ”کتاب ثنقاء“ - ”مشاہیر علماء الامصار“ - ادب پر بھی ایک کتاب لکھی : ”روضۃ العقلاء و نزہۃ الفضلاء“

حوالہ : (البیہقی)

۲۴۷ - ابن حبیب بدر الدین ابو محمد الحسن بن عمر الدمشقی حلبی

ولادت (دمشق) : ۱۱۰۱ھ - وفات (حلب) : ۱۱۷۹ھ

مورخ تھے۔ حلب میں تعلیم پائی اور مختلف مقامات میں علم حدیث حاصل کیا۔ مصر کے مملوک سلاطین کی تاریخ لکھی : ”درة الاسلاک فی ملک الاتراک“

حوالہ : (دائرة المعارف اسلامیہ)

۲۴۸ - ابن حجر البیہقی، احمد بن محمد بن محمد بن علی ابن حجر شہاب الدین ابو العباس البیہقی السعدی

ولادت (المغنیہ) : ۷۹۰ھ - وفات (مکہ) : ۸۶۴ھ

شافعی فقیہ تھے۔ ۲۰ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہو گئے۔ بعض تصانیف یہ ہیں : فتاویٰ الکبریٰ النقیب - الفتاویٰ الحدیثیہ - الصواعق المحترقہ -

حوالہ : (دائرة المعارف اسلامیہ)

۲۴۹ - ابن حبان بن خلف ابو مروان حبان القرطبی

ولادت : ۲۸۸ھ - وفات : ۳۵۳ھ

مسلم اسپین کے قدیم مورخ۔ حالات زندگی تاریخی میں ہیں۔ انھوں نے ۵۰ کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں ایک تاریخ ”المتین“ جو ۲۰ جلدوں میں تمام ہوئی۔ لیکن ان تمام تصانیف میں اب صرف ایک ”المقتبس فی تاریخ اندلس“ باقی رہ گئی ہے۔

حوالہ : (دائرة المعارف اسلامیہ)

۲۵۰ - ابن الدقاق، صام الدین ابراہیم بن محمد المصری (دقاق - ہتوڑے کو کہتے ہیں) - وفات : ۸۰۹ھ

مورخ تھے۔ ائمہ حنفیہ کی ایک تاریخ تین جلدوں میں لکھی جس کا نام ”نظم الجمان“ ہے۔ ایک بار امام شافعی کے متعلق بعض تیز فقرے تحریر کرنے کی وجہ سے یہ قید کر دئے گئے۔

ان کی تاریخ مصر ”نزہۃ الانام“ (۱۲ جلدوں میں) نہایت اہم کتاب ہے۔ ”سلطان الملک نظامیہ برقوق“ کی سیرت پر بھی ایک کتاب لکھی۔ تھی۔ ایک اور کتاب مشہور اماکن اسلام پر بھی۔ (کتاب الانصار لواسطات عقد الامصار) اور ایک کتاب صوفیہ کے حالات پر بھی : - (الکنوز المنفیہ فی تاریخ الصوفیہ) - فوجی تنظیم کے متعلق بھی ان کی تصنیف ہے (ترجمان الزمان) اور تعبیر خواب پر بھی ایک کتاب (فرایہ الفوائد) تصنیف کی۔

حوالہ جات : (حاجی خلیفہ - سیوطی)

۴۵۱ - ابن سعید ابو الحسن علی بن موسیٰ المغربی

ولادت (غناطہ) : ۶۱۱ھ - وفات (دمشق) : ۶۷۲ھ

مورخ و ادیب تھے۔ اشیائے میں تعلیم پائی۔ اپنے باپ کے ساتھ حج کے لئے مکہ گئے، وہاں سے لوٹ کر جب یہ اسکندریہ پہنچے تو باپ کا انتقال ہو گیا تھا اور یہیں رہ گئے۔ چند دن بعد بغداد، حلب، بصرہ، موصل و مکہ کی سیاحت کی اور پھر تیونس میں ابو عبد اللہ المستنصر کے ملازم ہو گئے۔ اس کے بعد شام و عراق وغیرہ کا سفر کیا اور دمشق میں وفات پائی۔

انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں ان کی تاریخی کتاب ”المغرب فی حال المغرب“ بہت مشہور ہے

حوالہ : (دائرة المعارف اسلامیہ)

۲۵۲- ابن سیدہ، ابو الحسن علی بن اسماعیل بن سیدہ ————— وفات: ۴۲۵ھ / ۱۰۳۶ء
ادبیات و منطق کے ماہر تھے اور مشہور لغت نویس۔ یہ اندھے تھے اور ان کے باپ بھی نابینا تھے۔ انھوں نے اپنے باپ سے تعلیم پائی جو خود بھی اچھے ادیب تھے اور دوسرے علماء عصر سے بھی۔ یہ پہلے امیر ابو الجیش مجاہد کے دربار سے وابستہ ہو گئے اور پھر اس کے بیٹے امیر الموفق سے۔
ان کی تین کتابیں ہم تک پہنچی ہیں: کتاب المختص (مشہور لغت) ۱۷ جلدوں میں۔ کتاب المحکم والمعیط الأعظم (یہ بھی نہایت مبسوط لغت ہے) شرح مشکل المتنبی۔ (دیوان متنبی کی شرح)

حوالہ جات: (سیدوطی - ابن خلکان - یاقوت - ذہبی)

۲۵۳- ابن شداد، بہاؤ الدین ابوالمحسن یوسف بن رافع ————— ولادت (موصل): ۵۳۹ھ / ۱۱۴۵ء — وفات: ۶۳۲ھ / ۱۲۳۴ء
مورخ تھے، موصل و بغداد میں تعلیم پائی اور پھر اپنے وطن ہی میں پروفیسر ہو گئے۔ ۵۸۳ھ / ۱۱۸۸ء میں حج کو گئے اور جب دمشق واپس آئے تو صلاح الدین ایوبی نے یروشلم کا قاضی التعسیر مقرر کر دیا۔ صلاح الدین کی وفات کے بعد یہ حلب کے قاضی مقرر ہوئے۔ ان کے اثرات یہاں بہت وسیع ہو گئے اور انھوں نے متعدد مدارس قائم کرائے۔ ان کی خاص تصنیف وہ ہے جس میں انھوں نے صلاح الدین کے حالات لکھے ہیں۔

حوالہ: (ابن خلکان)

۲۵۴- ابن ابی الرجال احمد بن صالح ————— ولادت (مشبظ): ۱۰۲۹ھ / ۱۶۲۰ء — وفات: ۱۰۹۲ھ / ۱۶۸۱ء
شاعر، مورخ و فقیہ۔ تین کے شیعہ زیدی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ قرآن، حدیث و فقہ کی تعلیم شافعی، مالکی، حنفی اور زیدی علماء سے حاصل کی۔ صنعا میں مستقل قیام تھا اور یہیں خطیب کی حیثیت سے مامور تھے۔ آپ کا تذکرہ ”مطلع الیدور و مجمع البحور“ بڑی مشہور کتاب ہے جس میں ۱۳۰۰ اکابر (طبقہ زیدی) کے حالات درج ہیں۔ دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے: تعلیق مشجر (زیدی اموال کا نسب نامہ)۔ تیسرے اعلام بترجم مکمل تفسیر اعلام تفسیر الشریعہ۔ الموازین۔ بغیۃ الطالب۔ دیوان۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامی)

۲۵۵- ابن ابی رندقہ الطرطوشی ابو بکر محمد بن الولید بن محمد بن خلف بن سلیمان بن ایوب الفہری

ولادت (تورقوسہ): ۵۲۵ھ / ۱۱۳۶ء — وفات: ۵۲۵ھ / ۱۱۳۶ء یا ۵۲۵ھ / ۱۱۳۶ء
فقہ و محدث تھے۔ تعلیم کی تکمیل وطن میں ہوئی۔ ۵۲۵ھ / ۱۱۳۶ء میں حج کے لئے مکہ گئے، پھر بغداد، بصرہ، دمشق کی سیاحت کر کے اسکندریہ میں مقیم ہو گئے اور فقہ و حدیث کا درس دینے لگے۔ ساری عمر درویشانہ انداز سے گزار دی۔
ان کی بارہ تصانیف میں سے صرف تین باقی رہیں:۔

تحریم الاستمناہ۔ الکشف والبیان عن تفسیر القرآن (ثعلبی) کا خلاصہ۔ سراج الملوک۔
حوالہ جات: (ابن خلکان - حسن المحاضرہ (سیدوطی) - معجم (یاقوت)

۲۵۶- ابن الفارس، ابو الحسن احمد بن فارس بن زکریا بن محمد بن حبیب ————— وفات (رے): ۳۹۵ھ / ۱۰۰۵ء
نحوی و ادیب تھے۔ ابتدائی حالات زندگی تاریکی میں ہیں۔ قزوین، ہمدان، بغداد اور مکہ میں تعلیم پائی۔ بدیع الزماں ہمدانی انھیں کے شاگرد تھے۔ پہلے یہ شافعی مذہب رکھتے تھے، بعد کو مالکی مسلک اختیار کر دیا۔

ان کی تصانیف یہ ہیں:

کتاب المجمل فی اللغت۔ الصاجی فی فقہ اللغة و سنن العرب فی کلامہ۔ کتاب الشلاش۔ او جبر السیر فی البشر۔ ذم الخطا فی الشعر۔ کتاب الاتباع والمزویہ۔ کتاب اللغات۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - سیدوطی - انباری - ثعلبی)

۲۵۷- ابن فرح الاشعری، شہناہ الدین ابوالعباس احمد بن فرح بن احمد بن محمد الشافعی — ولادت (اشعریہ): ۴۲۵ھ / ۱۰۳۴ء — محدث و ادیب تھے۔ ۴۴۷ھ / ۱۰۵۶ء میں اپنی افریقیوں نے انھیں قید کر لیا لیکن چار سال بعد قید سے بھاگ کر مصر پہنچے اور قاہرہ و دمشق کے علماء سے تحصیل حدیث کی۔ بعد کو مجامعہ میں حدیث کا درس دینے لگے۔ ان کی نہایت مشہور تصنیف ایک انتقادی نظم ہے جس میں انھوں نے فن حدیث پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

حوالہ جات: (ذہبی - سیوطی)

۲۵۸- ابن فرحون، برہان الدین ابراہیم بن علی بن محمد بن ابوالقاسم بن محمد بن فرحون المالکی — وفات (مدینہ): ۴۹۹ھ / ۱۱۰۹ء — مالکی فقیہ و محدث تھے۔ ۴۹۳ھ / ۱۱۰۳ء میں مدینہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ ان کی تصانیف یہ ہیں: ”تبصرۃ الحکام فی اصول العقیدۃ و منہاج الاحکام“ دیباج المذہب - در الغواص - تفصیل المہبات -

حوالہ جات: (نیل الاہتہاج (احمد بابا) - کفایت المحتاج (احمد بابا))

۲۵۹- ابن الفرغی، ابوالولید عبداللہ بن محمد بن یوسف بن نصر اللہ بن فرغی

ولادت (قرطبہ): ۳۵۱ھ / ۹۶۲ء — وفات (قرطبہ): ۴۳۳ھ / ۱۰۴۱ء

محدث، فقیہ، مورخ، سوانح نگار - قرطبہ، قاہرہ، مکہ و مدینہ میں تعلیم پائی۔ کچھ عرصہ تک قرطبہ میں درس و تدریس کی اور پھر ولشیا کے قاضی ہو گئے۔ جب قرطبہ کو بربر نے لوٹا تو یہ بھی اسی سلسلہ میں مارے گئے۔

ان کی تصانیف میں صرف ایک باقی رہی: ”کتاب تاریخ علماء الاندلس“

حوالہ جات: (ابن خلکان - ابن فرحون - سیوطی)

۲۶۰- ابن معطی، زین الدین ابوالحسین یحییٰ بن عبدالمعطی بن عبدالنور الزوادی المغربي — ولادت: ۵۶۳ھ / ۱۱۶۸ء — وفات: ۶۲۸ھ / ۱۲۳۱ء

مشہور نحوی تھے۔ نحو کی تعلیم الجزائر میں حاصل کی اور حدیث کی تعلیم دمشق میں۔ جب الملک لکامل (ایوبی) دمشق گیا تو انھیں مصر لے گیا اور وہاں لاہر و فیس مقرر کیا۔ پہلے وہ مالکی تھے، پھر شافعی ہو گئے اور اخیر میں حنفی۔ سب سے پہلے انھوں نے الفیہ لکھی جس میں ایک ہزار ابیات میں نحو کے قواعد بیان کئے گئے ہیں۔ نحو پر ایک اور کتاب لکھی: ”کتاب الفصول الخمسین“۔ فن شعر پر بھی ایک تصنیف ہے: ”البدیع فی ضاعۃ الشعر“

حوالہ جات: (سیوطی - ابن خلکان - ابوالفداء)

۲۶۱- ابن منظور، جمال الدین ابوالفضل محمد بن مکرم الخزاز جرجی الافریقی — ولادت: ۶۳۰ھ / ۱۲۳۲ء — وفات: ۷۱۱ھ / ۱۳۱۱ء

ادب و لغت نویس - ان کی نہایت مشہور کتاب ”لسان العرب“ ہے۔

حوالہ: (دائرة المعارف - اسلامی)

۲۶۲- ابن واصل، جمال الدین ابو عبداللہ محمد بن سالم — ولادت: ۶۴۰ھ / ۱۲۴۲ء — وفات (حماہ): ۷۱۱ھ / ۱۳۱۱ء

عرب مورخ تھے۔ پہلے حماہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، پھر قاہرہ میں۔ پھر جس نے انھیں صقلیہ کے فرمانروا مانفرڈ کے پاس ایچی کی حیثیت سے روانہ کیا۔ یہاں یہ عرصہ تک رہے اور اپنی کتاب ”نخبۃ الفکر“ منطبق پر لکھی۔ وہاں سے لوٹ کر حماہ کے قاضی ہو گئے۔ انھوں نے ایک کتاب دنیا کی تاریخ پر لکھی اور دوسری کتاب ”مفترج الکروب فی اخبار بنی ایوب“ (ایوبی فرمانرواؤں کے حالات میں)

حوالہ: (دائرة المعارف - اسلامیہ)

۲۶۳- ابن تہا، ابوالمحاسن تقی الدین ابوبکر بن علی بن عبداللہ الحموی — ولادت (حماہ): ۶۴۰ھ / ۱۲۴۲ء — وفات: ۷۱۱ھ / ۱۳۱۱ء

ملوک عہد کے نہایت مشہور صاحب طرز شاعر - سلطان موید شاہ کے عہد میں دیوان وزارت کے میر غشی ہو گئے تھے۔ ان کے منظومات کے مجموعہ کا نام: ”خزائن الادب و غیات العرب“ ہے۔ شعرا کا تذکرہ بھی لکھا جس کا نام ”ثمرات الادواق“ ہے۔

حوالہ: (روضۃ العاطر (اشعری))

۲۶۴- ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری البصری ————— ولادت (بصرہ) ————— وفات (فسطاط): ۲۱۵ھ
نحوی تھے۔ ابن اسحاق کی سیرت نبوی کے ترجمہ کے علاوہ ایک مجموعہ بابلی روایات کا بھی مرتب کیا تھا جس کا نام ”کتاب البیان“ ہے۔
حوالہ جات: (ابن خلکان - سیوطی)

۲۶۵- ابن ایاس، محمد بن احمد ————— ولادت: ۸۵۲ھ — وفات: ۹۳۲ھ
سلاطین مملوک کے آخری عہد کے مشہور مورخ تھے۔ ان کی خاص تصنیف ”برائع الزہور فی وقایع الدہور“ ہے جس میں مصر کی تاریخ قلمبند کی گئی ہے۔
دوسری تصانیف یہ ہیں: نسخ الازہار فی عجائب لاقطار - مرجع الزہور فی وقایع الدہور - نزہۃ الأمم فی العجائب والحکم -
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامی)

۲۶۶- ابن بری، ابو محمد عبداللہ بن بری بن عبد الجبار بن بری المقدسی المصری ————— ولادت (دمشق): ۳۹۹ھ — وفات (قاسرہ): ۵۸۲ھ
نحوی و ادیب تھے۔ مولف لسان العرب نے ان کی تصانیف سے بہت فائدہ اٹھایا۔ بعض تصانیف یہ ہیں:
کتاب التنبیہ والایضاح عما وقع من الدہم فی الصحاح — حاشی علی المعرب — کتاب غلط الضعفاء عن الفقہاء -
حوالہ جات: (ابن خلکان - سیوطی - ابوالفداء)

۲۶۷- ابن عبد الحکم عبدالرحمان بن عبداللہ بن عبد الحکم بن اعین ابوالقاسم ————— وفات (فسطاط): ۲۵۴ھ
مصر کے نہایت قدیم مورخ۔ ان کے باپ مشہور محدث و فقیہ تھے۔ ان کے چار بیٹے تھے اور چاروں بڑے فاضل تھے۔ لیکن واثق کے عہد میں یہ خاندان
معتوب ہو گیا کیونکہ یہ خلق قرآن کے قایل نہ تھے۔ ان کی تاریخی کتاب ”فتوح مصر“ بہت مشہور ہوئی۔
حوالہ جات: (ابن خلکان - حسن المحاضرہ - الکندی)

۲۶۸- ابن عبد ربیع، احمد بن محمد ابو عمر ————— ولادت (قرطبہ): ۲۴۶ھ — وفات: ۳۲۵ھ
اسپانیہ کے ادیب و تذکرہ نگار۔ ان کا تذکرہ الشعراء ”البعقدا الفرید“ بڑی مشہور کتاب ہے، جو ۲۵۵ حصوں میں منقسم ہے اور عربی ادبیات میں
بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ شاعر بھی تھے۔ ان کی نظموں میں موشحات اور مختصات کا حصہ بہت مقبول ہوا جن جن میں حسن و عشق کے جذبات قلمبند کئے گئے تھے۔
حوالہ جات: (یتیمۃ الدہر - تعلبی) - ارشاد الاریب (یا قوت) - بغیۃ الوعای (سیوطی)

۲۶۹- ابن غانم، عزالدین عبدالسلام بن احمد المقدسی ————— وفات: ۶۴۹ھ
علم نباتات و حیوانات کے ماہر تھے۔ ایک بڑی مشہور کتاب لکھی ”کشف الاسرار عن الحکم الطیور والازہار“
حوالہ: (دائرة المعارف)

۲۷۰- ابوداؤد سلیمان بن الاشعث الازدی السجستانی ————— ولادت: ۲۸۴ھ — وفات (بصرہ): ۳۸۸ھ
بغداد میں امام احمد بن حنبل سے تعلیم پائی اور پھر بصرہ میں مستقل قیام اختیار کیا۔ انھوں نے جمع احادیث کے لئے ابتدائی عمر میں بڑے بڑے سفر اختیار کئے
ان کا مجموعہ احادیث ”کتاب السنۃ“ بہت مشہور ہے جس میں صرف احکام کو جمع کیا گیا ہے۔ ابوداؤد نے راویوں کی چھان بین میں زیادہ کوشش
نہیں کی اور ہر راوی کو انھوں نے ثقہ قرار دیا۔ ان کی کتاب السنۃ کو صحاح ستہ (حدیث کی چھ مستند کتابوں) میں شامل ہے، لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے
کمتر درجہ کی چیز سمجھی جاتی ہے۔
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامی)

۲۷۱- ابوسعید فضل اللہ بن ابی الخیر ————— ولادت (میتہنا - خراسان): ۳۵۶ھ — وفات (خراسان): ۴۴۹ھ
فارسی کے مشہور صوفی شاعر تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی اور پھر مرو میں شافعی مذہب کی دینیات پڑھی۔ مرو سے وہ سرخس گئے اور یہاں
ایک مجذوب لہقان مجنوں نے ان کا تعارف ایک مشہور بزرگ صوفی ابوالفضل بن حسن سے کرایا جو صغیر بغدادی کے سلسلہ کے درویش تھے۔ ابوسعید نے

ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر کے حکم سے اپنے وطن واپس گئے اور کامل سات سال تک ریاضت کی۔ اس کے بعد وہ پھر اپنے پیر کے پاس گئے اور ان کے حکم سے پیشاپہ چاکر عبدالرحمن اسلمی سے خرقہ حاصل کیا۔

خرقہ حاصل کر کے پھر وطن واپس آئے اور ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ رفتہ رفتہ ان کی شہرت اتنی بڑھی کہ لوگ جوق درجوق آکر ان سے بیعت کرنے لگے لیکن انھوں نے پھر وطن چھوڑ کر صحرا کی راہ لی اور سات سال تک صرف جنگل کے گھاس پات پر زندگی بسر کی۔

جب ان کے پیر کا انتقال ہوا تو یہ شیخ ابوالعباس قصاب سے ملنے آئے اور ان سے خرقہ میکر نیشاپور واپس آئے۔ اب یہاں انھوں نے عام رشد پات شروع کر دی اور لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگے، لیکن ان کے صوفیانہ خیالات سے قرامطہ اور شیعہ بہت برہم ہوئے اور انھوں نے سلطان محمود غزنوی کو شکایت لکھ بھیجی۔ شکایت یہ تھی کہ وہ قرآن و احادیث کی غلط تاویل کرتے ہیں، دوران و عطا میں اپنے اشعار پڑھتے ہیں، لوگوں کی پر تکلف دعوتیں کرتے ہیں اور اپنے مریدوں کے ساتھ حال و قال کی مجالس برپا کرتے ہیں۔ محمود نے حکم دیا کہ علماء نیشاپور تحقیقات کر کے سزا دیں۔ لیکن کسی کو ان کے خلاف کہنے کی جرأت نہ ہوئی اور معاملہ ٹل گیا۔

نیشاپور میں ان کی ملاقات ابن سینا سے بھی ہوئی اور وہ اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے کہا کہ ”جو کچھ میں جانتا ہوں اسے ابو سعید دیکھتا ہے۔“ ایک سال نیشاپور میں قیام کرنے کے بعد پھر اپنے وطن واپس آئے اور اخیر دم تک یہیں رہے۔

ابو سعید جماعت صوفیہ میں بڑا اہم درجہ رکھتے ہیں۔ وہ بایزید بستانی کی طرح وحدت الوجود کے بڑے زبردست مبلغ تھے۔ ان کو صوفیانہ شاعری کو موجد سمجھا جاتا ہے۔ یہ صرف رباعیاں کہتے تھے اور سب سے پہلے انھوں نے ہی صوفیانہ رنگ رباعیوں میں پیدا کیا۔ انکی رباعیاں ”ابوالقاسم بشر السیم“ جمع کیں۔ ان کی ۹۲ رباعیاں مع جرمن ترجمہ کے ۱۸۷۵ء میں شائع ہوئیں۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامی)

۲۷۲۔ ابو شامہ شہاب الدین ابوالقاسم عبدالرحمان بن اسماعیل — ولادت (دمشق): ۵۹۹ھ — وفات: ۶۶۵ھ
مورخ و ماہر ادبیات۔ فقہ و ادبیات کی تعلیم اسکندریہ میں پوری کی اور پھر اپنے وطن واپس آئے۔ یہاں وہ مدرسہ زکینیہ میں پروفیسر ہو گئے۔ اور کسی جرم کے اشتباہ میں لوگوں نے انھیں مار ڈالا۔

ان کی خاص تاریخی تصنیف ”کتاب لروشتین فی اخبار الدولتین“ ہے جس میں ساطان نور الدین اور صلاح الدین کے حالات درج ہیں۔
حوالہ جات: (فوات القلیبی)۔ طبقات الحفاظ (سیوطی)۔ خطبہ (مقرئری)

۲۷۳۔ ابو عمر (زبان) بن الاعلیٰ بن عمار بن الاریان المازنی — ولادت (مکہ): ۶۶۶ھ — وفات (کوفہ): ۷۶۶ھ
مشہور ماہر لسانیات تھے اور قرآن کے مشہور رسات قراء میں ان کا بھی شمار تھا۔ یہ بصرہ میں رہتے تھے اور سیبویہ کے ہم عصر تھے۔ اجمعی انھیں کا شاگرد تھا انھوں نے عہد جاہلیہ کے شاعروں کا کلام بڑی محنت سے جمع کیا تھا، لیکن بعد کو یہ سب ضائع کر کے صرف قرآن کے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔
حوالہ جات: (بیان جاحظ)۔ کتاب الاستقراق (ابن الاثیر)۔ خبرست (ابن ندیم)۔ ابن خلکان

۲۷۴۔ ابوالحسن جمال الدین یوسف بن تغریبہ ردی بن عبداللہ الظاہری الجھنی — ولادت (قاہرہ): ۷۶۶ھ — وفات: ۸۴۶ھ
مورخ تھے، ان کے باپ حلب و دمشق کے گورنر تھے۔ مقرئری اور دوسرے اساتذہ وقت سے تعلیم حاصل کی اور تاریخ کی متعدد کتابیں لکھیں جن میں خاص خاص یہ ہیں:

”انجوم الظاہرہ فی ملوک مصر و القاہرہ“ (۸۵۵ھ تک کی تاریخ)۔ مورد اللطافۃ فی من ومن السلطنۃ والخلافۃ کے حوادث المور فی بلاد الایم و الشہرہ
”المنہل الصافی والمستوفی بعد الوافی“
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامی)

مذکورہ کتابیں
مذکورہ کتابیں

۲۷۵- ابو مخنف لوط بن یحییٰ الازدی

وفات: ۱۵۴ھ

قدیم مورخ و محدث تھے۔ پہلی صدی ہجری کے بہت سے واقعات ۳۲ رسائل میں انہوں نے قلمبند کئے تھے جن کو طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔
حوالہ جات: (فہرست ابن ندیم - القلیبی (وفات))

۲۷۶- ابو معشر نجیح بن عبدالرحمان

وفات: ۱۵۴ھ

یہ غالباً ہندی الاصل قلام تھے جو بعد کو آزاد ہو کر مدینہ میں رہنے لگے تھے۔ ان کی تصنیف کتاب المغازی بہت مشہور ہے جس کے بہت سے اقتباسات واقعی اور ابن سعد کے یہاں پائے جاتے ہیں۔ ۱۵۴ھ میں مدینہ چھوڑ کر بغداد چلے گئے اور وہیں انتقال کیا۔ عباسی خلافت کے بعض امراء ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ طبری نے رسول اللہ کی سیرت اور انجیل کے متعلق بہت سی معلومات انہیں کی تصانیف سے حاصل کی تھیں۔
حوالہ جات: (واقعی - طبری - فہرست - معجم (باقوت) - ذہبی)

۲۷۷- ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق الاصفہانی

ولادت: ۲۳۶ھ - وفات: (اصفہان): ۳۳۰ھ

شافعی فقیہ و مورخ تھے۔ ایک بسیط تاریخ اولیا و کرام کی لکھی جس کا نام ”حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء“ ہے جس سے ابن جوزی نے اپنی کتاب ”صفات الصوفیہ“ میں بہت مدد لی ہے۔ بعض رسائل احادیث پر بھی لکھے اور ایک کتاب ”تاریخ اصفہان“ کے نام سے بھی مرتب کی۔
حوالہ جات: (ابن خلکان - سیوطی (طبقات الحفاظ))

۲۷۸- احمد بابا التمیمکتی

ولادت: ۹۶۰ھ - وفات: ۱۰۳۶ھ

ایک شہور افریقی عرب مورخ تھے۔ انہوں نے تعلیم اپنے باپ دادا سے حاصل کی اور مالکی فقہ میں بڑا تجربہ حاصل کیا۔ جب ٹمبکٹو پر اہل مراکش نے قبضہ کیا تو انہوں نے مخالفت کی اور مع اپنے خاندان کے قید کر کے مراکش بھیج دیے گئے۔ بعد کو وہ اس شرط پر رہا کر دیے گئے کہ پاپی تخت سے باہر نہ جائیں گے۔ ان کے درس میں بڑے بڑے لوگ شریک ہوتے تھے اور عوام و خواص سب ان کے کلام کی عزت کرتے تھے، اخیر عمر میں ان کو اپنے وطن ٹمبکٹو میں رہنے کی اجازت مل گئی تھی۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۴۰۰ سے زائد ہے جن میں خاص خاص یہ ہیں: ”نیل الایہاج بہ نظریۃ الایہاج“۔ ”کفایت المحتاج لمعرفۃ من لیس فی الایہاج“۔
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامی)

۲۷۹- احمد بن ابی داؤد

ولادت: ۱۵۴ھ - وفات: ۲۲۹ھ

بصرہ کے قاضی تھے معتزلی عقاید کے۔ مامون الرشید کے مقرب تھے اور بعد کو خلیفہ المعتصم نے انہیں قاضی القضاۃ بنا دیا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب دربار خلافت میں معتزلہ کا عروج تھا۔ خلیفہ المتوکل کے زمانہ میں جب معتزلہ کا عروج ختم ہوا تو یہ بھی قاضی القضاۃ کے عہدہ سے عطا کردے گئے اور ان کے بیٹے محمد کو یہ منصب عطا ہوا لیکن بعد کو یہ بھی معزول ہوئے اور قید کر دیے گئے۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - طبری - یعقوبی)

۲۸۰- الأعمش - سلیمان بن مہران ابو محمد

ولادت: ۱۵۴ھ - وفات: ۲۴۵ھ

ایک عرب محدث اور طبرستان کے ایک ایرانی خاندان کے فرزند۔ انہوں نے الزہری اور انس بن مالک سے احادیث حاصل کی تھیں۔ یہ علویں کے بڑے طرفدار تھے۔

حوالہ جات: (طبری - ابن خلکان - افغانی)

۱۸۱- (امین احمد) رازی

ایرانی تذکرہ نگار اور رستے کے باشندہ تھے۔ ان کے والد خواجہ مرزا احمد روسا و رستے میں سے تھے اور شاہ طہار سپ کے بڑے معتد علیہ۔ ان کے خاندان کے دوسرے افراد بھی بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز تھے۔ ان کا عم زاد بھائی غیاث بیگ اکبر کے دربار سے وابستہ تھا۔ یہ خود بھی ہندوستان آئے تھے۔ انہوں نے تذکرہ کی ایک نہایت مشہور کتاب ”ہفت اقلیم“ لکھی (جو ۱۰۰۲ھ میں تکمیل کو پہنچی)۔ اس کتاب میں تمام دنیا کے سات حصے کر کے حصہ کے

علماء، فضلا، ادبا و شعرا کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب ان کی نہایت اہم تصنیف تھی لیکن شائع نہ ہو سکی۔

حوالہ: (اسلامی ہند - نیاز)

۲۸۲- البرزالی، ابوالقاسم بن محمد بن یوسف علم الدین الشافعی — ولادت (اشبیلیہ): ۱۱۳۹ھ — وفات: ۱۱۳۹ھ
بربرہی نسل کے سیاح و عالم تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد حلب میں قیام کیا (۱۱۸۵ھ) اور پھر حج کر کے دمشق میں مقیم ہو گئے (۱۱۸۹ھ)۔ یہاں وہ اشرفیہ مدرسہ حدیث میں پروفیسر ہو گئے۔ دمشق کے حالات پر انھوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ”تاریخ مصر و دمشق“ ہے۔
حوالہ جات: (فوات الوفیات قطبی) طبقات الشافعیہ (سبکی)۔ طبقات الحفاظ (سیوطی)

۲۸۳- البونداری، الفتح بن علی بن محمد الاصفہانی — وفات: ۱۱۲۲ھ — ولادت: ۱۱۲۲ھ
عرب مورخ تھے۔ انھوں نے عماد الدین سلجوقی کے عہد کی ایک تاریخ لکھی: ”زبدۃ النضر و نخبۃ العسرة“۔ انھوں نے شاہنامہ فردوسی کا ترجمہ بھی عربی میں کیا تھا
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۲۸۴- بیہقی (ابن فندق)، ابوالحسن علی بن زید — مشہور مورخ تھے۔ ان کی تاریخ بیہقی (فارسی) بہت مشہور ہے جو انھوں نے ۱۱۴۸ھ میں مکمل کی تھی۔ انھوں نے ایک تاریخ عربی میں بھی لکھی تھی جس کا نام ”مشارب التجارب و غوارب الغرائب“ تھا۔ جس کا ذکر حاجی خلیفہ، ابن اثیر اور جوینی نے بھی کیا ہے۔
ان کے دادا ”ابو سلیمان فندق“ محمود غزنوی کے زمانہ میں میثاق پور کے قاضی تھے اور یہ خود سلطان سنجر کے دربار سے وابستہ تھے۔ (۱۱۴۲ھ)
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۲۸۵- التبریزی، ابو زکریا یحییٰ بن علی بن محمد بن الحسن — ولادت: ۱۱۳۱ھ — وفات: ۱۱۵۰ھ
مشہور ماہر ادبیات تھے اور منجملہ دیگر اکابر وقت کے ابوالعلاء المعری سے بھی انھوں نے استفادہ کیا تھا۔ حنفیوں، مشابہ میں مقرر ہوئے اور وہاں سے لوٹ کر بغداد کے قاضی ہو گئے اور مدرسہ نظامیہ میں ادبیات کے پروفیسر۔
ابو تقی کے حواس کی انھوں نے تین شرحیں لکھیں۔ یا قوت نے ان کی شرح معلقات کا بھی ذکر کیا ہے۔ دیوان متنی کی بھی شرح انھوں نے لکھی۔ ان کے علاوہ عروض و قوافی پر بھی انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔

حوالہ: (الانساب (سمعی) - ابن خلکان - یا قوت)

۲۸۶- تلمسانی، عارف الدین سلیمان بن علی — ولادت (تلمسان): ۱۱۶۱ھ — وفات (دمشق): ۱۱۹۰ھ
ان کا خاندان اور اصل کوثر کا تھا۔ لیکن یہ اوایل عمر ہی میں شام آ گئے اور ملازم ہو گئے۔ بعد کو ذوق تصوف پیدا ہوا اور کہا جاتا ہے کہ اس سلسلہ میں انھوں نے ۴۰ اعتکاف ۴۰۔ ۴۰ دن کے کئے۔ بڑے زاہد و متقاض انسان تھے اور اپنے عقاید کے لحاظ سے تفضیلیہ تھے بلکہ ذہبی کا خیال تو یہ ہے کہ وہ نصیری تھے۔ بڑے اچھے ادیب و شاعر تھے۔ ان کے دیوان کے مخطوطات موجود ہیں۔ انھوں نے مختلف علوم و فنون پر کتابیں لکھیں جن میں ایک رسالہ علم عروض پر بھی تھا۔ ذہبی نے بھی ان کی تین کتابوں کا ذکر کیا ہے: شرح اسماء الحسنی - شرح مقامات - شرح فصوص الحکم۔
حوالہ جات: (تاریخ الاسلام (ذہبی) - فوات الوفیات (قطبی) - مرآت (یافعی)

۲۸۷- التتوخی، ابو علی الحسین — ولادت: ۱۱۶۹ھ — وفات (بغداد): ۱۱۸۲ھ
ان کے باپ بصرہ کے قاضی تھے۔ ابتدائی تعلیم اصولی اور ابوالفرج اصفہانی سے پائی۔ پہلے بغداد میں قاضی مقرر ہوئے اور پھر موآز میں۔ جب بغداد میں وزارت تبدیل ہوئی تو یہ اپنے عہدہ سے معزول ہو گئے اور حایاد ضبط کر لی گئی، تین سال کے بعد پھر اپنے عہدہ پر بحال ہوئے لیکن امام شافعی کے مسلک کے خلاف اظہار خیال پر بویہ عضد الدواہ کے عہد میں قید کر دئے گئے۔ ان کی تصانیف کی فہرست یہ ہے:
دیوان - کتاب نشوار المیاضہ و اخبار المذاکرہ - المستجاد من مخرجات الایجاد (محاورات)

حوالہ: (یا قوت)

۲۸۸- الثعالبی، ابو منصور الحسین بن محمد المرغانی ————— وفات: ۱۲۰۱ھ / ۱۱۰۱ھ
مشہور عربی کے عالم تھے۔ مرغان (افغانستان) کے رہنے والے اور توسلین غزنوی دربار سے تھے۔ انھوں نے تاریخ کی کتاب ”غزالیہ“ لکھ کر محمود غزنوی کے سبائی نصر کے سامنے پیش کی تھی۔ اس میں آدم علیہ السلام سے لیکر محمود سبکتگین کے عہد تک کے حالات قلمبند کئے ہیں۔
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۱۸۹- الثعالبی، عبدالرحمان بن محمد الجزائری ————— ولادت (الجزائر): ۸۸۶ھ / ۴۸۶ھ — وفات: ۹۴۳ھ / ۶۴۳ھ
شمالی افریقہ کے نقیبہ تھے۔ ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں:
جواب الحسان فی تفسیر القرآن — العلوم الفاخرہ فی النظر فی امور الآخرہ (مابعد الطبیعیات) — جامع الدہات فی احکام العبادات —
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۲۹۰- جامی (مولانا)، نور الدین عبدالرحمان ————— ولادت (خرچہ ضلع جام، ہرات): ۸۱۴ھ / ۶۱۴ھ — وفات (ہرات): ۸۹۸ھ / ۶۹۸ھ
فارسی کے آخری کلاسیک شاعر تھے۔ گوان کے باپ نظام الدین احمد بن شمس الدین محمد ہرات چلے گئے تھے، لیکن ان کا اصل وطن دشت (صوبہ اصفہان) کا ایک شہر تھا اور اسی لئے جامی نے پہلے دشتی تخلص اختیار کیا تھا۔ دوران تعلیم میں جب ان کو تصوف کی طرف توجہ ہوئی تو سعید الدین محمد شری سے (جو بہاؤ الدین نقشبند کے مرید و خلیفہ تھے) بیعت کی اور اخیر عمر میں وہ مجذوب ہو گئے اور بولنا ترک کر دیا۔
انھوں نے متعدد تصانیف کیں۔ ان کی مثنوی یوسف زلیخا ان کی اخیر عمر کی تصنیف ہے۔ ان کے علاوہ ان کی چھ تصانیف اور ہیں: سلسلۃ الغیب، سلمان و انصبال، تحفۃ الاحرار، سبۃ الابرار، یلیٰ مجنون (مثنوی)۔ خردنامہ سکندری۔
ان کے تین دیوان غزلوں کے ہیں: ایک فاتحہ الشہاب (عنفوان شہاب کا)۔ دوسرا واسطۃ العقد (چنگی عمر کا) اور تیسرا خاتمۃ المحلات (اخیر عمر کا)۔
گستان سعدی کے جواب میں ان کی ایک کتاب نشر کی بھی ہے: بہارستان۔ ان کا تذکرہ سوقیہ (نفحات الانس) بہت مقبول ہوا۔
حوالہ جات: (تذکرہ دولت شاہ - مجمع الفصحا و ریاض قلی)

۲۹۱- جریر بن عطیہ بن الحنفیہ ————— وفات (میں): ۱۱۲۸ھ / ۶۲۸ھ
عبد بنی امیہ کے بڑے مشہور طنز نگار شاعر تھے اور فرزق کے حریف۔ جب حماد بن یوسف نے انھیں خلیفہ عبدالملک کے دربار سے وابستہ کر دیا تو ایک اور شاعر ”غلبی الاخطل“ سے ان کی پکڑی لجھی اور خلیفہ الولید کے عہد میں ایک تیسرے شاعر عدی بن رقیاع سے لڑائی مول لی۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں ان کی بڑی قدر ہوئی۔ ان کا دیوان ادبیات عرب میں خاص درجہ رکھتا ہے۔
حوالہ جات: (یا قوت - کتاب الشعر ابن قتیبہ) - اغانی

۲۹۲- جمال الحسینی، عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی ————— وفات: ۹۱۴ھ / ۶۱۴ھ یا ۹۲۲ھ / ۶۲۲ھ
مشہور فارسی مودعہ تھے۔ ان کی ایک تصنیف رسول و اصحاب رسول پر ہے جس کا نام ”روضۃ الاحباب فی سیر النبی و آلہ و اصحابہ“ ہے۔
ادبیات میں بھی ان کی ایک کتاب ”مکمل الصناعۃ فی القوافی“ پائی جاتی ہے۔
حوالہ: (دائرة المعارف)

۲۹۳- سید جمال ابن میر جلال الدین حسین شیرازی —————
ترخان نامہ کے مصنف تھے۔ اس کتاب میں ارغون اور ترخان تغل خانوں کے حالات درج ہیں اور مرزا محمد صالح کے نام سے منسوب ہے جو ترخان خانان سے تعلق رکھتا تھا۔ کتاب ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۵ھ میں لکھی گئی تھی۔
حوالہ: (اسلامی ہند - نیاز)

۲۹۲- جنابی (ابو محمد مصطفیٰ بن سید حسن الحسینی

وفات: ۹۹۹ھ / ۱۵۹۱ء

مشہور مورخ تھے۔ جناب (فارس) میں پیدا ہوئے۔ بحر الکاظم (جسے تاریخ جنابی بھی کہتے ہیں) ان کی تاریخی تصنیف ہے جس میں ابتداء عالم سے ۹۹۹ھ تک کے حالات درج ہیں۔ یہ کتاب عربی زبان میں تھی جس کا ترجمہ بعد کو عربی زبان میں ہوا۔

حوالہ: (دائرة المعارف - اسلامیہ)

۲۹۵- جوینی، علاؤ الدین عطاء الملک بن محمد

وفات: ۶۸۱ھ / ۱۲۸۳ء

فارس کے مشہور مورخ جو اپنی تصنیف ”تاریخ جہاں کشائے“ کی وجہ سے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ خراسان ان کا وطن تھا۔ یہ ابھی بہت کم سن تھے کہ عہدہ دیوان پر ممتاز ہو گئے۔ جب ہلاکو نے فارس فتح کیا تو اس نے جوینی کو گورنری کے عہدہ پر مامور کر دیا اور جب تیمور نے حسن بن صباح کے قلعہ الموت پر قبضہ کیا تو جوینی ہی کی سفارش سے حشیشین کی لاٹھری محفوز رہی۔

۶۸۱ھ میں یہ بغداد کے گورنر بنائے گئے اور انھوں نے ایک لاکھ دینار صرن کر کے دریائے فرات سے ایک نہر کو نہ و بخت تک نکالی۔ ابا قہ کے عہد میں جب صوبہ بغداد کے داخل و مصارف کا حساب ہوا تو ان کے ذمہ کئی لاکھ دینار کا مطالبہ نکلا اور یہ قید کر دئے گئے۔ اس کے بعد کئی بار رہا ہوئے اور قید کئے گئے۔ اس کے بعد ارغون کے عہد میں ان کی ہایداد پھر ضبط کی گئی۔ اسی سال ان پر فاج کا حملہ ہوا اور ان میں انتقال کیا۔

ان کی تصنیف ”تاریخ جہاں کشائے“ مغلوں اور خوارزمشاہیوں کی فتوحات کی تاریخ ہے اور اپنے موضوع کے لحاظ سے بہترین کتاب سمجھی جاتی ہے۔ ان کی دو تاریخی تصانیف اور بھی ہیں: ”تاریخ جنگ دہلیم“ - ”تاریخ سلطانی“۔

جب ابا قہ کے زمانہ میں یہ قید و بند کی مصیبت میں گرفتار تھے تو انھوں نے تسلی کا ایک طویل خط عربی میں اپنے بھائیوں کو لکھا تھا جو ”تسلیمات الاخوان“ کے نام سے مشہور ہے۔

حوالہ: (دائرة المعارف - اسلامیہ)

۲۹۶- الجیطالی، ابوطاہر اسماعیل بن موسیٰ

وفات: ۵۷۹ھ / ۱۱۸۴ء یا ۵۸۳ھ / ۱۱۸۹ء

بادی جماعت کے مشہور عالم تھے اور ادبیات و فقہ کا درس دیتے تھے۔ ان کی توت حافظہ بڑی زبردست تھی۔ انھوں نے متعدد تصانیف کیں۔ ان کی ایک فقہی تصنیف ”تواعد الاسلام“ پر بادی جماعت میں اب بھی عامل ہے۔ انھوں نے ایک مذہبی انسائیکلو پیڈیا بھی کئی جلدوں میں مرتب کی تھی جس کا نام قناطیر ہے۔ امیر طرابلس نے ایک بار انھیں قید کر دیا لیکن بعد کو رہا ہو گئے اور جریرہ میں گوشہ نشینی اختیار کی۔

حوالہ جات: (کتاب السیر الشافعی) - تاریخ جزیرہ جریرہ (ابوراس)

۲۹۷- الحفاجی، احمد بن محمد بن عمر الحفاجی (شہاب الدین المصری الحنفی)

ولادت (قاہرہ): ۹۴۹ھ - وفات (قاہرہ): ۱۰۶۹ھ

حنفی و شافعی فقہ کی ابتدائی تعلیم گھر ہی میں ہوئی۔ فن طب داؤد البصر سے حاصل کیا اور پھر جریرہ کے اکابر علماء سے تمام علوم متداولہ کے ساتھ ساتھ اقلیدس و ریاضی کی بھی تکمیل کی۔ اس کے بعد وہ قسطنطنیہ گئے اور سلطان مراد کے عہد میں سلاویکا کے قاضی مقرر ہو گئے اور پھر قاہرہ کے عساکر فوجی قاضی۔ لیکن منی العین کے جڑ توڑ سے زیادہ عرصہ تک اس عہدہ پر نہ رہ سکے۔ اس کے بعد یہ پھر قسطنطنیہ گئے لیکن کامیاب نہ ہوئے اور قاہرہ واپس آکر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ انھوں نے اپنے سوانح میں اپنی متعدد تصانیف کا ذکر کیا ہے، ان کی سب سے اہم تصنیف تفسیر بیضاوی کی شرح جس کا نام ”عنایت القاضی“ ہے۔

دوسری اہم تصنیف قاضی عیاض کی کتاب الشفاء کی شرح ہے جس کا نام نسیم الریاض ہے۔ انھوں نے دو تذکرے بھی لکھے: (۱) خباہتہ الزوایا - (۲) ریحانۃ الالباب - بعض دوسری تصانیف یہ ہیں:

مقامات الرومہ (قسطنطنیہ کے بعض علماء کی تنقیص میں) - طراز المجالس (اس میں بعض قدیم کتابوں کے اقتباسات ہیں) - شفاء العلیل (عربی میں ذخیل الفاظ کی فہرست) - مترجہ دقة الفوائد حریری - دیوان -

حوالہ: (خلاصۃ الآثار (مجتبیٰ))

۲۹۸۔ الخوارزمی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن یوسف ————— (چوتھی صدی ہجری)
 یہ غالباً پنج میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی عمر کا زیادہ حصہ خراسان میں بسر ہوا جب نوح ثانی سامانی، فرمانروا تھا۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے شخص تھے جنہوں نے دائرۃ المعارف قسم کی ایک کتاب مفتاح العلوم لکھی۔ کتاب کے پہلے حصہ کے مقالات شریعت، فقہ، کلام، عروض و تاریخ سے متعلق ہیں اور دوسرے حصہ کے مقالات فلسفہ، منطق، طب، حساب، اقلیدس، ہیئت، موسیقی اور علم الحیل (MECHANICS) اور علم الکیمیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامی)

۲۹۹۔ الخنایط، یحییٰ بن غالب ابو علی ————— وفات: $\frac{21}{824}$ - $\frac{23}{834}$ کے درمیان
 ہیئت داں تھے۔ جنہیں عیسائی مصنفین ALBOHALI کہتے ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب ”سر العمل“ (مسائل نجوم پر) لکھی اور دوسری کتاب الموالد۔

حوالہ: (فہرست ابن خیرم)

۳۰۰۔ دحلان، احمد بن زینی ————— ولادت (مکہ) ————— وفات: $\frac{1307}{1884}$
 یہ مکہ میں پیدا ہوئے، شافعی فقیہ تھے۔ ۶۸۵ھ میں مدینہ گئے اور اسی سال انتقال کیا۔ ان کی متعدد تصانیف قاہرہ میں شائع ہوئیں، بعض اہم تصانیف یہ تھیں: ردول الاسلامیہ، الجداول المرضیہ (عہد رسالت سے لیکر اپنے وقت کے خلفاء کی تاریخ)۔ خلاصۃ الکلام (تاریخ حجاز عہد رسالت سے تیرہویں صدی عیسوی تک)۔ سیرۃ النبویہ۔ فتوحات الاسلامیہ۔ فتح البین۔ دُرر السنیہ (وہابیوں کے رد میں)
 حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۳۰۱۔ الدیاربکری، حسین بن محمد بن الحسن ————— وفات: $\frac{922}{1544}$ کے بعد
 دیاربکر میں پیدا ہوئے لیکن بعد کو مکہ اپنا وطن قرار دیا جہاں وہ قاضی کے عہدہ پر ممتاز ہو گئے۔ یہ غنوی یا شافعی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی تصانیف ”تاریخ انہیس“ سیرۃ نبوی بہ بڑی مشہور کتاب ہے۔

حوالہ: (حاجی خلیفہ)

۳۰۲۔ الرازی، محمد بن موسیٰ بن بشیر بن جناد بن لقیط الکینانی الرازی ————— وفات: $\frac{224}{824}$
 یہ اسپین کے مورخ تھے۔ رستہ میں پیدا ہوئے اور تیسری صدی ہجری کے وسط میں بسلسلہ تجارت قرطبہ آئے۔ ان کی شہرت علم و فضل پہلے سے یہاں پہنچ چکی تھی اس لئے اموی خلیفہ محمد بن عبدالرحمان نے ان کی بڑی عزت کی اور مختلف سیاسی مہموں پر مامور کیا۔ تاریخ میں ایک تصنیف چھوڑی جس کا نام: کتاب الرایات ہے جس میں انہوں نے اسپین کی اسلامی فتوحات کا ذکر کیا ہے۔

حوالہ جات: (فتح الطیب (مقاری)۔ بیان المغرب (المراکشی))

۳۰۳۔ سحنون، عبدالسلام بن سعید بن حبیب التتوخی ————— ولادت (قیروان): $\frac{144}{844}$ — وفات: $\frac{244}{854}$
 ابتدائی تعلیم وطن میں پائی، اس کے بعد تیونس کے مالکی علماء سے فراغت حاصل کی۔ مدینہ اور شام کی بھی سیاحت کی اور جمع احادیث کے سلسلہ میں ایک کتاب مدقہ مرتب کی جو امام مالک کے موطا سے ماخوذ تھی۔

حوالہ جات: (ابن خلکان۔ بیان المغرب (عبدالواحد مراکشی)۔ دیباج (ابن خرون))

۳۰۴۔ سعدی شیرازی، شیخ مصلح الدین ————— ولادت (شیراز): $\frac{589}{1189}$ — وفات (شیراز): $\frac{692}{1292}$
 سعدی کے باپ سعد بن زنگی (سلفی تابع) کے ملازم تھے۔ اسی لئے انہوں نے سعدی تخلص اختیار کیا۔ سعدی کی تعلیم بغداد کے مشہور مدرسہ نظامیہ میں ہوئی اور مراحل تصوف شیخ عبدالقادر جیلانی کی نگرانی میں طے کئے۔ سعدی نے نو بار حج کیا۔ انہوں نے ۱۰۲ سال کی عمر پائی۔ ۳۰ سال تعلیم میں صرف ہوئے

تیس سال سیر و سیاحت و شاعری میں، تیس سال ریاضت و مجاہدہ میں اور باقی بارہ سال غربا و مساکین کی خدمت و حاجت روائی میں۔
تیرھویں صدی عیسوی کے اخیر میں، محمد خاں گورنر ملتان نے اپنے باپ غیاث الدین بلبن کے اشارہ سے سعدی کو ہندوستان آنے کی دعوت دی لیکن
پیرانہ سالی کی وجہ سے یہ سفر نہ کر سکے۔

بوستان انھوں نے ۷۵۲ھ میں لکھی اور گلستان اس کے دوسرے سال۔ ان کے کلیات میں غزلوں، قصاید اور رباعیات کے علاوہ طبعیات،
ہزلیات اور فضیلت بھی پائے جاتے ہیں۔ انھوں نے عربی میں بھی قصاید لکھے ہیں۔ ان کا مزار شیراز میں ہے۔ موجودہ مقبرہ نیا ہے، پرانا مقبرہ ایک شیعہ مجتہد
نے سار کر دیا تھا۔ کیونکہ سعدی سنی تھے، فارسی شعراء میں جو شہرت سعدی کو نصیب ہوئی کسی اور کو میسر نہیں آئی۔

حوالہ جات: (تذکرۃ الشعراء و دولہ شاہ)۔ تاریخ گزیدہ (حماد مستوفی)۔

۳۰۵۔ السلاوی، شہاب الدین ابوالعباس — ولادت: ۱۲۵۵ھ — وفات: ۱۳۱۵ھ

مرگش کے طبقہ ناصریہ کے بانی (احمد بن ناصر) ان کے مورث اعلیٰ تھے۔ انھوں نے مرگش اور فارس میں تعلیم پائی اور مورخ کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ عربی
ادبیات اور دینیات پر کافی عبور حاصل تھا ان کی نہایت اہم تصنیف ”کتاب الاستقصا و اخبار الدول المغربیہ لاقصی“ ہے جو سب زمین مغرب (افریقہ) کی بڑی ہیبت
تاریخ ہے۔ اس کا ترجمہ یورپ کی کئی زبانوں میں ہوا۔ بعض دیگر تصانیف یہ ہیں:۔

شرح قصیدہ ابن الوثاق — تعلیم المذنبہ بنصرۃ السنۃ (اسلام کے مختلف فرقوں پر) — طلعة المشتري فی نسب الجعفری —
حوالہ: (دائرة المعارف - اسلامیہ)

۳۰۶۔ سہیل بن ہارون

شاعر و مصنف۔ یہ ایرانی نسل تھے لیکن بصرہ میں قیام کر لیا تھا۔ ہارون الرشید کے زمانہ میں یحییٰ برمکی کے سکرٹری رہے اور ہارون کے عہد میں خاصہ
اقتدار حاصل ہو گیا۔ یہ ان ایرانی اہل قلم میں سے تھے جنہوں نے عربی لٹریچر کو ایرانی لٹریچر سے کافی متاثر کیا۔

انھوں نے کلیات و دمنہ کے انداز کی ایک کتاب لکھی جس کا نام ثعلبہ و غفرہ ہے۔ ابن نمیر نے ان کی متعدد تصانیف کی فہرست دی ہے۔ جاحظ نے ان کی
تین کتابوں کا ذکر کیا ہے: کتاب الاخوان — کتاب المسایل — کتاب المنجز و ماہذلیہ — انھوں نے ایک سیاسیات پر بھی لکھی تھی جس کا نام:۔
”تدبیر الملک و السیات“ تھا۔ جاحظ ان کا بڑا مدح تھا۔

حوالہ جات: (فہرست ابن نمیر)۔ کشف الظنون (ہاجی خلیفہ)۔ ابن خلکان۔ کتاب البیان (جاحظ)۔ دائرة المعارف

۳۰۷۔ شہاب الدین ابوالعباس احمد دمشقی — ولادت (دمشق): ۶۹۴ھ — وفات (دمشق): ۷۶۹ھ

ان کے تفصیلی حالات معلوم نہیں۔ ان کا خاندان سلاطین مصر کے دربار سے وابستہ تھا اور ان کے والد قاضی محی الدین، دمشق میں صیغہ راز کے سکرٹری تھے
بعد کو یہاں سے علیحدہ ہو کر وہ اسی خدمت پر مصر میں مامور ہوئے۔ شہاب الدین دونوں جگہ اپنے باپ کے معاون تھے۔ اخیر میں وہ دمشق چلے آئے اور یہیں انتقال کیا
یہ بڑے فاضل شخص تھے اور تمام علوم متداول میں تبحر تام رکھتے تھے۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں جو ضایع ہو گئیں۔ ایک نہایت بسیط تاریخی کتاب ”مسالك لابصار“
کے نام سے ہیں جلدوں میں لکھی جس کی صرف ۵ جلدیں یورپ کے کتب خانوں میں کہیں کہیں نظر آتی ہیں۔

حوالہ (دائرة المعارف)

۳۰۸۔ اظہار علی، ابوالقاسم سعید بن احمد الاندلسی — ولادت: ۷۲۰ھ — وفات: ۷۶۲ھ

قرطبہ میں تعلیم شروع کی اور طالیہ میں تکمیل۔ تاریخ، فقہ، ریاضی اور ہیئت میں انھوں نے بڑا نام پیدا کیا۔ اخیر وقت تک طالیہ میں
عہدہ قضا پر مامور رہے۔ انھوں نے ایک کتاب ہیئت پر بھی لکھی اور ایک تصنیف ابن حزم کی کتاب الملل و النحل کے انداز کی بھی۔ لیکن یہ دونوں ضایع ہو گئیں۔ انکی صرف
ایک تصنیف طبقات الامم باقی رہ گئی جو مختلف اقوام کی بڑی اچھی تاریخ ہے۔

حوالہ: (کتاب البصائر ابن بشکوال)۔ بغیۃ الملتبس (الضبی)

۳۰۹۔ عبد الرزاق کمال الدین بن جلال الدین اسحاق السمرقندی ————— ولادت (بہار) : ۸۱۶ھ — وفات : ۸۸۶ھ
ان کے والد سلطان شاہ رخ کے عہد میں عہدہ قضا و امامت پر امور تھے۔ ۸۴۵ھ میں عبد الرزاق سیفر کی حیثیت سے ہندوستان آئے اور تین سال کے بعد واپس گئے۔ ”مطلع السعدین و مجمع البحرین“ ان کی نہایت مشہور تاریخی تالیف ہے جس میں ۸۷۵ھ سے ۸۸۵ھ تک کے واقعات تاریخی ترتیب کے ساتھ درج ہیں۔ ۸۷۳ھ تک کے واقعات تو انھوں نے حافظ آبرو کی ”زبدۃ التواریخ“ سے لئے ہیں، لیکن اس کے بعد کے حالات ۸۷۵ھ تک خود انھوں نے فراہم کئے تھے جو تاریخی حیثیت سے بہت اہم سمجھے جاتے ہیں۔

حوالہ : (اسلامی ہند۔ نیاز)

۳۱۰۔ عبد العزیز بن الحاج ابراہیم ————— ولادت : ۱۱۳۰ھ — وفات : ۱۲۲۳ھ
خوارج کی جماعت ابادین (شمالی افریقہ) سے تعلق رکھتے تھے اور اپنی جماعت کے مشہور فقیہ و عالم تھے۔ ”کتاب البیہل و شفاء العلیل“ ان کی تصنیف تھی جو خارجی عقائد کے پیش نظر انھوں نے مرتب کی تھی ان کی ایک اور تصنیف ”کتاب معالم الدین“ تھی جو شیعہ نہیں ہوئی۔ دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے :
ذوالنورین فی مرج البحرین — الزور البسمام فی ریاض الاحکام — عقد الجواہر — المصباح (کتاب اللوائح کا خلاصہ) — الاسرار النورانیہ —
حوالہ جات : (ابن سعد — ابن الاثیر — یعقوبی)

۳۱۱۔ عبد اللطیف (موفق الدین ابو محمد) بن یوسف بن محمد بن البغدادی معروف بہ ابن اللباد

ولادت (بغداد) : ۵۵۴ھ — وفات : ۶۲۹ھ

مشہور فاضل و ادیب تھے۔ اور دنیاویات، صریح و خفیہ، حدیث، فلسفہ، طبیعیات کے ماہر۔ انھوں نے موصی، شام اور مصر کی سیاحت کی۔ صلاح الدین اور اس کے ہاشمیتین ان کے بڑے قدر دان تھے۔ ارزجان میں شاہزادہ علاء الدین داؤد شاہ کے دربار سے بھی عرصہ تک وابستہ رہے۔ انھوں نے مختلف علوم و فنون پر متعدد تصانیف کیں جو نایاب ہیں۔

حوالہ : (ابن ابی اصیبعہ)

۳۱۲۔ عبد القادر (جیلانی) محی الدین ابو محمد بن ابی صالح زرنگی دوست ————— پیدائش : ۵۷۰ھ — وفات : ۶۱۱ھ
قادر یہ خاندان تصوف کے بانی۔ یہ موضع بقیع (شمال گیلان) میں پیدا ہوئے۔ ۱۸ سال کی عمر میں تحصیل علم کی عرض سے بغداد گئے۔ انھوں نے حنبلی (اور بعض کے نزدیک) شافعی فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ابو الخیر محمد بن مسلم الدباس سے بیعت کی اور کافی ریاضت کے بعد خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ۵۷۲ھ میں بغداد میں وعظ و تبلیغ شروع کی اور اس قدر شہرت پائی کہ ان کے لئے ایک خانقاہ طیار کی گئی اور مبارک المخرمی کی قیام کی ہوئی درگاہ کو وسیع کر کے انھیں اس کا صدر مدرس مقرر کیا گیا۔ ان کے وعظ سے بہت سے یہودی اور عیسائی مسلمان ہوئے اور خلفاء و وزرا تک ان کے متفقہ ہو گئے، دور دور سے ان کے پاس فتاویٰ آتے تھے اور یہ ان کا جواب دیتے تھے۔ ان کے مریدوں اور شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ عیسائی انھیں کے شاگرد بننے جنھوں نے ان کے سوانح بہت شرح و بسط کے ساتھ قلمبند کئے۔ مذہب، اخلاق و تصوف پر متعدد تصانیف انھوں نے چھوڑیں۔

حوالہ جات : (قلاید الجواہر — نتیجہ تحقیق — غبطۃ الناظر ابن حجر) — تاریخ الاسلام (ذہبی)

۳۱۳۔ عبد الکریم

ابن علی احمد (احمد شاہ دہلوی) کے مصنف۔ اصل کتاب ۱۲۶۷ھ میں شائع ہوئی اور اس کا اردو ترجمہ واقعات آدری کے نام سے ۱۲۹۲ھ میں طبع ہوا۔ انھوں نے ایک اور کتاب ”مجاہد کابل و قزہار“ بھی تصنیف کی جس میں امیر دوست محمد خاں کے بیٹے اکبر خاں کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں۔ سکھوں کی لڑائی پر بھی انھوں نے ایک کتاب ”تاریخ پنجاب تحفۃ الاحباب“ سے تصنیف کی تھی۔

حوالہ : (ہیل)

۳۱۴۔ العتبی، ابو الفرج محمد بن محمد الجبار

ولادت (سے): ۳۵۰ھ — وفات: ۴۲۹ھ
کسی میں خراسان آگئے جہاں ان کے ماموں ابو الفرج سامانی حکومت میں کسی معزز خدمت پر مامور تھے۔ ماموں کے انتقال کے بعد یہ ابو علی فوجی کمانڈر کے سرکاری چوگئے اور اخیر میں بکتلیکین فرمانروائے غزنہ کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ ۳۸۹ھ میں سلطان محمود غزنوی نے انھیں سفیر بنا کر غزنوستان روانہ کیا اور وہاں سے یہ کامیاب واپس آئے۔ ۴۱۱ھ میں انھوں نے اپنی مشہور تصنیف کتاب التیمیہ ختم کی اور اس کے صلہ میں صاحب البرج (پوسٹ ماسٹر جنرل) مقرر کئے گئے۔ اس کے بعد یہ سلطان محمود کے بیٹے شاہزادہ مسعود کے ملازم ہو گئے۔

یہ متعدد کتابوں کے مصنف تھے جن میں صریح کتاب التیمیہ باقی رہی۔ یہ امیر بکتلیکین کے بیٹے محمود اور دوسرے معزز فرمانرواؤں کے عہد کی تاریخ ہے۔
حوالہ: (تعالیٰ) (قیمۃ الدہر)

(بارہویں صدی ہجری)

۳۱۵۔ علی شیر قانع

ان کا زمانہ بارہویں صدی ہجری تھا۔ انھوں نے ایک جامع تاریخ تحفۃ الکرام کے نام سے تین جلدوں میں لکھی پہلی جلد میں انبیاء، ملوک، عہد نبوی کے علماء و حکماء کا ذکر کیا ہے۔ دوسری جلد میں عہد نبوی و خلفاء راشدین کے حالات سے بحث کی ہے اور تیسری جلد تاریخ سندھ سے تعلق رکھتی ہے جس میں سندھ کے مشایخ و سادات، اولیاء و علماء کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب انھوں نے ۸۸۸ھ میں ختم کی۔
حوالہ: (اسلامی ہند دنیا)

وفات (بجلا): ۶۱۵ھ

۳۱۶۔ العمیدری۔ محمد بن محمد ابو حامد رکن الدین السمرقندی

یہ خفی فقیہ تھے۔ علم کلام میں بھی خاص دسترس حاصل تھا۔ اس فن پر ان کی تصنیف ”کتاب الارشاد“ بہت مقبول ہوئی۔ ان کی ایک اور کتاب ”الطریق العمید فی الخلفاء والجدال“ کا مخطوطہ قاہرہ میں محفوظ ہے۔

تصون پر بھی ان کی ایک تصنیف ”کتاب مرآت المعانی فی ادراک العالم الانسانی“ بہت مشہور ہوئی۔
حوالہ جات: (ابن خلکان - ابن قلوبغا)

۳۱۷۔ فردوسی، ابوالقاسم، منصور یا احمد یا حسن

ولادت طایران (طوس): ۳۳۰ھ — وفات: ۴۱۱ھ
فردوسی کے مشہور رزمیہ شاعر، شاہنامہ کے مصنف، ان کے باپ نے مختصر سی جاہلاد چھوٹی تھی اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھی۔ ابتدائی تعلیم اسدی سے حاصل کی۔ ان کے ایک دوست نے اسے شاہان سلف کے حالات کی ایک قلمی کتاب دی اور اسی کو سامنے رکھ کر انھوں نے شاہنامہ شروع کیا۔ یہ مثنوی ۶۰ ہزار ابیات پر مشتمل تھی جس میں دقیقی کا لکھا ہوا بھی کچھ حصہ شامل ہے۔ یہ مثنوی انھوں نے ۳۵ سال میں پوری کی (۳۶۵ھ) جبکہ ان کی عمر ۸۰ سال کی تھی۔ جب محمود غزنوی نے خراسان فتح کیا (۳۷۰ھ) تو اس کے وزیر حسن بن احمد نے فردوسی کا تعارف کر لیا اور محمود نے فی شعرا ایک دینار دینے کا وعدہ کیا، لیکن کسی وجہ سے پوری رقم ادا نہ کی گئی بلکہ صرف ۲۰ ہزار دینار بھیجے گئے اور فردوسی نے جل کر یہ رقم اسی وقت حمام کے ملازم اور ایک سے فردوش کو دیدی۔ کہا جاتا ہے کہ محمود کو جب یہ خبر پہنچی تو تو اس نے حکم دیا کہ فردوسی کو ہاتھی سے کچلوا دیا جائے اور فردوسی بھاگ کر شہر بارہن شروین فرمانروائے طبرستان کے پاس چلے گئے۔ یہاں انھوں نے محمود کی بھج میں ایک نظم لکھی جسے شہریار نے ایک لاکھ درہم میں خرید کر کے شایع کر دیا۔ پروفیسر محمود شیرانی نے اس واقعہ کی تکذیب کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ فردوسی نے کوئی نظم محمود کی بھج میں نہیں لکھی تھی۔

فردوسی نے ایک اور مثنوی یوسف زلیخا بھی بہاد الدولہ بویہ یا اس کے بیٹے سلطان الدولہ کی فرمائش پر لکھی تھی اور یہ مثنوی لکھ کر وہ اپنے وطن واپس آئے اور انتقال کر گئے۔ کہا جاتا ہے کہ جب ان کا جنازہ لے جایا جارا تھا تو ایک کاروان ۶۰ ہزار دینار کی موعودہ رقم محمود کی طرف سے لے کر آیا لیکن فردوسی کی لڑکی نے اس رقم کے لینے سے انکار کر دیا اور سلطان محمود نے اس رقم سے فردوسی کی یاد میں ایک رباط بنوا دیا۔

حوالہ جات: (چہار مقالہ عروضی سمرقندی)۔ باب الالباب (عونی)۔ تذکرۃ الشعراء (دولت شاہ)

ہندوستانی لائبریری
گورنمنٹ لائبریری
کلکتہ

۳۱۸۔ القافی ابوعلی اسماعیل بن القاسم بن ایرون بن ہارون بن عیسیٰ بن محمد۔ ولادت (منازگرد آرمینیا): ۲۸۸ھ - وفات (قرطبہ): ۳۳۶ھ مشہور ماہر ادبیات تھے۔ ۳۳۲ھ میں یہ قالیقلا کے چند لوگوں کے ساتھ بغداد گئے تھے اسی لئے وہ خود بھی القافی کہے جانے لگے۔ یہیں انھوں نے فن حدیث و ادبیات کی تکمیل کی۔ ۳۳۳ھ میں بہ عہد عبدالرحمان الناصر یہ قرطبہ گئے اور عبدالرحمان کے بیٹے ”ابوالعاصی الحکم“ نے جو علم و فضل کا بڑا قدردان تھا ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور حدیث و ادب کا درس دینے لگے۔

ان کی تصانیف میں سے صرف دو باقی رہیں: ”کتاب الامالی والذیل والنوادر“۔ ”کتاب النوادر“۔
حوالہ جات: (بغیۃ الملتبس) (الضبتی)۔ تاریخ علماء اندلس (ابن الفرغنی)۔ ابن خلکان۔ تاج العروس۔ ابن خلدون

۳۱۹۔ قسطلانی، مصلاح الدین مصطفیٰ۔ وفات (استنبول): ۹۰۵ھ

حنفی مسلک کے ترک فقیہ تھے۔ بروستہ کے قریب ایک گاؤں قسطل میں پیدا ہوئے۔ بروستہ میں دینیات کی تعلیم حاصل کی اور عرصہ تک مختلف مدارس میں پروفیسر رہنے کے بعد بروستہ۔ ادرنہ اور قسطنطنیہ میں عہدہ قضا پر مامور رہے۔ انھوں نے فقہ کی متعدد کتابیں عربی میں لکھیں۔ علامہ تفتازانی کی کتاب عقاید نفسی پر ان کی شرح بھی بہت مقبول ہوئی۔ بعض دوسری تصانیف یہ ہیں:

حاشیہ شرح کتاب المواقف (علم کلام)۔ تنفیص المعالم (جہت قبلہ کی تعیین)۔ نقطہ ذوی الاعتبار۔
حوالہ: (شقائق نعمانیہ) (تشکویر و زادہ)

۳۲۰۔ کاشانی، حاجی مرزا جانی۔ وفات (طهران): ۱۲۶۹ھ

کاشان کے سوداگر تھے اور مرزا علی محمد باب کے مریدوں میں سے تھے۔ جب ۱۲۴۷ھ میں باب کو قید کر کے اصفہان سے ماکوئے جبارہ تھے تو انھوں نے دودنی کاشان میں انھیں اپنا ہمان رکھا اور اس کے دوسرے سال بہاؤ اللہ صبح ازل اور دوسرے باہیوں کے ساتھ یہ بھی مجاہدین میں شامل ہو گئے۔ لیکن ایرانی سپاہ نے پکڑ لیا اور آگل میں مقید کر دیا، بعد کو کاشان کے بعض تاجروں نے زندقہ دے کر چھڑا لیا۔ اس کے بعد وہ بار فروش، مشہد اور طهران میں باہی مسلک کی اشاعت میں نہایت سرگرمی سے حصہ لینے لگے۔

جب ۹ جولائی ۱۲۵۷ھ کو باب قتل کئے گئے تو کاشانی، باہی تاریخ لکھنے میں مصروف ہو گئے۔ اس کتاب کا نام انھوں نے ”نقطۃ الکاف“ رکھا۔ جب ناصر الدین قاجار نے اس مسلک کے پیروں کا استیصال شروع کیا تو کاشانی کو بھی بہاؤ اللہ کے ساتھ قید کر دیا گیا اور ۵ اکتوبر ۱۲۵۷ھ کو اپنے ۲۰ ساتھیوں کے ساتھ طهران میں قتل کر دیئے گئے۔

حوالہ جات: (نقطۃ الکاف)۔ تاریخ جدید۔ مرزا علی محمد باب

۳۲۱۔ کاشفی، ملا حسین واعظ۔ وفات: ۹۱۵ھ

ہرات کے بڑے متنوع الذوق ادیب تھے۔ یہ سلطان حسین مرزا کے عہد میں پائے جاتے تھے۔ ان کی تصانیف میں اخلاق محسنی کو بڑی شہرت حاصل ہوئی جسے انھوں نے ۹۱۵ھ میں تصنیف کیا تھا۔ ان کی دوسری مشہور کتاب انوار جمالی، کلیلہ دمنہ کا ترجمہ ہے۔ ان کی دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے: جواہر الفہر (اکمل)۔ تفسیر حینئی۔ روضۃ الشہداء۔ برآۃ الافکار فی صناعتہ الاشعار۔ مخزن الانشاء۔ صحیفہ شاہی۔ قصص و ہنار حاکم طائی۔ تحفۃ الصلوٰۃ۔ کتاب معنوی (رومی کی مثنوی سے اقتباسات)

حوالہ: (دائرة المعارف)۔ اسلامیہ

۳۲۲۔ کمال الدین ابو القاسم عمر بن احمد بن ابی جبرائیل بن العزیم العقیلی۔ ولادت (بروشلم): ۵۸۸ھ - وفات (قاہرہ): ۶۶۲ھ

بنو جبرائیل کے نہایت ہنسز قبیلہ کے فرد تھے اور اپنے عہد کے نہایت مشہور مورخ۔ ان کے خاندان میں چار نسلوں سے عہدہ قضا منتقل ہوتا چلا آ رہا تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی اور تکمیل، عراق، دمشق و حجاز میں۔ ۶۱۹ھ میں وہ حلب کے مدرسہ شادنجت میں پروفیسر ہو گئے اور ایوبیوں کے آخر عہد میں عہدہ وزارت پر مامور ہوئے۔ اب تاتاریوں کا حملہ ہوا تو وہ مصر چلے گئے۔ لیکن ہلاکو نے انھیں طلب کر کے شام کا قاضی القضاۃ مقرر کیا۔

انھوں نے اکابر حلب کی تاریخ چار جلدوں میں مرتب کی: ”بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب“۔
حوالہ جات: (ارشاد الارباب (یا قوت) - قوت الوفیات (ابن شاکر)

(پانچویں صدی ہجری)

۳۲۳۔ گردیزی، ابو سعید عبدالحی بن الضحاک بن محمود

فارسی مورخ تھے۔ گردیزی میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ”ذین الاخبار“ عبد الرشید غزنوی کے عہد میں لکھی۔ اس میں شاہان فارس، رسول اللہ اور خلفاء کے حالات ۱۱۲۳ھ تک کے درج ہیں، اس کے علاوہ خراسان کی تاریخ، انساب و معارف اور ترکوں کے حالات بھی انھوں نے لکھے ہیں۔ ان کا مآخذ زیادہ تر ابن مقفع اور خور وادب ہیں۔ ہندوستان کے حالات البیرونی سے لئے ہیں۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

ولادت (اصفہان): ۱۱۲۳ھ — وفات: ۱۱۹۶ھ

۳۲۴۔ لطف علی بیگ آوز

بارہویں صدی ہجری کے مشہور تذکرہ نگار تھے۔ ایام شباب تم میں بسر کئے اور سپہر شیراز چلے گئے جہاں ان کے والد نادر شاہ کے زمانہ میں لارستان کے گورنر کی حیثیت سے رہتے تھے۔ باپ کی وفات کے بعد وہ حج کی غرض سے مکہ گئے اور پھر اصفہان لوٹ کر جانشینان نادر شاہ کی ملازمت سے وابستہ ہو گئے۔ اخیر وقت میں وہ گوشہ نشین ہو گئے اور سید علی مشتاق کے ہاتھ پر بیت کزلی۔ لطف علی بیگ اپنے فارسی تذکرہ ”آتشکدہ“ کی وجہ سے بہت مشہور ہیں جس میں انھوں نے فارسی شعرا کا حال درج کیا ہے۔ اس میں ۶۰ ایسے شعرا کا بھی ذکر کیا ہے جو ان کے ہم عصر تھے۔ اور خود اپنے حالات بھی تحریر کئے ہیں۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامی)

وفات (مدینہ): ۱۲۰۶ھ

۳۲۵۔ مالک لطائی، ابو ولید مالک بن ابی السمع

عہد بنی امیہ و بنی عباس کے نہایت مشہور مغنی تھے۔ یہ معاویہ اول کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں ان کو عبداللہ بن جعفر نے جو مدینہ کے مشہور قدردان علوم و فنون تھے مبتنی کر لیا اور اچھی تعلیم دلائی۔ ۱۲۰۶ھ میں مشہور مغنی معبد کے گانے سے متاثر ہو کر انھوں نے بھی گانا سیکھنا شروع کیا اور پھر معبد و جمیلہ سے اس فن کی تکمیل کی۔ ان کا مربی عبداللہ بن جعفر خود بھی موسیقی کا بڑا شائق تھا اور اس کے گھر پر گانے کے جلسے اکثر ہوا کرتے تھے۔

یزید بن عبدالملک اور ولید بن یزید (امویں) بھی ان کے بڑے قدر شناس تھے۔ جب عباسیوں کا زمانہ آیا اور سلیمان گورنر مقرر ہوا تو یہ بھی اس کے ساتھ بصرہ گئے۔ لیکن چند دن بعد وہ مدینہ واپس آ گئے اور ۸۰ سال سے زیادہ عمر پا کر انتقال کیا۔

صاحب اغانی کا بیان ہے کہ اسحاق موصلی (دربار ہارون الرشید کا مشہور مغنی) انھیں عرب کے چار نہایت مستند ماہرین موسیقی میں شمار کرتا تھا۔

حوالہ جات: (اغانی - عقد الفرید - دیوان (ہجری))

وفات: ۱۲۱۳ھ

۳۲۶۔ محمد حسن خاں

فارس کے مشہور ادیب تھے۔ صنیع الدولہ اور اعتماد السلطنہ ان کے خطابات تھے۔ ماں کی طرف سے قاجاری تھے اور باپ کی طرف سے منغل۔ محمد حسن خاں نے ایران کے جامعہ دارالفنون میں بارہ سال تک تعلیم پائی۔ اس کے بعد جب ان کے والد عربستان کے گورنر مقرر ہوئے تو یہ بھی ان کے ساتھ گئے۔ ۱۲۸۸ھ میں پیرس کے سفارتخانہ ایران میں یہ فرسٹ سکرٹری کی حیثیت سے مامور ہوئے۔ لوٹ کر شاہ کے مترجم کی حیثیت سے انھوں نے مختلف ممالک کی سیاحت کی۔ ۱۲۸۹ھ میں دارالطباعہ اور دارالترجمہ کے مہتمم مقرر ہوئے اور ۱۲۹۰ھ میں محلات شاہی کے نگراں اور نائب وزیر عدلیہ۔

انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں جو زیادہ تر ایران کے جغرافیہ و تاریخ سے تعلق رکھتی ہیں: مرآۃ البلدان - تاریخ بابل و بینوا - تاریخ منظم ناصری - مطلع الشمس (تین جلدوں میں) - دارالیتجان - کتاب المآثر والآثار -

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

(دسویں صدی ہجری)

۳۲۷۔ محمد حسین تبریزی

ایران کے مشہور خطاط تھے۔ سید احمد مشہدی کے شاگرد تھے اور میر عابد کے استاد۔ بہارت فن کی وجہ سے ان کو لوگ ”ہنین استاد“ کہتے تھے۔ ان کے والد

مرزا شکر اللہ صفوی طہاسپ اول کے زمانہ میں مستوفی الممالک تھے اور یہ خود بھی شاہ اسماعیل ثانی کے وزیر تھے۔ لیکن بعد کو جب بادشاہ ناخوش ہو گیا تو یہ ہندوستان چلے آئے اور یہیں ساری عمر بسر کر دی۔ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان امیر شاہی، گیمبرج یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔
حوالہ جات: (خط الخطاطان) (مرزا حبیب) تاریخ عالم آرا کے عباسی

۳۲۸۔ محمد عبد الکریم علوی (منشی عبد الکریم) (تیسری صدی ہجری)

فارسی مورخ تھے۔ انھوں نے احمد شاہ بانی درانی خاندان کی ایک تاریخ لکھی جس کا نام احمد شاہی ہے۔ یہ کتاب امام الدین حسین کی تاریخ حسین شاہی سے ماخوذ ہے۔ انھوں نے ایک اور کتاب محاربات کابل بھی لکھی جس میں انگریزوں کے ساتھ افغانیوں کی لڑائی کا حال لکھا ہے۔ یہ کتاب بھی انھوں نے قاسم جان کے اکرنامہ سے اخذ کی۔ سکھوں کی لڑائی کی بھی ایک تاریخ لکھی جس کا نام تاریخ پنجاب ہے۔

حوالہ: (دار الفکر المعارف - اسلامیہ)

۳۲۹۔ المفید ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن النعمان الحارثی۔ ولادت (بغداد) ۳۳۰ھ بمطابق ۹۴۱ء - وفات: ۳۸۳ھ بمطابق ۹۹۳ء۔
ابن عشری عالم تھے اور آملیہ کے زمانہ میں پائے جاتے تھے۔ ساری عمر علمی مشاغل میں بسر کی۔ مختلف مقامات سے ان کے پاس غزلیں استفسارات آتے تھے اور یہ ان کا جواب دیا کرتے تھے۔ انھوں نے حنابلہ اور قسبیین حلاج و جاحظ کے رد میں بھی متعدد رسائل لکھے۔

کہا جاتا ہے کہ انھوں نے مسئلہ امامت و عقائد اثنا عشری وغیرہ پر ۲۰۰ تصانیف چھوڑیں جن میں سب سے نچٹ کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔
حوالہ جات: (منہاج المقال) (استرآبادی)۔ (کشف المحجوب) (عبد الحسین کنتوری)

۳۳۰۔ المود فی الدین، ابو نصر حبیب اللہ بن ابی عمران موسی بن داؤد الشیرازی۔ وفات: ۳۸۳ھ بمطابق ۹۹۳ء۔
مشہور فاطمی داعی تھے۔ سب سے پہلے شیراز میں اسماعیلی عقاید کی تبلیغ شروع کی اور ایک پوہ امیر ابو قالیب کو اپنا ہم خیال بنایا، لیکن اس کے بعد بغداد، موصل، ہوتے ہوئے وہ قاتر پور پہنچے اور مستنصر باللہ کے دربار میں رسائی ہو گئی اور قاضی القضاۃ کا عہدہ تفویض ہوا۔ یہیں ایک اور بڑے فاطمی داعی ناصر خسرو سے ملاقات ہو گئی۔ یہ زمانہ وہ تھا جب فاطمی فوجیں ترکوں سے برسر پیکار تھیں۔ چنانچہ ان کو ایک ملکی فوج دیکر شہر بھیجا گیا اور یہاں انھوں نے ترکوں کو شکست دے کر بغداد پر قبضہ کر لیا اور فاطمی خلیفہ کا نام خطبہ میں پڑھا۔

یہ علاوہ دیگر علوم و فنون کے ادبیات کے بھی ماہر تھے۔ دیوان فاطمیوں کی مدح میں لکھا اور ایک نہایت اہم کتاب المجاہد تصنیف کی جس میں علاوہ متعدد فقہی و فلسفیانہ مسائل کے وہ خط و کتابت بھی پائی جاتی ہے جو ابو العلاء المفسر سے غزالی نہاتالی کے متعلق انھوں نے کی تھی۔ السیرۃ کے نام سے اپنے سوانح بھی لکھے جو آل بویہ اور خلفاء فاطمیوں کی بھی بڑی دلچسپ تاریخ ہے۔

حوالہ جات: (الاشارہ) (ابن الصیرافی)۔ الخطیط (مقرئری)۔ عیون الاخبار (ادریس عماد الدین)

۳۳۱۔ جہدی خاں، مرزا محمد جہدی استرآبادی بن محمد۔ (بارہویں صدی ہجری)

مورخ تھے دربار نادر شاہ کے۔ "تاریخ جہانگشاہ نوری" ان کی مشہور تصنیف ہے جس میں نادر کے حالات پیدائش سے وفات تک کے بہت تشریح کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں۔ ان کی ایک اور تاریخی تصنیف "نادر کے حالات میں" "درہ نادرہ" ہے جس میں صرف ۱۱۱۱ھ تک کے حالات درج ہیں۔ انھوں نے ایک ترکی فارسی لغت بھی لکھی جس کا نام سنگاچ ہے لیکن یہ شائع نہیں ہوئی۔

حوالہ: (دار الفکر المعارف - اسلامیہ)

۳۳۲۔ میرزاوند، بن بریان الدین خاوند شاہ۔ ولادت: ۸۳۶ھ بمطابق ۱۴۳۳ء - وفات: ۹۰۴ھ بمطابق ۱۵۰۰ء

مشہور فارسی مورخ تھے۔ ان کے باپ بریان الدین خاوند شاہ داوراء انہر کے باشندہ تھے۔ باپ کے انتقال کے بعد یہ بچے گئے اور یہیں تحصیل علم کی۔ ان کا ابتدائی زمانہ بہت عسرت میں بسر ہوا۔ اتفاق سے میر علی شیر جو سلطان حسین شاہ ایران کا وزیر تھا ان کا سر پرست ہو گیا اور انھیں کوئی تاریخی کتاب لکھنے پر مایل کیا۔ روضۃ الصفا (سات جلدوں میں) ان کی نہایت مہتمن تاریخی تالیف ہے۔ اس کتاب میں تخلیق عالم سے لے کر سلطان حسین والی ہرات تک کے حالات درج

کئے ہیں۔ اس تالیف میں ۱۹ عربی اور ۲۲ فارسی تاریخوں سے مدد لی گئی اور بعد کے مورخین نے اس سے بہت استفادہ کیا۔
اس کتاب کی آخری جلد ان کے پوتے نوذیر میر نے لکھی جو خود بھی مشہور مورخ تھے اور جن کی کتاب "حبیب السیر" بہت مقبول ہوئی۔
حوالہ: (دائرة المعارف - اسلامیہ)

۳۳۳ - ناصر خسرو، ابو معین ناصر بن خسرو بن حارث — ولادت (خسلیج بلخ): ۳۹۷ھ — وفات: ۴۵۵ھ
نیا رھویں صدی ہجری کے نہایت مشہور ایرانی شاعر۔ ان کو شیعی ہونے کی وجہ سے علوی کہتے ہیں۔ ان کا باپ مشافات بلخ کا زمیندار تھا۔ ناصر کی ابتدائی تعلیم اچھے پیمانہ پر ہوئی اور تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مرو میں ملازم ہو گئے اور غیر ذمہ داری زندگی بسر کرنے لگے۔ چند دن بعد جب اس کا احساس ہوا تو وہ ملازمت چھوڑ کر اور مکرہات سے تائب ہو کر حج کے لئے مکہ چلے گئے۔ انھوں نے جس وقت ایران چھوڑا یہاں طوائف الملک کی پھیل چکی تھی اور امن مضبوط تھا۔ لیکن یہی چالی و پندرہویں صدی کے دوسرے اسلامی ممالک میں بھی پائی۔ مصر کی حالت البتہ بہتر تھی جہاں اس وقت فاطمیوں کا اسماعیلی خاندان حکمران تھا۔ یہاں کے اکابر و اہل علم سے اپنے تعلقات بڑھائے یہاں تک کہ خلیفہ المستنصر نے انھیں اسماعیلی مشن کی تبلیغ کے لئے خراسان بھیج دیا۔ اس سلسلہ میں جب وہ بلخ آئے تو سلجوقی حکومت نے ان کی تبلیغی سرگرمیوں کو پسند نہیں کیا اور وہ بلخ چھوڑ کر مازندران چلے گئے۔ لیکن یہاں بھی پناہ نہ ملی اور وہ وادی سمیرگان چلے گئے اور یہیں اپنی باقی عمر تصنیف و تالیف میں بسر ہو گئی۔

ناصر نے متعدد کتابیں تصنیف کیں لیکن بعد کو بہت ناقص و منحصر ہوئیں۔ ان کا دیوان شعر کی حیثیت سے زیادہ نمایاں چیز نہیں ہے لیکن اس لحاظ سے کہ وہ اسماعیلی تعلیمات کی انساں لکھو پیڈیا ہے، بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس دیوان میں دو نظمیں تتمہ کے طور پر بھی شامل ہیں ایک روشنائی نامہ جس میں بوعلی سینا کے فلسفیانہ تعلیمات کو پیش کیا گیا ہے اور دوسری "سعادت نامہ" جس میں ملکیت و استبداد کے خلاف کسان طبقہ کی زبردست حمایت کی گئی ہے۔
نثر میں ان کا نہایت مشہور کارنامہ "سفر نامہ" ہے جس میں انھوں نے اپنے عہد کے اسلامی ممالک کی زبانوں عالی پر روشنی ڈالی ہے، لیکن چونکہ اس کی ترتیب کسی سنی نے کی ہے، اس لئے یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ اصل نسخہ سے موم وہ نسخہ کتنا مختلف ہے۔ انھوں نے بعض مذہبی و اخلاقی کتابیں بھی لکھیں۔
ان میں ایک "نادر المسافرین" ہے جس میں بہت سے مابعد الطبیعیاتی عقاید پر گفتگو کی گئی ہے۔ دوسری کتاب وہب دین ہے جس میں اسماعیلی مذہب کی تبلیغ کی گئی ہے۔
حوالہ: (دائرة المعارف - اسلامیہ)

۳۳۴ - النسوی - محمد بن احمد بن علی بن محمد — ولادت (خرمیدہ خراسان): ۴۱۱ھ — وفات: ۴۸۱ھ
مورخ و تذکرہ نگار تھے۔ یہ خوارزمشاہ جلال الدین کے عہد میں پائے جاتے تھے۔ اس وقت کی سیاسیات میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا اور عروج و زوال کی منزلوں سے پارہا ان کو گزرتا پڑا۔ نظام الملک طوسی سے ان کے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ ۴۳۹ھ میں انھوں نے خوارزمشاہ جلال الدین کے سوانح پر ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام "سیرۃ سلطان جلال الدین" ہے جس میں انھوں کی ابتدائی تاریخ بھی درج ہے۔

حوالہ: (ابوالفداء)

۳۳۵ - نصر اللہ بن محمد بن عبد الحمید ابو المعالی شیرازی — (چھٹی صدی ہجری)
خسرو ملک غزنوی (۳۸۵ھ - ۴۵۵ھ) کے وزیر تھے اور بعد کو اسی کے حکم سے قتل کئے گئے۔ یہ ایرانی ادیب تھے جنھوں نے عہد اللہ بن مقفع کے عربی ترجمے سے، کلید دمنہ کو فارسی میں نقل کیا۔ یہ ترجمہ ۳۸۵ھ میں مکمل ہوا جب بہرام شاہ حکمران تھا۔ یہ ترجمہ اپنی زبان اور طنز واد کے لحاظ سے بے مثل چیز سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بعد جب ایرانی زبان میں تبدیلی ہوئی تو حسین واعظ کاشفی نے کلید دمنہ کا ترجمہ دوبارہ کیا جو انارکلی کے نام سے مشہور ہے۔
حوالہ: (دائرة المعارف - اسلامیہ)

۳۳۶ - نظامی عروضی سمرقندی، احمد بن عمر بن علی — (چھٹی صدی ہجری)
فارسی کے نہایت مشہور ادیب تھے۔ یہ فرارزدایان غوری کے دربار سے ۵۴ سال تک وابستہ رہے۔ چہار مقالہ ان کا نہایت مشہور تذکرہ ہے۔ نظم میں اللہ کی کوئی تصنیف ہم تک نہیں پہنچی گو عورتی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے متعددثنویاں بھی لکھی تھیں۔ ان کے حالات جو کچھ خود ان کی تحریر سے معلوم ہوتے ہیں

ہیں کہ ۱۱۱۳ھ میں سمرقند جا کر انھوں نے رودکی کے حالات فراہم کئے، ۱۱۵۵ھ میں وہ بلخ میں خیام سے ملے اور پھر ہرات آ گئے۔ ۱۱۶۱ھ میں افلاس سے تنگ آ کر نیشاپور سے طوس چلے گئے اور یہاں فردوسی کے حالات فراہم کئے۔ معزی کی وساطت سے (جو دربار کا ملک الشعراء تھا) سلطان بختیارک رسائی ہوئی اور قسمت پٹی۔ اس کے بعد جب ۱۱۶۳ھ میں یہ دوبارہ نیشاپور گئے تو خیام کا انتقال ہو چکا تھا۔ چہار مقالہ انھوں نے ۱۱۷۵ھ میں مرتب کیا اور یہ اس قدر مقبول ہوا کہ بعد کے تمام تذکرہ نویسوں اور مورخوں نے (مثلاً عوفی، اسفندیار، مستوفی قزوینی، جامی، غفاری) نے اس سے استفادہ کیا۔

حوالہ جات: (جامی خلیفہ - مجمع الفصحاء (رضا قلی خاں))

۳۳۴۔ نظامی گنجوی، نظام الدین ابو محمد الیاس بن یوسف ————— ولادت (گنجه): ۵۳۵ھ — وفات: ۵۹۹ھ
فارسی کے نہایت مشہور شاعر۔ بہت کمسنی میں والدین نے انتقال کیا اور دو بیٹے چھوڑے ایک نظامی، دوسرا قوامی۔ چچانے ان کی پرورش کی، لیکن چچا کا انتقال بھی جلد ہو گیا اور ان دونوں بھائیوں نے خود اپنی کوشش سے تعلیم پوری کی۔ قوامی بطریزی نے قصیدہ گوئی میں خاص شہرت حاصل کی۔ نظامی نے تین ہار شادی کی اور صرف ایک لڑکا چھوڑا جس کا نام محمد تھا۔ نظامی کو تصوف کی طرف بہت میلان تھا اس لئے حلقہ صوفیہ میں شیخ اخوند فرخ ریانی کے شاگرد و مرید ہوئے۔ نظامی کی زندگی کے تفصیلی حالات نامعلوم ہیں سوا اس کے کہ وہ رؤسا و امراء کی صحبت سے بہت بچتے تھے حالانکہ ان کی تمام نظمیں کسی کسی امیر کے نام سے منسوب ہیں۔ ان کو اپنی شاعری کے سلسلہ میں ایک گاؤں ہمدونیاں جاگیر میں ملا تھا لیکن اس کی آمدنی بہت کم تھی۔ دولت شاہ نے ان کی تاریخ و فتا ۵۷۵ھ غلط لکھی ہے کیونکہ ان کی تین شہنواں اس کے بعد کی ہیں۔ نظامی کی خاص تصنیف خمسہ نظامی ہے جو پانچ مثنویوں پر مشتمل ہے: (۱) مخزن الاسرار۔ یہ اخلاقی رنگ کی مثنوی ہے۔ (۲) خسرو شیریں۔ (۳) لیلی مجنوں۔ (۴) سکندر نامہ۔ ان دونوں قصوں کو برہنہ و بحرہ بھی کہتے ہیں۔ خمسہ کے علاوہ اس کا ایک دیوان بھی ہے۔

فارسی ادبیات کی تاریخ میں نظامی "خدائے سخن" کہلاتے ہیں۔ ان کی شاعری سے متاثر ہونے والوں میں خسرو دہلوی، خواجہ گبرانی، کاتبی، جامی، ہاتفی، عطار اور میر علی شیر نوائی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

حوالہ: (میر فونڈ)

۳۳۸۔ النوای، محمد بن عمر بن عربی الجادی ————— (تیرہویں صدی ہجری)

یہ ملایا نسل سے تعلق رکھتے تھے اور موضع خدآرا (جادا) میں پیدا ہوئے۔ ۵۸۵ھ میں حج کے لئے مکہ گئے، وہیں تعلیم حاصل کی اور مستقل قیام کر لیا۔ ۵۸۵ھ سے سلسلہ تصنیف و تالیف شروع کیا۔ ان کی تصانیف کی تعداد بہت ہے۔ قرآن کی ایک تفسیر لکھی (التفسیر المنیر)۔ فقہ میں محمد بن قاسم کی فتح القریب کی شرح لکھی۔ دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے: شرح ہدایۃ الہدایہ (غزالی)۔ شرح مناقب الحج (محمد الخطیب)۔ شرح سفینۃ الصلاح (یحییٰ الحضری)۔ شرح ام البرہن (سنوسی)۔ شرح عقیدۃ العوام (احمد مرزوقی)۔ شرح آجرہ دمیہ (فقہ)

حوالہ: (معجم المطبوعات)

۳۳۹۔ النویری، شہاب الدین احمد بن عبد الوہاب البکری الکندی الشافعی ————— ولادت (الکوس): ۶۱۲ھ — وفات (قاہرہ): ۶۳۲ھ
مورخ تھے۔ ان کے والد کاتب کی خدمت پر مامور تھے۔ یہ خود سلطان ملک الناصر کے عہد میں مختلف ذمہ دار خدمتوں پر مامور رہے۔ پہلے طرابلس میں نظر عسکر رہے اور پھر مصر میں ناظر الدیوان۔ ملوک عہد کی انھوں نے ایک بڑی جامع ادبی تاریخ لکھی جس کا نام "نہایت الارب فی فنون الادب" ہے اس میں تمام علوم و فنون کا ذکر کیا ہے جو اس وقت رائج تھے۔ وہ نہایت اچھے خطاط بھی تھے انھوں نے اپنی کتاب کی خود چار پانچ نقلیں کر کے دو دو ہزار درہم میں فروخت کیں۔ بخاری کی بھی آٹھ نقلیں کیں اور ایک ایک ہزار درہم میں فروخت کیں۔

حوالہ جات: (درة الاسلاک (ابن حبیب) - الطالع السعید)

۳۴۰۔ وصاف، شرف الدین عبد اللہ بن فضل اللہ شیرازی ————— (آٹھویں صدی ہجری)

ایرانی مورخ تھے۔ مغلوں کے زمانہ میں محض جزیہ کی خدمت پر مامور تھے۔ وزیر رشید الدین کی وساطت سے الخانی دربار تک رسائی ہوئی اور عطا ملک جوینی

کی تاریخ چہا نکشا کو انھوں نے پورا کر کے اس کا نام ”جزیرۃ الامصار و تسمیۃ الانوار“ رکھا۔ یہ تاریخ ۱۲۵۴ھ سے ۱۲۵۶ھ تک کے حالات پر مشتمل ہے۔
حوالہ: (مجمع الفصحاء و رضا فنی خاں)

۳۴۱- ہادی سبزواری (حاجی طا) ابن حاجی مہدی ————— ولادت: ۱۲۱۲ھ — وفات: ۱۲۹۵ھ

فارس کے فیلسوف شاعر تھے۔ یہ حاجی ملا حسین کے شاگرد تھے۔ ۱۲ سال کی عمر میں سب سے پہلے ایک رسالہ تصنیف کیا۔ اس کے بعد یہ اپنے استاد کے ساتھ مشہد گئے اور ۵ سال تک راہبانہ زندگی بسر کی۔ اس کے بعد سات سال تک ”ملاحسن نوری“ سے اصفہان میں تعلیم حاصل کی۔ پھر سبزواری واپس آکر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کی شہرت شکر دور دور کو طلبہ جمع ہونے لگے۔ اور یہ روزانہ دو لکچر دو گھنٹے کے دیا کرتے تھے۔ مشہد میں ان کا مقبرہ ہے۔ وہ عالم مثال میں تناسخ کے قابل تھے جو ملا صدرا کا بھی مسلک تھا۔

”اسرار الحکم“ ان کی مشہور کتاب ہے جس میں انھوں نے اپنے فلسفیانہ خیالات ظاہر کئے ہیں۔ نظم میں ان کا تخلص اسرار تھا۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۱۴۲- ہمدانی، ابو الفضل، احمد بن الحسین بن یحییٰ بن سعید بن بشر (بدیع الزماں)

ولادت: ۳۵۸ھ — وفات: ۳۹۹ھ

مشہور شاعر و ادیب۔ ابتدائی تعلیم ہمدان میں پائی۔ ۳۵۸ھ میں رستے گئے اور پھر وہاں سے جرجان۔ ۳۸۲ھ میں نیشاپور گئے۔ یہاں اس وقت ابو بکر خوارزمی بڑا مشہور ادیب تھا۔ اس سے مقابلہ ہوا اور اس کے مرنے کے بعد خراسان و غزنہ وغیرہ میں ان کی کافی قدر ہوئی۔ اخیر میں ۵ ہجرت میں مقیم ہو گئے اور یہیں شادی کی۔

”مقامات ہمدانی“ ان کی مشہور کتاب ہے جو ان کے مقالات کا مجموعہ ہے۔ یہ کنہ گو یا ایک کشکول ہے جس میں شعر و شاعری، لطایف و حکایات، فاقعات و روایا بھی کچھ پایا جاتا ہے۔

اپنے بعد یہ ایک دیوان بھی چھوڑ گئے اور ایک مجموعہ مکاتیب بھی۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۳۴۳- الہمدانی، ابو محمد الحسن بن احمد بن یعقوب بن یوسف بن واؤد بن سلیمان بن عمر بن الحارث

جنوبی عرب کے مشہور فاضل و ادیب تھے۔ قنعا میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائی۔ کچھ زمانہ مکہ میں بسر کیا، پھر یمن آئے اور مدینہ میں مقیم ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اپنی کسی تحریر میں رسول اللہ کے متعلق کوئی فقرہ تحقیر لکھ دیا تھا اس لئے قید کر دیے گئے۔

مورخ و شاعر ہونے کے علاوہ وہ لسانیات، طبقات الارض، جغرافیہ، فلکیات و ریاضی کے بھی ماہر تھے۔

”تاریخ و جغرافیہ یمن پر“ اکیس ان کی مشہور کتاب ہے۔ ان کا ایک دیوان بھی چھ جلدوں میں ہے۔ دوسری کتابیں یہ ہیں:

صفحة جزيرة العرب (جغرافیہ) — سربراہ الحکمة (ہیئت) — کتاب الحیوان المفسر —

حوالہ جات: (تاریخ الحکماء و لفظی - ذہبی - سیوطی - یاقوت - حاجی خلیفہ)

۳۴۴- یاقوت المستعصمی، جمال الدین ابوالمجد بن عبد اللہ ————— ولادت: ۶۱۸ھ — وفات: ۶۹۸ھ

مشہور خطاط تھے۔ خلیفہ المستعصم کے (خواجہ سرا) غلام تھے اور ”قبلة الکتاب“ کہلاتے تھے۔ نظم و نثر دونوں پر قوت رکھتے تھے۔ انھوں نے ایک تذکرہ ”کتاب الاخبار“ کے نام سے لکھا اور اقوال حکماء و افکار الحکماء کے نام سے جمع کئے۔ ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن بعض لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

ہندوستان لائبریری
گورنمنٹ لائبریری

۳۴۵- یحییٰ بن علی بن یحییٰ بن ابی منصور ————— ولادت: ۲۶۲ھ - وفات: ۳۰۹ھ
 قدیم عرب موسیقی کے بہت بڑے ماہر تھے۔ ان کے والد بھی موسیقی میں اسحاق موصلی کے شاگرد تھے۔ الموفق (خلیفہ المعتز کے بھائی) کی ملازمت میں تھے۔ یہ موسیقی کے ادبیات کے بھی ماہر تھے اور اچھا شعر کہتے تھے۔ عقاید کے لحاظ سے معتزلی تھے۔
 ان کی بہت مشہور تصنیف ”کتاب الباہر“ (تذکرہ شعراء) ہے۔ موسیقی پر بھی ان کی ایک تصنیف ”کتاب النغمہ“ پائی جاتی ہے۔
 حوالہ جات: (کتاب الافانی - ابن خلدان - مروج الذهب (مسعودی))

۳۴۶- یحییٰ بن عبد اللطیف الحسینی (امیر) ————— وفات: ۹۶۲ھ - ۶۱۵ھ
 حاجی خلیفہ نے ان کا نام اسماعیل بن عبد اللطیف لکھا ہے اور ذکر الامراء میں میر یحییٰ حسینی سیفی درج ہے۔ شاہ طہماسپ صفوی ان کا بڑا قدر دان تھا لیکن بعد کو ان کے دشمنوں کے کہنے سننے سے ان کو معہ ان کے بیٹے میر عبد اللطیف کے قید کر دیا اور قید خانہ ہی میں ان کا انتقال ہوا۔
 ان کی تاریخی تصنیف ”لب التواریخ“ مشہور کتاب ہے۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)



حصہ چہارم

(ب)

ہندوستان کے بعض مشاہیر علماء

منذ سنائی لائبریری
دارالکتاب دارالذیاب

۳۳۷- آزاد (ابوالکلام) - ولادت (مکہ) : ۱۳۰۶ھ

احمد نام، ابو الکلام کنیت، آزاد تخلص۔ آپ کے والد مولوی خیر الدین قادری نقشبندی مشہور صوفی بزرگ تھے اور قصور (پنجاب) سے تعلق رکھتے تھے۔ س خاندان کے افراد بعد کو دہلی میں مقیم ہو گئے۔ آپ کے والد ۱۳۵۰ھ کی تباہی کے بعد دل برداشتہ ہو کر مکہ چلے گئے اور یہیں مولانا ابوالکلام پیدا ہوئے۔ آپ نے زیادہ تر حجاز و مصر میں تعلیم پائی۔ آپ کے خاندان میں متعدد علماء و مشائخ پیدا ہوئے۔ آپ کے اسلاف میں شیخ جمال الدین (عہد اکبر میں)۔ شیخ محمد (عہد جہانگیر میں) اور شیخ محمد (شاہجہاں کے عہد میں) مشاہیر علماء و صوفیہ میں شمار ہوتے تھے۔ مولانا ابوالکلام کے ۱۱۱۱، مولوی منور الدین، شاہ عالم اور اکبر خانی کے عہد میں وزیر تعلیمات تھے۔ مولانا نے ہندوستان آنے کے بعد کلکتہ میں بود و باش اختیار کی اور اپنا مشہور اخبار ”اہل بل“ جاری کیا۔ جب حکومت نے اسے بند کر دیا تو آپ نے دوسرا اخبار ”البلغ“ کے نام سے جاری کیا۔ ۱۹۱۹ء میں جب یورپ جنگ عظیم میں مبتلا تھا، آپ راجہ میں نظر بند کر دیے گئے۔ جب ۱۹۲۲ء میں آزادی ملی تو کانگریس میں شریک ہو گئے لیکن اس کے دوسرے ہی سال عدم تعاون کی تحریک کے سلسلہ میں علی براہ ران کے ساتھ قید کر دیے گئے۔ اس کے بعد بھی آپ کئی مرتبہ جیل گئے۔ آپ نے کانگریس کی صدارت بھی کی اور گاندھی جی کے ساتھ مل کر تمام قومی کاموں میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ آزادی ہند (۱۹۴۷ء) کے بعد سے آپ مرکزی حکومت میں وزیر تعلیم کے عہدہ پر ممتاز ہیں آپ بڑے زبردست عالم، انشا پرداز، سیاست دان اور بلند پایہ خطیب ہیں، عربی، فارسی کے بھر عالم ہیں اور اردو میں ایک خاص طور پر تحریک کے موجد ہیں اور علوم دینیہ پر بڑی گہری نظر رکھتے ہیں۔ وہ بڑے مستحکم ارادہ اور بچہ عزم کے انسان ہیں اور جب کوئی راستہ ایک بار قائم کر لیتے ہیں تو اس سے کبھی نہیں ہٹتے۔ آپ کا ”ترجمان القرآن“ دنیا کے تفسیر میں اپنی نوعیت کی بالکل پہلی چیز ہے جس میں اسلام کی حقیقی تعلیمات کو روایات سے ہٹ کر فطری و عقلی نقطہ نظر سے پیش کیا گیا ہے۔ حال ہی میں آپ کے خطوط کا مجموعہ غبارِ خاطر کے نام سے شائع ہوا ہے جو ادبیات میں بڑا بلند مرتبہ رکھتی ہے۔

۳۳۸- آزاد (شمس العلماء محمد حسین) - ولادت (دہلی) : ۱۳۰۶ھ - وفات (لاہور) : ۱۳۲۶ھ

آپ کے والد مولوی محمد باقر ذوق کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم ذوق کے سایہ عاطفت میں ہوئی۔ پھر دہلی کالج میں داخل ہو گئے۔ شاعری میں ذوق کے شاگرد تھے اور استاد کی صحبت میں جو کچھ سنتے تھے اسے اپنے دماغ میں محفوظ کر لیتے تھے۔ انہیں معلومات کا نتیجہ ”تذکرۃ آبجیات“ ہے۔ آپ نے ذوق کی وفات کے بعد ان کے کلام کو نہایت محنت و کاوش سے جمع کر کے ترتیب دیا۔ ذوق کے انتقال کے بعد وہ حکیم آغا جان طیش سے مشورہ کرتے رہے۔ جب قدر میں ان کے والد مارے گئے تو لکھنؤ آئے اور پھر یہاں سے مع اہل و عیال لاہور چلے گئے (۱۳۶۶ء) اور سرشتہ تعلیم میں پندرہ روپیہ ماہوار کے ملازم ہو گئے۔ رفتہ رفتہ ترقی کر کے یونیورسٹی کالج میں علوم مشرقی کے پروفیسر ہو گئے۔ ۱۳۸۳ء میں پنڈت من پھول کے ساتھ کابل و بخارا کا سفر کیا اور ایران گئے۔ اخیر میں کچھ پندرہ روپیہ ماہوار پنشن ہو گئی۔

فارسی کے بڑے اچھے انشا پرداز اور عربی کے عالم سمجھے۔ ہندی سے بھی واقف تھے اور انگریزی سے بھی۔ فارسی نہایت پاکیزہ لکھتے اور بولتے تھے۔ آپ مذہباً

اثر عشری تھے مگر بعض مسائل میں وہ اپنی رائے الگ رکھتے تھے۔ شعر و سخن میں نیچرل شاعری کو رواج دینے میں حاتی کی طرح ان کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ ۱۰۸۹ھ میں جہان صاحبزادی کے انتقال کی وجہ سے آپ کے داغ کا توازن خراب ہو گیا اور جنون بڑھتا ہی رہا۔ ۱۰۹۰ھ میں آپ نے ستر سال کی عمر میں انتقال کیا۔
تذکرہ آبحیات ان کی بڑی مشہور تصنیف ہے اور باوجود اس کے کہ اس میں غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں اپنی نوعیت کا بالکل پہلا تذکرہ ہے۔ آپ کی دوسری مشہور تصانیف یہ ہیں:-

نیرنگ خلیل - سخندان فارس - دربار اکبری - جانورستان - مجموعہ نظم اردو - قصص ہند - قند پارسی - دیوان ذوق - جامع القواعد فارسی - قواعد اردو فارسی کی پہلی دوسری کتاب نصیحت کا کرن پھول -

۳۴۹- ابو الفضل (شیخ، علامی) - ولادت (آگرہ)؛ ۱۰۹۵ھ - وفات؛ ۱۱۶۴ھ

اکبر کے وزیر اعظم تھے۔ شیخ مبارک ناگوری کے دوسرے بیٹے اور فیضی کے چھوٹے بھائی۔ باپ کی طرف سے وہ عربی النسل تھے اور ماں کی طرف سے ایرانی۔ ابتدائی سے مذہبی مسائل سے بہت دلچسپی تھی۔ پانچ سال کی عمر میں ان کی تعلیم شروع ہوئی اور ۱۵ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔ اس کے بعد دس سال تک انھوں نے درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ مذہبی مسائل کی جستجو میں مختلف مذاہب (ہندو، عیسائی، اردو شتی، علماء سے انھوں نے تبادلہ خیال کیا اور آخر کار تشکیلی کیفیت ان میں پیدا ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ قدامت پسند علماء اس چیز کو پسند نہ کرتے تھے، اس لئے یہ سب ان کو شائے تھے اور انھوں نے آخر آخر ان سے بچھا چھڑانے کے لئے آگرہ جا کر سر چھپایا۔

ان کا بھائی فیضی پہلے ہی سے دربار اکبری میں پہنچ چکا تھا، اس لئے اس نے اپنے بھائی ابو الفضل کو بھی ۱۵۹۳ھ میں اکبر کے حضور میں پیش کیا جبکہ وہ بہار کی مہم پر روانہ ہونے والا تھا۔ رفتہ رفتہ ان دونوں بھائیوں کا اقتدار بڑھنے لگا اور ۱۵۹۵ھ میں ابو الفضل کو یک ہزاری منصب عطا ہوا۔ ۱۵۹۷ھ میں وہ دو ہزاری منصب اور ۱۶۰۰ھ میں چار ہزاری منصب تک پہنچ گیا۔

شاہزادہ سلیم ان کے بڑے ہتھے ہوئے اقتدار کو پسند نہ کرتا تھا اس لئے اس کے اشارہ سے ابو الفضل کو دکن کی مہم کی طرف روانہ کیا گیا تاکہ وہ وہاں کام آجائے، لیکن انھوں نے وہاں بھی بڑی کامیابی حاصل کی۔ سلیم نے یہ سنگم بہت پیچ و تاب کھایا اور اس نے ایک بندید سردار کو آزاد کیا کہ دکن سے واپس ہوتے ہوئے ابو الفضل کو قتل کر دے، چنانچہ ہر ریح الاول ۱۶۰۰ھ کو اس نے نردار کے قریب ابو الفضل کو قتل کر دیا اور ان کا سر سلیم کے پاس الہ آباد بھیج دیا اور ان کا جسم انتری (گوایا) میں دفن کیا گیا۔

ابو الفضل اپنے عقائد کے لحاظ سے ہمیشہ علماء وقت کے مطعون بنے رہے اور بدلتونی نے اکبر کی مذہبی آزادی کا سبب بھی انھیں کی ذات کو قرار دیا۔ ابو الفضل، بڑے فاضل اور جفاکش انسان تھے، جس کا ثبوت ان کی کتاب اکبرنامہ سے ملتا ہے۔ اس کتاب کا نہایت اہم حصہ وہ ہے جو تیسری جلد سے شروع ہوتا ہے جس میں عہد اکبری کے آئین حکومت پر گفتگو کی گئی ہے۔

اکبرنامہ کے علاوہ ابو الفضل کی تصانیف اور بھی ہیں، مثلاً:
عیار دانش (انوار سہیلی کا خلاصہ) - مکاتیب علامی - روعات شیخ ابو الفضل (انشاء ابو الفضل) - فارسی ترجمہ ہما بھارت - تاریخ اٹنی، آئین اکبری - حوالہ جات؛ (آثار الامرا) (شاہ نواز ناما) ترجمہ آئین اکبری (بلاک مین) - تاریخ ہند (الیٹ)

۳۵۰- شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) ابن شیخ عبداللہ (عبدالواحد) فاروقی

ولادت (سرہند پنجاب)؛ ۱۰۹۱ھ - وفات (سرہند)؛ ۱۱۶۴ھ

دسویں صدی ہجری کے نہایت مشہور عالم و صوفی تھے۔ صغریٰ میں قرآن حفظ کر کے اپنے والد سے علوم متداولہ حاصل کئے پھر سیالکوٹ جا کر مولانا کمال الدین شہرینی سے معنولات کی تکمیل کی اور اکابر محدثین سے فہم حدیث حاصل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ سترہ سال کی عمر میں تمام مراحل تعلیم سے فارغ ہو کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ تصوف میں سلسلہ چشتیہ کی تعلیم اپنے والد سے پائی، قادریہ سلسلہ کی شیخ سکندر کھٹلی اور سلسلہ نقشبندیہ کی تعلیم دہلی جا کر خواجہ محمد باقی باللہ سے

حاصل کی۔ آپ کے علم و بزرگی کی شہرت اس قدر پھیلی کہ روم و شام، ماوراءالنہر اور افغانستان وغیرہ تمام عالم اسلامی کے مشایخ و علماء اور اراکین و سربراہان آپ سے مستفید ہوتے، یہاں تک کہ وہ ”مجدد الف ثانی“ کے خطاب سے یاد کئے جانے لگے۔ طریقت کے ساتھ وہ شریعت کے بھی سخت پابند تھے۔ ایک بار جہانگیر نے آپ کو طلب کیا لیکن وہ بار کے تہذیب کے مطابق آپ نہیں ہوسے ہوئے، جب آپ سے پوچھا گیا تو جواب دیا کہ غیر خدا کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ جہانگیر نے انھیں قلعہ گوالیار میں مقید کر دیا۔ تین سال کے بعد اس شرط سے رہا کیا کہ وہ لشکرِ سلطانی کے ساتھ رہیں۔ چنانچہ چند دن اس کی پابندی رہی اور پھر اس کے بعد آپ سرہند آگئے اور یہیں انتقال کیا۔ آپ کا مزار اب تک عقیدت نگاہ عوام ہے اور سالانہ عرس پر دور دور سے لوگ آکر شریک ہوتے ہیں۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں:

رسالہ تہلیلیمہ - رسالہ اثبات نبوت - سالہ معبود و معاد - مکاشفات غیبیہ - آداب المریدین - معارف لدنیہ - رسالہ رد الشیعہ - تعلیقات العوارف - مکتوبات (تین جلدوں میں)

حوالہ: (تذکرہ رحمان علی)

۳۵۱۔ احمد علی عباسی چریاکوٹی

ولادت (چریاکوٹ): ۱۲۰۰ھ - وفات (چریاکوٹ): ۱۲۶۲ھ

ہندوستان کے نہایت مشہور علماء و میں سے تھے اور تمام علوم متداولہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ فلسفہ اور اصول فقہ ان کے خاص فن تھے۔ ابتدائی تعلیم وطن ہی میں ہوئی اس کے بعد دوسرے مقامات میں جا کر دوسرے علوم حاصل کئے۔ تیس سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر وطن واپس آئے اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ مولانا عنایت رسول چریاکوٹی اور مولوی نجم الدین چریاکوٹی انھیں کے شاگرد تھے۔ تصانیف کی طرف انھوں نے کم توجہ کی۔ بعض تصانیف کے نام یہ ہیں: انوار احمد (ماشیہ قول اقول) - شرح ستم العلوم - نور النواظر (مناظرہ)

۳۵۲۔ ارشاد حسین ابن مولوی حکیم احمد حسین

ولادت: ۱۲۴۸ھ - وفات: ۱۳۱۱ھ

آپ کے اسلاف سرہند سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے دادا غلام محی الدین، بریلی سے ترک وطن کر کے رامپور میں مقیم ہوئے۔ آپ رامپور میں پیدا ہوئے، اور یہیں ابتدائی تعلیم ہوئی۔ لکھنؤ جا کر علوم معقولات کی تکمیل کی۔ اس کے بعد دہلی میں حضرت شاہ احمد سعید سے بیعت کی اور خلافت پائی۔ ۸ مہینے بیادہ پانچ سفر کر کے حج سے فراغت پائی۔ نو مہینے میں قرآن حفظ کیا۔ نواب خلدیشیاں کو آپ سے خاص انس تھا۔ چار سو روپے مہوار کی تنخواہ مقرر تھی۔ خوش لباس، خوش اوقات اور خوش اخلاق تھے۔ زیادہ حصہ وارد و نظایف اور مراقبہ ذکر میں گزرتا تھا۔ تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا اور فتویٰ نویسی اور وعظ کا بھی اہل شہر پر آپ کا خاص اثر تھا۔ فقہ و تصنیف و حدیث میں آپ کا ایک خاص مقام تھا۔ آپ کی زیادہ شہرت، فقیہ کی حیثیت سے تھی اسی شہرت کی وجہ سے علامہ شبلی نعمانی بھی آپ کے شاگرد ہوئے تھے۔

تصانیف میں: استصار الحق (اردو) - پنجاب معیار الحق مولانا اندر حسین محدث دہلوی - کتاب الحیل عالمگیری اردو قلمی - ارشاد الصوف - فتاویٰ ارشادہ جس میں تقریباً دو سو فتوے ہیں

حوالہ: (تذکرہ کاکلان رامپور)

۳۵۳۔ اسماعیل شہید (مولانا)

ولادت (دہلی): ۱۱۹۶ھ - وفات: ۱۲۳۴ھ

یہ دہلی کے نہایت معزز خاندان کے فرد تھے۔ یہ مولانا شاہ عبدالعزیز کے (اکلوتے) بیٹے اور مولانا عبدالقادر کے بھتیجے تھے۔ یہ بہت کمسن تھے کہ آپ کا انتقال ہو گیا اور ان کے چچا مولانا عبدالقادر نے ان کی پرورش کی۔ بچپن میں یہ بہت کھلندے تھے اور شیرازی کے بڑے، شایق، دیکن ذہن و حافظہ غضب کا تھا اس لئے جب ہو و لعب سے ہٹ کر تحصیل علم کی طرف راغب ہوئے تو بہت جلد فارغ التحصیل ہو گئے۔ وہ بڑے سخت موصد تھے اور اس وقت مسلمانوں میں جو شرک و بدعت کے روم پائے جاتے تھے ان کے سخت مخالفت تھے۔ اسی زمانہ میں وہ سید احمد مجدد کے قریب ہو گئے اور ان کے ساتھ رہنے لگے۔ ۱۲۳۶ھ میں حج کے لئے مکہ گئے اور وہاں سے قسطنطنیہ ۶ سال بعد دہلی لوٹ کر مذہبی وعظ و تبلیغ شروع کی۔ ان کی بڑھتی ہوئی کامیابی کو دیکھ کر علماء و ظواہر جلنے لگے اور ان کے خلاف بہت کچھ لکھا۔ ۱۲۴۸ھ میں اپنے پیرو مشد کے ساتھ پشاور گئے اور سکھوں کے خلاف جہاد کی تحریک شروع کی۔ بہت سے لوگ ان کے ساتھ ہو گئے اور پشاور پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ لیکن بعد کو انھوں نے جب

انفانیوں کی بعض برعتی رسوم کے خلاف احتجاج کیا تو پٹھان ان سے منحرف ہو گئے اور یہ پشاور سے سندھ کی طرف روانہ ہوئے لیکن راستہ میں ایک سکھ فوجی دستہ سے مقابلہ ہوا اور وہ مع اپنے مرشد کے شہید ہوئے۔ ان کی تصانیف کی فہرست یہ ہے:

رسالۃ اصول الفقہ - منصب امامت (فارسی) - تقویت الایمان (اردو) - صراط المستقیم (فارسی)

حوالہ جات: (استحاث النبلاء) (صدیق حسن خاں) - آثار الصنادید (سر سید خاں)

۳۵۴ - (مولانا) اشرف علی تھانوی

ولادت: ۱۲۸۴ھ - وفات: ۱۳۶۳ھ

آپ تھانہ بھون (سہارنپور) کے بڑے مستند عالم دین اور صاحب طریقت تھے۔ دیوبند میں آپ کی تعلیم ہوئی۔ حکیم الامتہ کے لقب سے عام طور پر یاد کئے جاتے تھے۔ آپ کی خانقاہ علم و روحانیت کا سرچشمہ تھی جس سے ہزاروں تشنگان علم سیراب ہوئے۔ آپ بڑے اچھے واعظ تھے اور معاملات میں سنت نبوی اور احکام شریعت کے حدود و پابندی تھے۔ تمام علوم دینیہ پر آپ کو عبور حاصل تھا اور خصوصیت کے ساتھ فقہی مسائل میں بڑا درک رکھتے تھے۔ روزانہ متعدد استفتاؤں پر آپ کے پاس آتے تھے اور آپ فوراً اس کا جواب دیدیتے تھے۔ بڑے اصول کے بزرگ تھے اور مطالعہ و تصنیف آپ کی زندگی کا تنہا مشغلہ تھا، آپ کے مریدوں کی فہرست میں بڑے بڑے علماء کے نام بھی نظر آتے ہیں اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی روحانیت دراصل ترقی فی الدین ہی کی دوسری صورت تھی۔

آپ کی تصانیف میں ترجمۃ القرآن بڑے معرکہ کی چیز ہے۔ عورتوں کی اصلاح کے لئے آپ نے بہشتی زیور اور بہشتی گوہر کے نام سے متعدد رسائل لکھے جو ملک میں بہت مقبول ہوئے۔

۳۵۵ - ڈاکٹر سر محمد اقبال

ولادت: ۱۲۹۰ھ - وفات: ۱۳۵۴ھ

آپ کشمیری الاصل تھے، لیکن آپ کے آباؤ اجداد سیالکوٹ میں مقیم ہو گئے تھے۔ یہیں ڈاکٹر اقبال پیدا ہوئے اور مولوی سید میر حسن سے عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ چونکہ شعر و سخن کی طرف ابتدا ہی سے رجحان تھا اس لئے داغ سے شرق تلمذ حاصل کیا۔ لاہور کالج سے ام۔ اے کی ڈگری حاصل کی اور سٹراٹس آرٹس فلسفہ کی تعلیم پائی۔ سر آرنلڈ جب انگلستان چلے گئے تو انھیں بھی وہیں بلایا اور کیمبرج کے مستشرقین سے استفادہ کیا۔ کیمبرج یونیورسٹی کی تعلیم سے فارغ ہو کر جرمنی گئے اور وہاں کے اکابر علماء سے مستفید ہوئے اور وہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

آپ کی نظم گوئی کی ابتدا نظم ہمالیہ سے ہوتی ہے جو ۱۹۰۱ء میں آپ نے لکھی تھی۔ آپ کے اردو کلام کا مجموعہ بانگ درا ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا، دوسرا مجموعہ کلام بال جبریل ۱۹۳۵ء میں اور تیسرا مجموعہ ضرب کلیم ۱۹۳۷ء میں۔ آپ کی تصانیف میں: اسرار خودی، انوار بخودی، ارمغان حجاز، جاوید نامہ، پیام مشرق، زبور عجم، خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ علامہ اقبال ایک بلند پایہ مفکر شاعر ہونے کی حیثیت سے اپنا جواب نہیں دیتے۔

۳۵۶ - حاجی امداد اللہ

ولادت (تھانہ بھون): ۱۲۲۳ھ - وفات: ۱۳۱۴ھ

تھانہ بھون (سہارن پور) کے مشہور عالم و صوفی تھے۔ غدر ۱۲۵۷ھ کے بعد آپ ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے اور آخر وقت تک وہیں مقیم رہے۔ آپ کے مریدوں اور شاگردوں میں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری اور مولانا محمد حسین الازہادی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ آپ کی بعض تصانیف یہ ہیں: ضیاء القلوب، تحفۃ العشاق، جہاد اکبر، ارشاد مرشد۔

حوالہ: (تذکرہ رحمان علی)

۳۵۷ - بحر العلوم، ابو العیاش محمد عبد العلی بن نظام الدین بن قطب الدین سہبانی

ولادت: ۱۱۲۴ھ - وفات: ۱۲۲۵ھ

ننگی محل لکھنؤ میں پیدا ہوئے جو اورنگ زیب نے ان کے دادا کو دیدیا تھا۔ وہ خاندان ہرات سے آیا تھا اور آکر نے اسے جاگیر عطا کی تھی۔ بحر العلوم کے پد دادا لکھنؤ کے قریب موضع سہبانی میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ انھوں نے اپنے والد اور والد کے جانشین ملا کمال الدین سے تعلیم حاصل کی۔ انھوں نے بعض رسائل سنی شیعہ کے اختلافی مسائل پر ایسے لکھے جنہوں نے لکھنؤ کے سنی شیعہ تعلقات خراب کر دیے اس لئے نواب شجاع الدولہ نے انھیں

خارجی البلد کر دیا۔ یہ لکھنؤ سے شاہجہا پور نواب عبداللہ خاں کے پاس چلے گئے۔ نواب کے قتل کے بعد (۱۲۲۵ھ) رامپور اور بہار میں انھوں نے درس و تدریس شروع کیا اور پھر مستقل مدرس چلے گئے۔ جنوبی ہند میں یہ ملک العلماء کے لقب سے مشہور ہیں اور شمالی ہند میں بکر العلوم کے لقب سے فقہ و منطق کی بہت سی درسی کتابوں پر ان کے حاشیے بہت مقبول ہوئے۔

حوالہ جات: (رسالہ الندوہ - ابجد العلوم (صدیق حسن خاں) - آثار الاول (حسن بن عبداللہ العباس))

۳۵۸- بدایونی، عبدالقادر ابن ملوک شاہ ————— ولادت (بسا و سرکار سنبھل) ۹۲۶ھ/ ۱۵۴۱ء - وفات: ۱۰۱۳ھ/ ۱۶۰۴ء
یہ شیخ مبارک (ابو الفضل کے والد) کے شاگرد تھے۔ ۹۵۷ھ میں یہ دربار اکبری سے وابستہ ہو گئے تھے لیکن آداب دربار ان کو پسند نہ تھے اس لئے چلے گئے بعد کو ایک ہزار بیگمہ زمین ان کی جاگیر مقرر کر دی گئی۔ سنسکرت کی کتابوں کا ترجمہ کرنے کی خدمت بھی ان کے سپرد کی گئی اور انھوں نے اتھروید کا ترجمہ کیا۔ تاریخ الفی لکھنے کے لئے اکبر نے جو سات آدمی منتخب کئے تھے، ان میں ایک یہ بھی تھے۔ انھوں نے رامین اور مہا بھارت کا ترجمہ بھی فارسی میں کیا۔ معجم البلدان کے مترجمین میں بھی یہ شامل رہے۔ بحر الاثمار کے نام سے ایک اور سنسکرت کتاب کا ترجمہ کیا اور ملا شاہ محمد شاہ آبادی کی تاریخ کشمیر کا ترجمہ آسان فارسی میں کیا۔
۱۵۹۷ء میں اپنی مشہور تاریخی کتاب منتخب التواریخ لکھنا شروع کی۔ پہلے حصہ میں سلطنتیں سے ہمایوں تک - دوسرے حصہ میں عہد اکبری سے ۱۵۹۹ء تک کے حالات درج کئے اور تیسرے حصہ میں عہد اکبری کے شعراء و علماء وغیرہ کے حالات قلمبند کئے۔ لیکن اپنے انتقال تک اس تصنیف کو پوشیدہ رکھا کیونکہ اس میں خود اکبر کے مذہبی خیالات اور دوسرے اکابر دربار کے خلاف سخت تنقید کی گئی تھی۔ بدایونی کے انتقال کے بعد جب عہد جہانگیر میں اس کتاب کا علم ہوا تو ان کے لڑکوں کو گرفتار کر کے اس کتاب کا مسودہ طلب کیا گیا لیکن انھوں نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اور وہ رہا کر دیے گئے۔

حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

۳۵۹- برنی، ضیاء الدین ————— ولادت ۶۸۵ھ/ ۱۲۸۵ء - وفات: ۷۵۹ھ/ ۱۳۵۹ء
برن (بلند شہر) کے رہنے والے تھے۔ بڑے مشہور مورخ تھے اپنی کتاب تاریخ فیروز شاہی میں غیاث الدین بلبن (۶۲۶ھ/ ۱۲۲۶ء) سے لیکر عہد فیروز شاہ کے چھ سال (۷۵۵ھ/ ۱۳۵۴ء) تک کے حالات قلمبند کئے ہیں۔

سلطان محمد تغلق ان کا بڑا قدر دان تھا اور امیر خسرو اور حسن دہلوی سے بھی ان کے بڑے مخلصانہ تعلقات تھے۔ انھوں نے اپنی تاریخ کی ترتیب ۷۰ سال کی عمر کے بعد شروع کی اور ۱۰۱ ابواب میں سے صرف گیارہ پورا کر سکے۔ یہ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے اور انھیں کے پائیں دفن ہوئے گو بلند شہر کے ایک مقبرہ کو وہاں کے لوگ انھیں کا مقبرہ بتاتے ہیں۔

حوالہ جات: (تاریخ فیروز شاہی (شمس سراج عفت) - تاریخ فیروز شاہی (مرتبیہ سید احمد خاں))

۳۶۰- البہاری، محبت اللہ بن عبدالشکور القاضی البہاری ————— (وفات: ۱۱۱۹ھ کے بعد)
ہندوستان کے صوبہ بہار کے کسی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ بڑے جید عالم تھے۔ عالمگیری نے انھیں پپا لکھنؤ کا قاضی مقرر کیا، پھر حیدر آباد دکن کا۔ یہ عالمگیری کے پوتے رفیع القدر کے اتالیق بھی رہے۔ عالمگیری کے بعد اس کے بیٹے محمد معظم نے انھیں فاضل خاں کا خطاب دیا اور ساری سلطنت کا قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ ان کی بعض تصانیف کے نام یہ ہیں: - جواہر الفرد - مسلم الثبوت (اصول فقہ) - سلم العلوم (منطق)

حوالہ جات: (سبحۃ المرجان (آزاد بلگرامی) - اتحاف النبلاء (صدیق حسن خاں))

۳۶۱- تحسین، میر محمد حسین عطا خاں (مرصع رقم) ————— (بازھویں صدی ہجری)

متوطن اٹاوہ - ان کے باپ کا نام میر باقر خاں شوق تھا۔ تحسین کی تاریخ ولادت و وفات کا پتہ نہیں چلتا۔ ان کی مشہور کتاب نو طرز مرصع کی تاریخ تصنیف ۱۱۹۵ھ ہے۔ یہ جنرل اسمتھ کے ملازم تھے اور انھیں کے ساتھ لکھنؤ سے کلکتہ گئے۔ اس کے بعد یہ پٹنہ آئے اور نو طرز مرصع لکھنا شروع کی۔ پھر اپنے باپ کے انتقال کے بعد فیض آباد آکر نواب شجاع الدولہ کے ملازم ہو گئے اور نواب آصف الدولہ کے عہد میں اس کیاب کو پورا کیا۔ چنانچہ اس کتاب کے شروع میں ایک قصیدہ بھی نواب آصف الدولہ کی مدح میں پایا جاتا ہے۔

یہ کتاب اردو ترجمہ ہے قصہ چہار درویش کا جسے بعض امیر خسرو کی تصنیف بتاتے ہیں اور بعض محمد علی معصوم کی۔ نو طرز مرصع کی انشاء بہت دقیق ہے اس لئے چہار درویش کا دوسرا اردو ترجمہ بانغ و بہار کے نام سے میرامن دہلوی نے کیا۔ تحسین کی انشاء کی تقایید متعدد لوگوں نے کی جن میں ایک عظمت اللہ مصنف ”قصہ رنگین نیلوفر“ بھی تھے۔

اس کتاب کے علاوہ تحسین نے فارسی میں ایک کتاب انگریزی گرامر کی بھی لکھی جس کا نام ”ضوابط انگریزی“ ہے ایک تاریخی کتاب تواریخ قاسمی بھی ان سے منسوب کی جاتی ہے۔ ”تذکرہ یوسف علی خاں“ کے بیان کے مطابق تحسین بڑے اچھے خوشنویس بھی تھے اور انھیں مرصع رقم کہتے تھے۔
حوالہ جات: (نگار سن دتاسی - بیل)

۳۶۲۔ محمد ثناء اللہ پانی پتی (قاضی) ————— وفات: ۱۲۶۵ھ

شیخ جلال الدین پانی پتی کی اولاد میں سے تھے۔ بڑے متقی و پرہیزگار عالم تھے۔ سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا، سو پہ سال کی عمر میں علوم متداولہ کی تعلیم سے فارغ ہوئے۔ آپ نے میرزا منظر جانجاناں اور مولانا شاہ عبدالعزیز سے کافی استفادہ کیا۔ تفسیر، فقہ و کلام پر بڑا عبور تھا اور فتاویٰ سے بڑی دلچسپی تھی۔ آپ کا مطالعہ بڑا وسیع تھا اور تصنیف و تالیف کی طرف خاص توجہ تھی۔ آپ کی تصانیف کی فہرست بہت طویل ہے۔ خاص خاص یہ ہیں: تفسیر منظر (سات جلدوں میں)۔ السیف المسلول (رد مذہب شیعہ)۔ رسالہ الابدانہ۔ حقوق الاسلام۔ رسالہ حرمت متعہ۔ رسالہ شہاب ثاقب۔
حوالہ: (بیل)

۳۶۳۔ جلیل بلگرامی ابن سید احمد حسین واسطی ————— ولادت (بلگرام): ۱۲۶۱ھ - وفات: ۱۳۳۸ھ

علوم نقلی و عقلی مولانا غلام نقشبند لکھنوی سے حاصل کئے اور حدیث کی سند سید مبارک محدث دہلوی سے حاصل کی۔ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ قاموس زبانی یاد تھی۔ اور نگ زیب کے وقت سے فرخ سیر کے عہد تک بخشی گری اور سوانح نگاری کے عہدہ پر مامور رہے۔ عربی، فارسی، ترکی زبانوں کے بڑے زبردست ادیب تھے اور موسیقی میں بھی اچھی دسترس حاصل تھی۔ پہلے طرزی تخلص اختیار کیا، پھر واسطی اور اخیر میں عبد الجلیل اور میر جلیل۔
حوالہ: (بیل)

۳۶۴۔ جیون (ملا) احمد بن ابی سعید بن عبداللہ ————— وفات (دہلی): ۱۳۱۱ھ

امیٹھی ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ علماء و وقت سے تعلیم حاصل کی اور ملا لطف اللہ جہاں آبادی کے پاس، کرمییل علوم کی۔ عالمگیر (اورنگ زیب نے) ان کے علم و فضل اور زہد و ورع کا شہرہ سنا کہ ان کو اپنا استاد بنایا اور اخیر وقت تک اس خدمت پر مامور رہے۔ عالمگیر کا بیٹا شاہ عالم بھی ان کی بڑی عزت کرتا تھا۔ یہ حجاز بھی گئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا۔ ان کی تصانیف یہ ہیں:

”التفسیر الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ“۔ ”نور الانوار“ (عقاید نسفی کی شرح)۔

حوالہ جات: (سبحۃ المرجان (آزاد بلگرامی)۔ ابجد العوام (صدیق حسن خاں)۔ آثار الامراء (نواز خاں)۔ حدیق الحنفیہ (فقیر محمد لاہوری)۔

۳۶۵۔ مولوی چراغ علی (نواب اعظم یار جنگ) ————— ولادت (میرٹھ): ۱۲۶۱ھ - وفات: ۱۳۱۳ھ

ان کا خاندان سری نگر کشمیر سے تعلق رکھتا تھا۔ ان کے دادا پنجاب میں آکر لازم ہوئے اور وہیں سے میرٹھ آکر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ان کے والد محمد بخش کلکڑی تھا، بعد کو ترقی پا کر صوبہ سرحد میں مہتمم بندوبست ہو گئے۔ ان کا انتقال عین عنفوان شباب میں ہو گیا اس لئے ان کی تعلیم پوری نہ ہو سکی، چند معمولی کتابیں فارسی، عربی کی پڑھ کر رہ گئے، لیکن مطالعہ کی کثرت سے غیر معمولی قابلیت پیدا کر لی۔ سب سے پہلے بیس روپیہ ماہوار پر کٹشری گورکھپور میں محرر خزانہ کی ملازمت کر لی، چند سال بعد ڈپٹی منسٹری کی جگہ لکھنؤ میں، ۸ روپیہ ماہوار کی مل گئی اور سیتا پور تبادلاً ہو گیا۔ جب سرسید لکھنؤ آئے تو یہ ان سے ملنے گئے اور انھوں نے ترجمہ کا کام مولوی چراغ علی کو دیا۔ بعد کو سرسید کی سفارش پر حیدر آباد چلے گئے اور ترقی کرتے کرتے معتد انگلزاری ہو گئے۔ عربی زبان و عربی علوم کے عالم تھے، فارسی کے ماہر تھے عبرانی اور کالہی زبانوں میں اچھی دست گاہ رکھتے تھے، لاطینی و یونانی سے بھی واقف تھے، انگریزی میں صاحب تصنیف تھے۔

سرسید کے بڑے پرستار تھے اور ان کے رسالہ تہذیب الاخلاق کے مستقل مضمون نگار۔ مذہبی خیالات میں وہ سرسید کے ہم نوا تھے۔ ریسرچ و تحقیق ان کا

خاص مشغلہ تھا۔ ان کی خاص تصانیف یہ ہیں :

تعلیقات (پادری عماد الدین کی تاریخ محمدی کا جواب) - تحقیق الجہاد (انگریزی) - ریفارمرانڈر مسلم اول (انگریزی) - محمدی پرافٹ (انگریزی) اسلام کی دینی برکتیں - قدیم قوموں کی مختصر تاریخ -

۳۶۶ - حالی (الطاف حسین)

ولادت (پانی پت) : ۱۲۵۲ھ - وفات : ۱۳۲۲ھ

آپ کے مورث اعلیٰ خواجہ عبداللہ انصاری ساتویں صدی ہجری میں بہ عہد غیاث الدین بلبن، ہرات سے ہندوستان آئے اور پانی پت میں جاگیر لی۔ ان کے والد خواجہ ایزد بخش، پرمٹ کے محکمہ میں ملازم تھے اور جس وقت ان کا انتقال ہوا تو حالی کی عمر ۹ سال کی تھی۔ بھائی بہنوں نے سرپرستی کی اور سب سے پہلے انھیں قرآن حفظ کرایا اس کے بعد سید جعفر علی سے ابتدائی کتابیں فارسی کی پڑھیں اور حاجی ابراہیم حسین انصاری سے صرف و نحو شروع کی۔ سترہ سال کی عمر میں ان کی شادی کردی گئی اور ان سے نوکری کرنے کے لئے کہا گیا۔ مگر تعلیم کا شوق ان کو بہت تھا اور بیوی آسودہ حال گھرنے کی تھی اس لئے یہ دلی چلے گئے اور یہاں صرف و نحو اور حکمت منطق کی چند کتابیں پڑھیں، اسی زمانہ میں وہ غالب کے شاگرد ہوئے (یہ زمانہ وہ تنہا جب دلی کالج میں مولوی ذکاؤ اللہ، مولوی نذیر احمد اور محمد حسین آزاد وغیرہ تعلیم پا رہے تھے) اس کے بعد عزیزوں اور بزرگوں کے اصرار سے پھر پانی پت واپس گئے اور ۱۲۸۵ھ میں کلکٹر حصار کے دفتر میں کوئی معمولی سی ملازمت کر لی۔ اس کے بعد جب ۱۲۸۵ھ میں غدر کا ہنگامہ برپا ہوا تو پانی پت چلے آئے اور چار سال کا کل محض مطالعہ میں گزار دئے۔

۱۲۹۳ھ میں نواب مصطفیٰ خاں حسرتی و شیفتہ تعلقہ دار جہانگیر آباد (بہار شہر) سے ملاقات ہو گئی اور آٹھ سال تک ان کی مصاحبت میں رہے۔ نواب صاحب بڑے خوش ذوق و خوش فکر شاعر تھے اور غالب سے مشورہ سخن کیا کرتے تھے۔ ان کی صحبت میں حالی کا ذوق علم و ادب اور زیادہ نکھر گیا۔ شیفتہ کی وفات کے بعد یہ پنجاب گورنمنٹ بک ڈپو لاہور میں ملازم ہو گئے۔ خدمت یہ تھی کہ جو ترجمے انگریزی سے اردو میں ہوتے تھے انھیں یہ درست کرتے تھے۔ چار سال تک یہ کام کیا اور اس طرح انگریزی لٹریچر سے بھی کچھ مناسبت پیدا ہو گئی۔ اس وقت محمد حسین آزاد لاہور میں تھے اور انھوں نے یہاں ایک مشاعرہ کی بنیاد ڈالی تھی جس میں مصرعہ طرح کی جگہ کوئی عنوان دیدیا تھا۔ چنانچہ حالی نے بھی اسی مشاعرہ کے لئے چار نظمیں (برسات - امید - رحم و انصاف - حب وطن) لکھیں اور بہت مقبول ہوئیں۔

زمانہ قیام لاہور میں جفیس کالج لاہور میں بھی انھوں نے کچھ دن کام کیا۔ لاہور چھوڑ کر یہ پھر دلی آئے اور ایٹکوارک اسکول میں ملازم ہو گئے۔ ۱۳۰۵ھ میں نواب آسمان جہان سے ۵۰ روپیہ ہواران کا امدادی وظیفہ مقرر کر دیا اور جب ۱۳۰۵ھ میں یہ وظیفہ سو روپیہ کا ہو گیا تو انھوں نے اسکول کی ملازمت ترک کر دی اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔

ان کی سب سے پہلی کتاب غالباً تریاق مسموم ہے جو پادری عماد الدین کی ہدایت المسلمین کا جواب ہے۔ قیام لاہور کے زمانہ میں انھوں نے ایک کتاب عورتوں کی تعلیم کے لئے مجالس النساء کے نام سے بھی لکھی تھی۔ ان کی جن تصانیف نے غیر معمولی شہرت حاصل کی ان میں حیات سعدی، یادگار غالب، مقدمہ شعرو شاعری اور حیات جاوید (سرمد کی لائف) خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ نظم میں ان کا کلیات جو قدیم و جدید غزلوں اور متعدد نظموں پر مشتمل ہے نیم کلاسیکل حیثیت رکھتا ہے، لیکن جو شہرت ان کے مسدس (بدو جزر اسلام) کو حاصل ہوئی وہ کہہ کر اور نظم کو میسر نہ آئی۔ اس کا ترجمہ پشتو ادب سندھی میں بھی ہوا۔ دوسری نظم مناجات بیوہ بھی بہت مقبول ہوئی جس کا ترجمہ دس زبانوں کے علاوہ سنسکرت میں بھی ہوا۔ آپ نے سلیم ناصر خسرو کے سوانح بھی لکھے تھے۔ آپ نے ایک مجموعہ فارسی کلام کا بھی چھوڑا۔ حالی، سرمد کے بڑے مخلص رفقاء ہیں۔ تھے اور انھیں کی فرمائش پر مسدس لکھا تھا۔

آپ کا مقدمہ شعرو شاعری، فن نقد کے لحاظ سے اردو میں پہلی معیاری چیز ہے اور سوانح نگاری کے سلسلہ میں آپ کا سب سے اہم کارنامہ حیات جاوید ہے۔ غزل گوئی میں آپ کا قدیم کلاسیکل رنگ بڑی معیاری چیز ہے۔ متاخرین میں حالی جیسا مصلحت جو نظم و نثر دونوں پر یکساں قدرت رکھتا ہے کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ آپ اور محمد حسین آزاد مصلحین ادب میں شمار کئے جاتے ہیں، کیونکہ اردو میں نظم نگاری کی ابتدا انھیں سے ہوتی ہے اور تغزل میں رجواب زمانہ کا لحاظ رکھنا بھی انھیں نے سکھایا۔

مذہب
مذہب
مذہب

۳۶۷۔ ملا حسن (مولوی محمد حسن) بن قاضی غلام مصطفیٰ

وفات (رامپور) : ۱۲۰۹ھ

فرنگی محل کے ان علماء میں سے تھے جنہوں نے اپنے فضل و کمال کی وجہ سے شہرت دوام حاصل کی۔ معقولات میں ان کو مجتہد کی حیثیت حاصل تھی۔ بغیر معمولی ذہن و دماغ کے، لک تھے اور حافظہ کا یہ عالم تھا کہ کتب درسیہ کی عبارتیں دماغ میں منقوش تھیں۔ انہوں نے ملا نظام الدین (بانی درس نظامیہ) سے تعلیم پائی تھی۔ ایک عرصہ تک فرنگی محل میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، لیکن کسی مذہبی مناقشہ کی وجہ سے لکھنؤ چھوڑ کر شاہجہانپور چلے گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حافظہ رحمت اللہ علی والی شاہجہانپور مرہٹوں سے جنگ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے اس لئے آپ ضابطہ خاں کے طلب کرنے پر نجیب آباد چلے گئے اور وہاں مدرسہ میں ملازم ہو گئے جب ضابطہ خاں کو مرہٹوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو یہ دہلی چلے گئے اور کچھ زمانہ تک شاہ عالم کی رفاقت میں رہے۔ جب ضابطہ خاں کا انتظام سلطنت درست ہو گیا تو یہ پھر نجیب آباد چلے گئے، لیکن مرہٹوں سے لڑائی کا سلسلہ جب دوبارہ شروع ہوا تو رامپور چلے گئے اور نواب فیض اللہ خاں والی رامپور نے آپ کی بڑی عزت کی اور اچھا مشاہرہ مقرر کر کے سرکاری مدرسہ آپ کے سپرد کر دیا۔ یہیں آپ کا انتقال ہوا۔

ان کی مشہور ترین تصنیف ”شرح سلم“ ہے جو درسیات میں داخل ہے اور بہترین شرح سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف یہ ہیں: حاشیہ مسلم الثبوت، دماغ العلوم، حاشیہ شمس بازغہ۔

۳۶۸۔ دامیر خسرو ابوالحسن بن امیر سیف الدین محمود شمسی

ولادت (پشالی، ہندوستان) : ۱۱۵۵ھ - وفات (دہلی) : ۱۲۲۵ھ

ہندوستان کے بڑے باکمال شاعر تھے۔ ان کے والد ترکی قیدیہ لاجپور سے تعلق رکھتے تھے اور بہار (بنج) سے جنگیز خاں کے زمانہ میں ہندوستان آکر پشالی میں مقیم ہو گئے تھے۔ دربار دہلی کے ایک بڑے امیر عابد الملک کی لڑکی سے ان کی شادی ہو گئی جس سے خسرو پیدا ہوئے۔ خسرو کی عمر ۹ سال کی تھی کہ باپ کا انتقال ہو گیا اور ناتا نے ان کی تربیت کے فرائض انجام دیے۔ یہ غیر معمولی ذہین و حافظہ کے مالک تھے اور فارسی نظم و نثر کے وہ موسیقی میں بھی کمال رکھتے تھے۔ انہوں نے مسلسل سات فرمانرواؤں کا زمانہ دیکھا: غیاث الدین بلبن، معز الدین کیقباد، جلال الدین خرو شاہ، سلطان محمد شاہ علاؤ الدین، سلطان مبارک شاہ قطب الدین، سلطان تغلق شاہ غیاث الدین، سلطان محمد ثانی تغلق۔

خسرو، نظام الدین اولیاء کے مرید تھے۔ جب جنگال کی مہم میں وہ غیاث الدین تغلق کے ہمراہ تھے تو انہیں اپنے پیرو مرشد کی وفات کی خبر ملی اور یہ فوجاً دہلی واپس آئے اور اپنا تمام دنیاوی اثاثہ تقسیم کر کے اپنے پیرو کے مزار پر پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے اور ۶ ماہ بعد انتقال کر گئے۔ یہ موسیقی میں بھی نایک کا مرتبہ رکھتے تھے۔ اس جامعیت کا صاحب علم و فضل ہندوستان میں کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ ان کی فارسی تصانیف کی فہرست یہ ہے: دیوان تحفۃ الصغیر (۱۵ سے ۱۹ سال تک کی عمر کا کلام) - وسط الحیات (۳۳ سال کی عمر کا کلام) - غرۃ الکمال (۳۳ سال کی عمر تک کا کلام) - نہایت الکمال (مجموعہ غزلیات و رباعیات) - مفتاح الفتوح (جلال الدین فیروز شاہ کی ابتدائی جنگی مہموں کی تاریخ) - مطلع الانوار (اخلاقی و مذہبی نظمیں) - شیریں و خسرو (ثنوی) - مجنوں و بیلی (ثنوی) - ثنوی قزاق السعدین (سلطان معز الدین اور اس کا باپ بغرا خاں کی ملاقات کا ذکر) - ثنوی نہ سپہر (قطب الدین مبارک شاہ کے عہد کے حالات میں) - ثنوی دول رانی خضر خاں - اعجاز خسروی (شاعرانہ صنایع و بدایع)۔

حوالہ جات: (۱) تاریخ فرشتہ - سفینۃ الاولیاء (داراشکوہ) - خزائن عامرہ (آزاد بنگرامی)

۳۶۹۔ سید ولد ارغلی لکھنوی (مجتہد) ابن مولوی معین الدین

ولادت (جائس، رائے بریلی) : ۱۱۶۶ھ - وفات (لکھنؤ) : ۱۲۲۶ھ

علماء وقت سے علوم متداولہ حاصل کئے اور پھر کربلائے معلیٰ اور مشہد مقدس میں بڑے بڑے شیعہ علماء سے فقہ و حدیث پڑھی۔ یہ عہد غازی الدین حیدر میں پائے جاتے تھے اور ہندوستان کے پہلے شیعہ عالم تھے جنہوں نے دعوائے اجتہاد کیا اور نماز جمعہ و جماعت کا سلسلہ طبقہ شیعہ میں جاری کیا۔ انہوں نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں خاص خاص یہ ہیں:

اساس الاصول - شہاب ثاقب - صوارم - منہی الافکار -

۳۷۰۔ شیخ رزق اللہ مشتاقی

ولادت: ۱۱۹۹ھ / ۱۸۸۱ء - وفات: ۱۳۹۹ھ / ۱۹۸۱ء
آپ کا نام شیخ سعد اللہ تھا۔ بڑے فاضل شخص تھے اور تصوف کا بھی خاص ذوق رکھتے تھے۔ فارسی میں شتاق تخلص تھا اور ہندی میں راجن۔ سوجیات کا بڑا شوق تھا اور اس سلسلہ میں مختلف مقامات کے علماء سے کافی استفادہ کیا۔

ان کی تاریخی کتاب واقعات مشتاقی کے نام سے خاص شہرت رکھتی ہے۔ اس میں سلطان بہلول لودھی سے ابتداء کی گئی ہے اور سلسلہ وار عہد اکبری کے حالات لکھ کر شیر شاہ، اسلام شاہ، سلطان محمود عدلی، غیاث الدین خلجی (مالوہ) اور سلطان مظفر شاہ (گجرات) کے حالات پر ختم ہو جاتی ہے۔ ایک قلمی نسخہ کتب خانہ موتی محل لکھنؤ میں موجود ہے۔ ہندی میں بھی انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔

۳۷۱۔ رفیع الدین شاہ (مولانا) محمد بن شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم العمری

ولادت (دہلی): ۱۱۶۳ھ / ۱۷۵۰ء - وفات (دہلی): ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء
دہلی کے ایک ایسے مشہور خانوادہ علم و فضل سے تعلق رکھتے تھے جو اٹھارویں صدی عیسوی سے مرکز فضل و کمال بنا ہوا تھا اور جس میں ۱۷۵۰ء تک متعدد علماء کرام پیدا ہوئے۔ انھوں نے علم حدیث اپنے والد سے حاصل کیا جو اپنے وقت کے نہایت مشہور محدث تھے۔ جب ۱۱۷۷ھ میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا تو بڑے بھائی شیخ عبدالعزیز سے تکمیل علم کی اور خصوصیت کے ساتھ، حدیث، کلام اور اصول میں بڑی مہارت حاصل کی۔ ۲۰ سال کی عمر میں مفتی و مدرس کے فرائض انجام دینے لگے اور بعد کو جب ان کے بھائی بہت ضعیف ہو گئے اور بینائی کھو بیٹھے تو ان کی جگہ درس و تدریس کی مسند پر قابض ہوئے۔ ستر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۲۰ ہے جن میں اکثر عربی، فارسی کی ہیں اور چند اردو کی۔

(اردو): ترجمہ قرآن - شاہ ولی اللہ کے دادا فتح الرحمان کے نام قرآن کا فارسی ترجمہ کر چکے تھے اور اسی کو سامنے رکھ کر یہ اور ان کے بھائی شاہ عبدالقادر نے اردو ترجمہ کیا۔

(عربی): تکمیل الصناعة (منطق) - مقدمات العلم - رسالة المجتہ - تفسیر آیات النور - رسالة العروض والقافیہ - دمع الباطل - شرح رسالہ میرزا ہر -

(فارسی): قیامت نامہ - فتاویٰ - مجموعہ تسع رسائل - شرح الصدور - لطائف خمسہ (تصوف)

حوالہ جات: (ملفوظات شاہ عبدالعزیز - کشف الاستار (عبد الغنی) - اجماع العلوم (صدیق حسن خاں) - آثار الصنادید (سرسید احمد خاں))

۳۷۲۔ سراج الدین علی آرزو

ولادت: ۱۱۶۹ھ / ۱۷۵۶ء - وفات (لکھنؤ): ۱۲۵۹ھ / ۱۸۴۶ء

اکبر آباد کے رہنے والے تھے اور فارسی زبان کے بڑے مشہور ماہر۔ شیخ محمد غوث گویا ری کی اولاد میں سے تھے۔ اچھے شاعر تھے اور فرخ سیر کے عہد میں کسی اچھے عہدہ پر ممتاز تھے۔ دیوان کے علاوہ انھوں نے ایک تذکرہ فارسی اور اردو شعرا کا مجمع التفسیر کے نام سے مرتب کیا۔ حزیں سے ان کی پگڑی لکھ گئی تو ایک کتاب تنبیہ الغافلین کے نام سے لکھی جس میں کلام حزیں کے اغلاط کو ظاہر کیا گیا ہے۔ ان کی دوسری تصانیف یہ ہیں:

موہبت عظمیٰ - عطیہ کبریٰ - سراج اللغات - چراغ ہدایت - غرائب اللغات - خیابان - مصطلحات الشعرا - شرح قصاید عربی - شرح سکندر نامہ - شرح مختصر المعانی - نوادر الالفاظ (اردو) -

۳۷۳۔ سید سلیمان ندوی

ولادت: ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۵ء - وفات: ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء

قصبہ ”سندھ پٹنہ“ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید ابوالحسن بڑے صوفی منش بزرگ تھے۔ آپ کے خاندان میں طبابت پہلی آرہی تھی لیکن آپ طبیب کی بجائے عالم و ادیب بنے۔ ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی سید ابوصیب سے حاصل کی اور اس کے بعد دارالعلوم ندوہ لکھنؤ میں فراغت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا فاروق چریکوٹی، اور مولانا شبلی خضوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ آپ ۱۹۱۹ء میں بیہی ادبیات عربی کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں اہلال کے ادارہ تحریر میں شامل ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں دکن کالج میں عربی فارسی کے نائب پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں اپنے استاد مولانا شبلی کی وصیت کے مطابق انھوں نے دارالمصنفین قائم کیا

جو بڑی اہم علمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ آپ نے معارف کے نام سے ایک علمی و تاریخی جاری کیا جو اب تک قائم ہے۔ آپ بلاد اسلامیہ کا بھی سفر کر چکے ہیں۔ آپ نے قومی و ملکی خدمات میں بھی نمایاں حصہ لیا، انجمن ترقی اردو، جمعیتہ العلماء، خلافت کانفرنس اور کانگریس میں آپ نے کئی اہم خدمات انجام دیں۔ آپ کو مذہب تاریخ اور ادبیات سے خاص دلچسپی تھی اور آپ کی تمام تصانیف انہیں تین دائروں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اخیر میں آپ بھوپال میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر ممتاز ہوئے اور وہاں سے سبکدوش ہونے کے بعد کراچی چلے گئے اور وہیں ۱۹۵۳ء میں انتقال کیا۔ آپ کا اہم ترین تصنیفی کارنامہ سیرۃ النبی کی تکمیل ہے جسے مولانا شبلی نعمانی نے نام چھوڑ گئے تھے آپ کی بعض دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے:

ارض القرآن - سیرۃ عایشہ - خیام - عرب و ہند کے تعلقات - حیات مالک - عربوں کی جہاز رانی -

۳۷۴ - سر سید احمد خاں ابن میر تقی

ولادت (دلی): ۱۲۳۳ھ - وفات: ۱۳۱۹ھ

حسینی سید تھے، ان کے آباؤ اجداد وطن چھوڑ کر پہلے دامغان (ایران) میں آباد ہوئے، پھر ہرات میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ہندوستان میں ان کے مورث اعلیٰ شاہجہاں کے عہد میں آئے اور ان کے ہاندان کے تمام افراد اکبر شاہ کے وقت تک مغلیہ حکومت میں مختلف خدمتوں پر مامور رہے۔ سر سید نے ابتدائی تعلیم فارسی، عربی کی مختلف اساتذہ سے حاصل کی اور ۱۹ سال کی عمر سے پڑھنا چھوڑ دیا، لیکن مطالعہ کا شوق برابر جاری رہا اور صہبائی، غالب اور آزاد وغیرہ کی صحبت میں بیٹھ کر اس میں ترقی ہو گئی۔ ۱۲۵۵ھ میں والد کے انتقال کے بعد نوکری کی فکر ہوئی، کیونکہ قلعہ کی تنخواہیں پہلے ہی بند ہو گئی تھیں صرف والدہ کی تنخواہ باقی رہ گئی تھی جو کافی تھی۔ ۱۸۳۸ء میں مین پوری کے منصب مقرر ہوئے اور ۱۸۴۲ء میں فیمپور سیکری تبدیل ہو گئے اور اسی زمانہ سے ان کی تصنیفی زندگی شروع ہوئی۔ یہاں انھوں نے جلاء القلوب (سیرۃ رسول) - تحفہ حسن (ترجمہ باب دہم و دوازدہم تحفہ اشاعت عشرت) لکھی اور قبیل فی جرائع فیض (علم الحیل) کا ترجمہ اردو میں ترجمہ کیا۔

۱۸۴۶ء میں جب دلی تباہ ہو گیا تو اپنی نہایت مشہور کتاب آثار الصنادید لکھی اور اسی کے ساتھ چند مذہبی رسائل بھی تصنیف کئے۔ جب ۱۸۵۵ء میں صدر امین ہو کر بھونور گئے تو تاریخ بھونور لکھی اور آئین اکبری کی تصحیح کی۔ غدر کے بعد ۱۸۵۷ء میں سدا لہور ہو کر مراد آباد گئے اور یہاں ایک فارسی کا مدرسہ قائم کیا۔ اسی زمانہ میں ”اسباب بغاوت ہند“ تصنیف کی جس سے مقصود یہ تھا کہ مسلمانوں پر جو الزام غدر کا قائم کیا جاتا ہے اسے دور کیا جائے اور ضیاء برنی کی تاریخ فیروز شاہی کی تصحیح کی۔ یہیں انھوں نے ایک یہودی کی مدد سے تیسرے کلام لکھنا شروع کی۔ ۱۸۶۲ء میں تبدیل ہو کر غازی پور گئے۔ یہاں انھوں نے ایک سائنٹفک سوسائٹی قائم کی اور انگریزی مدرسہ جاری کیا۔ جب ۱۸۶۳ء میں علی گڑھ کا تبادلہ ہو گیا تو سوسائٹی کو بڑی ترقی دی اور ایک اخبار نکالا جو بعد کو علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے نام سے نکلتا رہا۔ اسی زمانہ میں انھوں نے حکومت سے طلبی حقوق کے لئے برٹش انڈیا سوسائٹی ائین قائم کی۔

۱۸۶۹ء میں جج حفیظہ ہو کر بنارس چلے گئے اور ایک درنا کو لرونڈ سوسائٹی قائم کرنے کی تحریک شروع کی اور ۱۸۶۹ء میں مغرب کے اصولی تعلیم کا مطالعہ کرنے کے لئے ولایت چلے گئے۔ یہاں حکومت و اکابر حکومت کی طرف سے آپ کی بڑی قدر کی گئی، سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا۔ ایتھینیم کلب کے ممبر مقرر ہوئے اور کئی مسلمانوں کو روایتی مذہب کے اعتقادات کی اصلاح کی غرض سے رسالہ تہذیب الاخلاق جاری کیا ۱۸۷۰ء۔ اور قدامت پرست علماء کی طرف سے ان کو کافر ٹھہرا دیا۔ ۱۸۷۰ء میں ایک مدرسہ علی گڑھ میں قائم کیا اور اس کے دو سال بعد اس کو کالج بنا دیا۔ اسی زمانہ میں قرآن کی تفسیر لکھنا شروع کی۔ ۱۸۷۰ء میں ویسٹمنسٹر کے ممبر منتخب ہوئے اور ۱۸۷۱ء میں محمدان ایجوکیشن کانفرنس قائم کی۔ ۱۸۹۰ء میں جس بول مبتلا ہو کر انتقال کر گئے سر سید کا شمار مصلحین قوم میں سے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کا عام رواج اور مغربی علوم و فنون کی طرف ان کی دلچسپی محض سر سید کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھی۔ مذہبی حیثیت سے وہ بڑے آزاد خیال شخص تھے اور وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں میں ذہنی بیداری پیدا ہو اور روایات سے ہٹ کر خود اپنی عقل سے مذہب کی حقیقت کو سمجھیں۔ اس لحاظ سے تہذیب الاخلاق کا اجرا ہو، خطابت احمدیہ اور تفسیر قرآن ان کی زندگی کے غیر فانی کارنامے ہیں۔ تاریخی کتابوں میں ان کی تصنیف ”آثار الصنادید“ نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی اور فرہنگی میں بھی اس کا ترجمہ ہوا۔

ہندوستانی لائبریری

گورنمنٹ ریزرو لائبریری

۳۵۵- سید علی بلگرامی (ڈاکٹر، شمس العلماء)

ولادت: ۱۲۱۸ھ - وفات: ۱۳۳۰ھ

بلگرامی کے ایک نہایت معزز خاندان کے فرد تھے۔ ان کے والدین الدین خاں، بنگال اور بہار کے مختلف اضلاع میں ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر مامور تھے۔ آپ کی تعلیم کی ابتدا علوم عربیہ سے ہوئی اور اس سے فارغ ہو کر پندرہ سال کی عمر میں انگریزی پڑھنا شروع کی اور ۱۸۴۲ء میں پٹنہ کالج سے گریجویشن ہوئے۔ بنی نے میں آپ کی اختیاری زبان سنسکرت تھی۔ اس کے بعد سول سروس کا امتحان پاس کیا اور ریل کی انجینئرنگ کالج میں داخل ہوئے۔ لیکن ابھی انجینئرنگ کی تعلیم سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ سالار جنگ اول نے حیدر آباد طلبہ کر کے اپنے اسٹاف میں جگہ دی۔ اس کے بعد انگلستان جا کر انھوں نے وہاں کے مشہور اساتذہ کی نگرانی میں طبقات الارض، طبیعیات، میکانکس، معدنیات، علم الکیمیا وغیرہ میں دستگاہ وافر حاصل کی اور لاطینی، فرانسیسی و جرمن زبانیں بھی سیکھیں۔ جب تکمیل تعلیم کے بعد حیدر آباد واپس آئے تو انسپکٹر جنرل معدنیات مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ تک وہ ڈاکٹر کٹر سرشتہ تعلیم اور ہوم سکرٹری بھی رہے۔ آپ نے ایک عربی رسالہ بھی الحقایق کے نام سے جاری کیا جو کچھ عرصہ کے بعد بند ہو گیا۔ نواب سردار الامراء کے عہد میں ایک سررشتہ علوم و فنون بھی قائم کیا جس کا مقصد تہ تکمیل دوسری زبانوں کا ذخیرہ اردو میں فراہم کیا جائے۔

آپ لاطینی، انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، عربی، فارسی، اردو، سنسکرت، بنگالی، ہندی، مرہٹی، تنگی اور گجراتی زبانیں خوب جانتے تھے۔ آپ پہلے مسلمان تھے جو مدراس یونیورسٹی میں ام۔ اے کے سنسکرت امتحان کے متحین مقرر ہوئے۔ آپ آخر عمر تک معتد تعمیرات، ریلوے و معدنیات رہے۔ لیکن سر آسمان جاہ کی وزارت میں بعض انقلابات سے بد دل ہو کر، امتحان وکالت کی طیاری شروع کر دی اور صرف چار مہینے کی طیاری کے بعد ہی۔ ال کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا (۱۸۹۱ء)

۱۹۱۹ء میں آپ نیشنل لیکچر انگلستان چلے گئے اور وہاں کیمبرج یونیورسٹی میں مرہٹی کے لکچر مقرر ہو گئے۔ اسی سال انڈیا آفس میں عربی، فارسی کے قلمی نسخوں کی فہرست تیار کرنے پر مامور ہوئے۔

افسوس ہے کہ حیدر آباد کی سیاسیات میں دلچسپی لینے کی وجہ سے وہ تصنیف و تالیف کی طرف کم متوجہ ہوئے، ورنہ اتنی زبانوں کا ماہر اگر واقعی علمی خدمت کی طرف توجہ کرتا تو بڑی بیش بہا خدمات انجام دیتا۔

آپ کی تالیفات زیادہ تر تراجم پر مشتمل ہیں مثلاً: ”اصول قانون متعلق بہ طب“ (ڈاکٹر ہیر کی انگریزی کتاب کا ترجمہ) تحقیق تالیف کلیہ و دمنہ - غار ہائے ایلور کا گائڈ - حیدر آباد کے اقتصاد و معدنیات - تمدن ہند ان کی نہایت مشہور کتاب ہے جو موسیو ویلیبان کی فرانسیسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ آپ نے موسیو سدیو کی کتاب تمدن عرب کا ترجمہ بھی فرانسیسی سے اردو میں کر لیا تھا لیکن جب معلوم ہوا کہ عربی میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہو تو اسے شایع نہیں کیا۔

آپ کتابوں کے بڑے قدردان تھے اور اپنے کتب خانہ میں بڑے اور مخطوطات جمع کر لے تھے۔ آپ نے ہندو امانیہ خاندان سے متعلق تھے، لیکن عقاید کے باب میں بڑے آزاد خیال تھے۔ ایک بار نواب صاحب رامپور نے فخریہ کہا کہ ”ہم نے اپنے کتب خانہ میں ملا محمد باقر مجلسی کی بحار الانوار ۲۵ جلدوں میں فراہمی کر لی ہیں؟“ آپ نے کہا کہ ”شیعوں کی مذہبی کتابیں بیکار ہیں، جب بخاری اور مسلم جیسی کتابیں جن کے لئے بے انتہا چھان بین کی گئی تھی، اس مقام و اغلاط سے پاک نہیں تو ملا باقر کی کتاب کس شمار میں ہے؟“ نواب صاحب نے کہا کہ ”اور کچھ نہیں تو اتنا تو ضرور ہے کہ اہل بیت کے فضائل جو بخاری و مسلم کے جامعین نے نظر انداز کر دیے ہیں وہ اس میں درج ہیں۔“ آپ نے کہا ”یہ بھی ایک مہمل بات ہے، رسول اللہ و حافی و اخلاقی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے نہ کہ اپنی اولاد کے محامد بیان کرنے کے لئے جسے کوئی شریعت آدمی پسند نہیں کر سکتا“ شیعہ سنی جھگڑے کے متعلق ان کی رائے یہ تھی کہ یہ سیاسی نزاع تھی اور مذہب سے اسے کوئی واسطہ نہ تھا۔

آخر زمانہ میں آپ حیدر آباد کا قیام ترک کر کے ہردوئی آ گئے اور سرسید کے رفقاء میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۱۸ء میں قلب کی حرکت بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال ہو گیا

۳۵۶- شبلی (محمد)

ولادت (ہندول، اعظم گڑھ) : ۱۲۱۸ھ - وفات: ۱۳۳۰ھ

آپ بڑے معزز اور اہل علم خاندان کے فرد تھے۔ آپ کے والد شیخ حبیب اللہ اعظم گڑھ میں وکیل تھے۔ یہیں شبلی کی ابتدائی تعلیم شروع ہوئی، اور فارسی نصاب

مکمل تحریر کے مولانا محمد فاروق چربا کوئی سے جو فارسی پھر کے مدرسہ چشمہ رحمت میں صدر مدرس تھے عربی پڑھنا شروع کی اور تمام علوم متداولہ کی تکمیل انھیں سے کی اس کے بعد فقیر مولوی ارشد حسین سے پڑھی، عربی ادبیات کی تکمیل لاہور میں مولوی فیض الحسن سے کی اور صدر پیش مولوی احمد علی سپہاچی سے پڑھی۔ ۱۹ سال کی عمر میں اپنے اعزہ کے ساتھ سفر حجاز کیا۔ وہاں سے لوٹ کر اعظم گڑھ میں قیام کیا اور شعروشاعری و تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ لکھنؤ اور اعظم گڑھ کے مشاعروں میں محمد شاعرہ کی حیثیت سے شرکت کی اور اسی کے ساتھ غیر مقلدوں کی تردید میں کئی رسائل لکھے۔ اسی عہد کا عربی رسالہ "اسکات، المعتدی" ہے۔ اسی دوران میں آپ نے وکالت کا امتحان پاس کیا لیکن اس پیشہ میں جی نہ لگا۔ وہ وقت محتاجب سرسید کے شہر سے سارا ہندوستان گونج رہا تھا اور ان کے ایک بھائی محمد علی علی گڑھ میں تعلیم پڑھتے تھے۔ یہ بھائی سے ملنے گئے اور سرسید نے انھیں فارسی و عربی کا پروفیسر بنادیا۔ یہاں سرسید کا کتب خانہ دیکھ کر اس حوال سے متاثر ہو کر قومی خدمت کا جذبہ دل میں پیدا ہوا اور چھوٹے چھوٹے تاریخی رسائل اور قومی نظمیں لکھنا شروع کیں۔ اس کے بعد جب نگاہ زیادہ وسیع ہوئی تو "ناموں اسلام" کے سلسلہ کی پہلی کتاب المامون تصنیف کی۔ اس کے بعد سیرۃ النعمان لکھی اور آصف و شام وغیرہ کی سیاحت کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں سے لوٹ کر ۱۲۹۹ھ میں کالی کئی پروفیسری سے استعفا دیدیا اور مستقلاً اعظم گڑھ میں قیام کر لیا اور الفاروق کی تصنیف میں عروہ ہو گئے۔ اسی زمانہ میں ایک انگریزی مدرسہ نیشنل اسکول کے نام سے قیام کیا۔ ۱۳۰۶ھ میں استر وادوست کے لئے آپ کشمیر گئے اور سیالکوٹی ملکہ امی نے آپ کو حیدر آباد دہلی کر نفاست علوم و فنون کی خدمت آپ کے سپرد کی۔ چنانچہ الغزالی، سوانح رومی، علم الکلام، الکلام، موازئہ دبیر و انیس، آپ نے حیدر آباد میں سے شائع کیں۔ اس کے بعد دارالعلوم ندوہ کی اصلاح و ترقی کی طرف متوجہ ہوئے اور ۱۳۱۰ھ میں لکھنؤ چلے آئے۔ لیکن بعض اختلافات کی وجہ سے ۱۳۱۱ھ میں ندوہ سے علیحدہ ہو گئے۔

افیر عمر میں آپ کا سب سے بڑا قومی کارنامہ قانون وقت و اولاد کا پاس کرنا تھا اور علمی حیثیت سے دارالمنصفین کا قیام۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے سیرۃ نبوی کی تصنیف شروع کی لیکن بنوریہ زیر تالیف تھی کہ ۱۳۱۳ھ میں آپ کا مختصر علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔

آپ کی تصانیف یہ ہیں:

رسالہ گزشتہ تعلیم - کتب خانہ اسکندریہ - المامون - رسائل شبلی - سیرۃ النعمان - الفاروق - سفرنامہ - الغزالی - علم الکلام - الکلام سوانح مولانا روم - موازئہ دبیر و انیس - شعراجم - مقالات شبلی - مضامین عالمگیر - سیرۃ النبی - مجموعہ کلام اردو - دیوان شبلی (فارسی) - دستہ گل - بوئے گل (فارسی) - اسکات، المعتدی (عربی) - بدوالاسلام (عربی) - الجیز (عربی) - النقد علی التمدن الاسلامی (عربی) - مولانا شبلی قدر اول کے مصنفین میں تھے اور فارسی کا نہایت پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ تاریخ سے خاص دلچسپی تھی اور تحقیق و مطالعہ ان کا دائمی مشغلہ تھا۔ وہ نقاد و ادیب بھی تھے اور بڑے خوش فکر شاعر بھی۔ ہر چیز ان کی تعلیم و قدامت پرست علماء و اہل کی صحبت میں ہوئی، لیکن سرسید کے ماحول سے متاثر ہو کر ان کی مذہبی تنگ نظری بہت کم ہو گئی تھی اور وہ مذہبی مسائل پر عقلی نقطہ نظر سے بھی دیکھنے لگے تھے۔

۳۷۷ - شہر (عبدالحلیم)

آپ کا خاندان دولت عباسیہ کے عہد میں پہلے عرب سے عراق آیا اور پھر وہاں سے ہرات۔ اس کے بعد سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں ہندوستان میں مولانا شہر کے والد حکیم افضل حسین لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ شہر کے والد محمد علی شاہ اور صاحب علی شاہ کے عہد میں معزز خدمتوں پر فائز ہوئے اور بار بار ان میں خاص رسوخ رکھتے تھے جب غدر کے بعد صاحب علی شاہ شیا برج کلکتہ بھیج دیئے گئے تو کچھ دنوں کے بعد یہاں بھی پہنچ گئے اور اپنے بیٹے (مولانا شہر) کو بھی ساتھ لے گئے جبکہ ان کی عمر سات آٹھ سال کی تھی۔

شہر کی تعلیم کلکتہ ہی میں ہوئی اور یہیں کے استاد سے علوم متداولہ حاصل کئے اور انگریزی بھی پڑھی۔ اس کے بعد لکھنؤ میں مولانا عبدالحلیم فرنگی علی کے شاگرد ہو گئے۔ اسی زمانہ میں مفتی میر عباس سے عربی ادبیات کی تعلیم کی۔ اس کے بعد دہلی جا کر دہلی نور محمد عثمانی اور مولوی سید نور حسین سے مدد پڑھی۔ دہلی سے لکھنؤ لوٹ کر فکر و معاش ہوئی اور آدھ انہار کے دفتر میں ملازم ہو گئے (۱۳۲۵ھ)۔ دوسراں بعد مفتی نوکشتہ نے انھیں ہندوستان کی حیثیت سے حیدر آباد بھیجا۔ وہاں سے لوٹ کر اپنا پہلا "دل و دلچسپ" لکھا۔ اس کے بعد درگیش ندانی کا ترجمہ انگریزی سے اردو میں کیا۔

۱۸۸۶ء میں ”دلگداز“ جاری کیا اور تاریخی ناولوں کے لکھنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ملک عزیز، جتنا، دلکش، حسن انجلینا، منصور مومنا، شہید گیلانی (ڈراما) اسی عہد کے ناول ہیں۔ اس کے بعد پھر حیدر آباد چلے گئے۔ یہاں نواب وقار الامرا کی پانگاہ میں ملازم ہو گئے اور تاریخ سندھ لکھنا شروع کی۔ یہاں سے وہ انگلستان گئے اور حیدر آباد لوٹ کر زیادہ دھلاوہ، فردوس بریں لکھی اور ارض مقدس کی ایک ضخیم تاریخ لکھنا شروع کی۔ وہ ۱۹۰۹ء کے اخیر میں جب واپس آئے اور ایام عرب، مقدس نازنین اور تاریخ حروب صلیبیہ تصنیف کی۔ بد النسا کی مصیبت اور میوہ تلخ (ڈرامہ) بھی اسی زمانہ کی تصانیف ہیں۔ ۱۹۰۳ء میں دلگداز پھر جاری کیا۔ ۱۹۰۵ء میں تاریخ حروب صلیبیہ ختم کی اور تاریخ سندھ لکھنا شروع کی۔ اسی زمانہ میں ایک نیا تاریخی سلسلہ ”مشاہیر اسلام“ کے نام سے شروع کیا۔ ناول فتح اندلس بھی اسی زمانہ کی چیز ہے اور یوسف و زلیخا بھی۔ ۱۹۰۸ء میں آپ پھر حیدر آباد گئے اور اسٹنٹ ڈائریکٹر تعلیمات ہو گئے اور یہیں قیس و لبن کو پورا کیا۔ ۱۹۰۹ء میں حیدر آباد کا سلسلہ ملازمت ختم ہو گیا اور لکھنؤ آ کر تیسری بار دلگداز جاری کیا۔ اس کے بعد ۱۹۱۲ء میں مولانا محمد علی کے اخبار ہمدرد کے ایڈیٹر ہو کر چلے گئے، لیکن فوراً ہی واپس آئے اور حسن کا ڈاکو اور دربار حرام پور لکھا۔ اخیر دسمبر ۱۹۲۶ء میں انتقال کیا اور اس کے ساتھ دلگداز بھی بند ہو گیا۔

(دسویں صدی ہجری)

۳۷۸۔ شروانی، عباس بن علی

شیر شاہ کے حالات میں انھوں نے ایک تاریخ لکھی جس کا نام تحفہ اکبر شاہی ہے۔ یہ کتاب انھوں نے اکبر کے نام سے منسوب کی تھی۔ اس کے ایک حصہ کا اردو ترجمہ لاٹوکار نوالس کے زمانہ میں منظر علی خاں نے کیا اور اس کا نام تاریخ شیر شاہی رکھا۔
حوالہ: (بیانگر نکل ڈکشنری۔ بیل)

۳۷۹۔ صدر الدین محمد (حسن نظامی بن حسن نظامی)

پیشاپور کے رہنے والے تھے۔ جب خراسان میں بزمی و خانہ جنگی شروع ہوئی تو یہ پہلے غزنی گئے اور پھر دہلی سے دہلی آئے۔ دہلی میں پندرہ شریف الملک قاضی شہر سے ملے اور احباب کے واسطے سے ۱۱۳۵ھ میں اپنی مشہور تاریخ کتاب تاج المآثر لکھنا شروع کی اور شہاب الدین محمد غوری کے نام سے اسے منسوب کیا۔ اس میں زیادہ تر قطب الدین ایبک کے حالات درج ہیں۔ پھر رگ پشال لکھتا ہے کہ: ”اگر حسن نظامی، قطب الدین ایبک کے حالات نہ لکھتا تو یہ بھی ان فرمانرواؤں کی طرح گنہگار حالت میں رہتا۔“ یہ تاریخ ۱۱۹۶ھ سے شروع ہوتی ہے جو محمد غوری اپنی شکست تھا تیسرا انتقام لینے کے لئے حملہ ہندوستان کی طایریاں کر رہا تھا۔ تاج المآثر کے عام نسخوں میں صرف ۱۱۹۶ھ تک کے حالات درج ہیں لیکن بعض نسخوں میں شمس الدین التمش یعنی ۱۲۰۶ھ تک کے حالات بھی پائے جاتے ہیں۔
حوالہ: (اسلامی ہند۔ نیاز)

ولادت: ۱۱۳۵ھ - وفات: ۱۱۹۶ھ

۳۸۰۔ فرشتہ، محمد قاسم بن غلام علی ہندو شاہ

استراباد (شمالی ایران) میں پیدا ہوئے طفلی ہی میں اپنے باپ غلام علی ہندو شاہ کے ساتھ حسین نظام شاہ اول کے عہد میں احمد نگر کی نظام شاہی حکومت پر زوال آیا تو یہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے پاس سہی پور چلے گئے اور ”اختیارات قاسمی“ ایک طبی کتاب لکھی۔ ابراہیم عادل شاہ نے تاریخ دکن لکھنے کی طعن متوجہ کیا۔ اور ان کی یہی تاریخ ”تاریخ فرشتہ“ کے نام سے مشہور ہے جس کا ترجمہ BRIGGS نے انگریزی میں کیا۔ یہ تالیف انھوں نے ۱۱۹۵ھ میں شروع کی اور ۱۱۹۷ھ میں ختم کی اسے گلشن ابراہیمی اور تاریخ ابراہیمی کہتے ہیں۔ فرشتہ کا بیان ہے کہ تاریخ لکھتے وقت ۳۲ تاریخی کتابیں ان کے سامنے تھیں۔ اس کتاب میں شاہان غزنوی (لاہور) شاہان دہلی، مالوہ، بنگال، گجرات، خاندیش، جوینور، مٹان، سندھ، کشمیر، مالابار اور دکن کی تمام حکومتوں کا حال درج ہے۔
حوالہ: (دائرة المعارف اسلامیہ)

ولادت (آگرہ): ۱۱۹۵ھ - وفات (آگرہ): ۱۱۹۷ھ

۳۸۱۔ فیضی (شیخ) ابوالفیض

مبارک شیخ کا بیٹا اور ابوالفضل کا بڑا بھائی تھا۔ تاریخ، فلسفہ، طب، ادبیات کے ماہر تھے۔ آگرہ نے ان کو نیکاشی کے خطاب سے سرفراز کیا، نظامی کے جواب میں انھوں نے بھی ۵ رزمیہ تنویلی لکھیں: مرکز ادوار، سلیمان، بلقیس، نلدمن، مہفت کشی، اکبر نامہ۔ وہ عربی اور سنسکرت کے بھی ماہر تھے۔ انھوں نے بیجا گزشت (الجبر) اور یاد آتی ریاضی کی کتاب، اور دہا بھارت کے ایک حصہ کا ترجمہ سنسکرت سے فارسی میں کیا۔ انھوں نے قرآن کی ایک

۳۸۱۔ نقطہ تفسیر بھی لکھی (سواطع الالبہام)۔ ۱۹۵۱ء میں اکبر نے انھیں شاہزادہ مراد کا تالیق مقرر کیا۔ اکبر نامہ میں وہ تمام شاہزادوں کا تالیق ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔ ۱۹۵۱ء میں وہ دکن میں سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ لیکن دوسرے سال واپس آئے۔ کہا جاتا ہے کہ اکبر کا دین انہی جاری کرنا انھیں کے اشارہ سے تھا۔ ہدایوں کا بیان ہے کہ انھوں نے اپنی موت سے کچھ زمانہ قبل ایک قصیدہ نعت میں بھی لکھا تھا جس میں انھوں نے فیضی کی جگہ فیاض تخلص اختیار کرنے کا سبب بھی ظاہر کیا ہے۔ ان کی تصنیف اکبر نامہ بڑی مشہور کتاب ہے۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۱۰۱ تھی۔ انھوں نے اپنے بعد ایک ضخیم دیوان ”طبایع الصبح“ چھوڑا۔

حوالہ جات: (دربار اکبری - آثار الامرا - ہدایوں)

۳۸۲۔ مظہر جانجاناں (میرزا)

ولادت (کالاباغ، مالود): ۱۱۹۹ھ یا ۱۲۰۱ھ - وفات (دہلی): ۱۱۹۵ھ
مشہور صوفی و شاعر تھے۔ ترکی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد مرزا جان، اورنگ زیب کے زمانہ میں ممتاز عہدہ پر مامور تھے جب اورنگ زیب کو مظہر کی ولادت کی اطلاع ملی تو اس نے کہا کہ مرزا جان کے بیٹے کا نام جانجاناں ہونا چاہئے اور یہ اسی نام سے مشہور ہوئے، گوہرپا نے ان کا نام شمس الدین رکھا تھا یہ نقشبندی خاندان میں سید میر محمد ہدایوں کے مرید تھے اور قادریہ سلسلہ میں محمد عابد سہمی کے۔ ۱۰ محرم ۱۱۹۵ھ کو ایک شیعہ نے قتل کر دیا۔ ان کے ملفوظات مقامات مظہری یا لطایف خمسہ کے نام سے بھی کو محمد بیگ دہلوی نے جمع کئے (۱۳۰۹ھ)۔ ان کے حالات و سوانح میں محمد نعیم آشد بہرائچی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام بشارت مظہریہ ہے

حوالہ جات: (گلشن پنجاب (شیفتہ) - آب حیات (آزاد) - تاریخ شعرا و اردو (کریم الدین) - صدائق الحنفیہ)

۳۸۳۔ نذیر احمد (شمس العلماء)

ولادت (نگینہ): ۱۲۵۲ھ - وفات: ۱۳۳۴ھ
آپ کے والد مولوی سعادت علی بھنور میں رہتے تھے اور انھیں کی نگرانی میں ۹ سال کی عمر تک ابتدائی تعلیم فارسی عربی کی پائی۔ ۱۲۵۵ھ میں دہلی کالج میں داخل ہوئے اور یہاں سے فارغ ہو کر کنجاہ (گجرات) میں ۴۰ روپیہ ماہوار کے مدرس ہو گئے۔ دو سال کے بعد ڈپٹی انسپٹر مدارس ہو کر کامپنڈ آئے لیکن بعد کو استعفا دیکر دہلی آ گئے، اسی زمانہ میں ۱۲۵۷ھ کا ہنگامہ شروع ہو گیا۔ غدر فرو ہونے کے بعد آپ الہ آباد میں ڈپٹی انسپٹر مدارس ہو گئے اور یہیں قانون انگلش اور تعزیرات ہند کا ترجمہ کیا اور اس کے صلہ میں تحصیلدار مقرر ہوئے اور پھر ترقی کر کے ڈپٹی کلکٹر ہو گئے (۱۲۶۲ھ)۔ اسی زمانہ میں مرآۃ العروس لکھی اور ایک ہزار روپیہ انعام پایا۔ اس کے بعد بیہیت کی ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ سادات کے نام سے کیا اور یہ آتشا پند کیا گیا کہ سالار جنگ اول نے حیدر آباد طلب کیا (۱۲۷۷ھ)۔ یہاں یہ ملازم ہو گئے اور ترقی کر کے ریونیو بورڈ کے ممبر ہو گئے۔ یہیں قرآن حفظ کیا۔

جب نیشنل بیکر حیدر آباد سے دہلی آئے تو تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ توجہ کا موقع ملا۔ قرآن مجید کے ترجمہ کے علاوہ حسب ذیل کتابیں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں: مرآۃ العروس - نہات الغش - توبۃ النصوح - محفات - ابن الوقت - رویائے صادقہ - الحقوق والفرایض - اجتہاد - امہات الامہ - الیامنی - مبادی الحکمتہ (منطق) - مساوات (مہیبت) - صرف صغیر - مواعظ حسنہ - منتخب الحکایات۔
آپ کی کتاب امہات الامہ پر اس کے بعض جملوں کی وجہ سے بڑی شورش ہوئی اور اس کو جلادیا گیا۔

۳۸۴۔ عبدالحق خیر آبادی

ولادت: ۱۲۴۴ھ - وفات: ۱۳۱۴ھ
مولوی فضل حق خیر آبادی کے فرزند۔ سولہ سال کی عمر میں درسیات ختم کر لئے۔ پھر اپنے والد کے ہمراہ سہارنپور گئے۔ چند سال وہاں قیام رہا، بعد کو آئے اور وہاں عماد الدین ریاست میں داخل ہو گئے۔ آئیں آپ تھے کہ سنہ ستاون کا غدر ہو گیا اور آپ آئیں دہلی چلے آئے۔ آپ کے والد کا لے پائی بھیجے گئے اور آپ خیر آباد چلے گئے۔ اپنے وطن سے ریاست ٹونک چلے گئے۔ دو سال تک نہایت عزت و عظمت سے وہاں رہے۔ ٹونک سے کلکتہ گئے۔ آپ کی علمی شہرت ہندوستان میں خوب ہو چکی تھی۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں ملازم ہوئے۔ اخیر میں بہ عہد نواب کلپ علی خاں رامپور آئے اور اخیر عمر تک مدرسہ عالیہ کے افسر رہے۔ شاہ حاجی آشد بخش تونسوی سے ہیئت تھے۔ نواب کے انتقال کے بعد خیر آباد شریف لے گئے اور دو سو روپیہ ماہانہ بطور منصب مقرر ہو گیا۔ اخیر میں پھر رامپور آئے اور یہیں سے بیجاہ ہکر اپنے وطن گئے اور انتقال کر گئے۔ تصانیف میں یہ کتابیں ہیں: حاشیہ قاضی مبارک مطبوعہ - شرح سلاسل الکلام - رسالہ مفردہ فی تحقیق التلازم -

شرح ہدایت الحکمۃ - جواہر غالیہ - شرح مسلم الثبوت - تسہیل الکافیہ - شرح میرزا ہدایا مور عامہ - حاشیہ حمد اللہ - شرح سلم -

حوالہ: (تذکرہ کمالان رامپور)

۳۸۵ - شیخ عبدالحق محدث دہلوی، بن سیف الدین بن سعد اللہ ترک بخاری (ابوالمجد) - ولادت: ۱۱۵۵ھ - وفات: ۱۲۵۲ھ - دہلی کے مشہور صوفی، فقیہ و محدث تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ تیمور کے ساتھ بخارا سے دہلی آئے تھے۔ ۲۰ سال کی عمر میں تمام علوم دینیہ کی تکمیل کی ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت زیادہ تر ان کی ذات کی ممنون ہے۔ آپ جب حج کے لئے گئے تو وہاں کے اکابر علماء حدیث سے استفادہ کیا۔ آپ شاعر بھی تھے اور حقی تخلص کرتے تھے کہا جاتا ہے کہ آپ کے اشعار لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ آپ نے ایک سو سے زیادہ کتابیں تصانیف کیں۔ آپ تصوف میں سلسلہ قادریہ سے وابستہ تھے۔ ابتدا میں شیخ سرہندی مجدد الف ثانی کے خیالات سے اختلاف رکھتے تھے لیکن بعد کو ہمہنوا ہو گئے۔ مقبرہ قطب صاحب میں حوض شمسی کے کنارے آپ آسودہ خاک ہیں۔ ان کی دوسری مشہور تصانیف یہ ہیں:

لمعات (شرح عربی مشکوٰۃ) - اشغہ اللغات (شرح فارسی مشکوٰۃ) - درج النبوة - شرح اسرار الرجال بخاری - مجمع البحرین - زاد المتقین -

حوالہ جات: (تذکرہ علماء ہند در حمان علی) - ڈکشنری (دہلی)

۳۸۶ - محمد عبدالحق ابن مولانا عبدالحلیم

ولادت (باندہ): ۱۲۶۷ھ - وفات: ۱۳۱۲ھ

فرنگی محل کے دور آخر میں مولانا عبدالحق صاحب عالم اور معقولات و منقولات، فقہ، حدیث، اور علوم حکمیہ پر دستگاہ کامل رکھنے والا عالم کوئی اور نہیں ہوا۔ اپنے دور کے یہ بحر العلوم تھے اور جامعیت کے لحاظ سے نظیر نہ رکھتے تھے۔ حفظ قرآن کے بعد ابتدائی تعلیم فارسی و حساب کی مولوی خادم حسین سے حاصل کی اور عربی کے تمام درسیہ کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد حیدرآباد سے لکھنؤ آ گئے اور خدمت علم میں مصروف ہو گئے۔ آپ کا انتقال عالم شباب میں ہو گیا جبکہ آپ کی عمر صرف ۴۵ سال کی تھی، آپ کی تصانیف تمام علوم و فنون پر پائی جاتی ہیں اور درسیات کی شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہو جس پر آپ نے حاشیہ یا شرح نہ لکھی ہو، سخت محنت کی وجہ سے آپ پر دماغی دورے پڑنے لگے تھے اور آخر کار اسی مرض میں آپ کا انتقال ہوا۔

حوالہ: (تذکرہ رحمان علی)

۳۸۷ - عبد الرحیم خاں (خانخاناں)

ولادت (لاہور): ۱۱۶۲ھ - وفات (دہلی): ۱۲۶۶ھ

اپنے ہم عصر امراء میں خان خاں خاں کے نام سے مشہور تھے۔ اکبر کے پہلے وزیر بیرم خاں کے بیٹے تھے، ان کی ماں جمال خاں میواتی کی بیٹی تھی۔ ۱۱۶۲ھ میں بہ عمر سولہ سال اکبر کے ساتھ گجرات گئے اور ضلع پٹن جاگیر میں دیا گیا۔ ۱۱۶۴ھ میں گجرات کے گورنر مقرر ہوئے۔ پھر شاہزادہ سلیم کے اتالیق مقرر ہوئے۔ بعض فوجی مہمیں سر کرنے کے صلہ میں خانخاناں کا خطاب ملا۔ ۱۱۹۹ھ میں بابر نامہ کا فارسی ترجمہ پیش کیا۔ ۱۲۰۵ھ میں بیجاپور کی مہم میں بڑی نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اس کے دو سال بعد شاہزادہ دانیال کی معیت میں احمد نگر پہنچے اور چاند بی بی کے خلاف فوج کشی کی۔ جہانگیر کے عہد میں یہ شاہزادہ خرم کے ساتھ ۱۲۲۵ھ میں پھر دکن کی جنگوں میں شریک ہوئے۔ یہ عہد مغلیہ کے بڑے مشہور صاحب سیف و قلم امیر تھے اور شعراء کی بڑی قدر کرتے تھے۔ یہ خود بھی عربی، ترکی، فارسی اور ہندی زبان کے ماہر تھے اور شاعری کا بڑا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ فارسی میں رحیم تخلص کرتے تھے اور ہندی میں رحمن۔ عہد الباقی نہاد ہندی نے مآثر رحیمی انھیں کے نام سے منسوب کی تھی۔

حوالہ جات: (مآثر رحیمی - آثار الامراء (شاہ نواز خاں)، اکبر نامہ (ابو الفضل) - طبقات اکبری (نظام الدین احمد))

۳۸۸ - عبد العزیز (مولانا شاہ) دہلوی

ولادت: ۱۱۵۹ھ - وفات: ۱۲۳۹ھ

غلام کلیم تاریخی نام تھا۔ اپنے والد مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے تکمیل علوم کی اور پھر ان کی جگہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، فقہ، تفسیر دینیات کے بڑے زبردست عالم تھے۔ انھوں نے قرآن کی ایک نا تمام تفسیر ”تفسیر فتح العزیز“ کے نام سے فارسی میں لکھی۔ دوسری مشہور تصانیف یہ ہیں:

سر الشہادتین - بستان محدثین - عمالہ نافعہ - تحفہ اثنا عشر - (شیعی مسلک کی ترویج میں بڑی مہم جو کتاب)

حوالہ: (تذکرہ علماء ہند - رحمان علی)

ہندوستانی لائبریری
لاہور

۲۸۹۔ غلام علی آزاد۔ الحسین الواسطی، البگلرامی۔ ولادت (بگلرام) : ۱۱۶۶ھ - وفات (اورنگ آباد) : ۱۲۰۰ھ۔
شہر تہذیب نویس۔ عربی، فارسی کے ادیب تھے۔ انھوں نے ہندوستان کے اکثر مقامات کی سیاحت کی اور ۱۱۵۵ھ میں حج کی غرض سے مکہ بھی گئے جہاں دو سال قیام کیا، وہاں سے ٹوٹ کر اورنگ آباد میں مستقل قیام کیا۔ ان کی تصانیف کی فہرست یہ ہے : آثار الکرام فی تاریخ بگلرام۔ روضۃ الاولیاء۔ تذکرہ سروآداد۔ تذکرہ بیضا۔ تذکرہ خزانہ عامرہ۔ سجدۃ المرجان فی آثار ہندوستان۔

حوالہ جات : (گل رعنا) (پیشی نراین شفیق)۔ صفحہ ابراہیم (ابراہیم خلیل)۔

۳۹۰۔ نظام الدین ابن قطب الدین۔ ولادت : ۱۰۸۹ھ - وفات : ۱۱۶۱ھ۔
ہندوستان میں عربی درس نظامی کے بانی اور علماء و فرنگی محل کے ابوالآباؤ۔ آپ کے آباؤ اجداد دہلی سے قصبہ سہائی (بارہ بنکی) چلے آئے تھے اور یہیں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے پائی اور اس کے بعد لکھنؤ، دیوبند، جالپور اور بنارس کے علماء سے تمام علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ ۲۵ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر فرنگی محل آئے اور مسلسل درس و تدریس جاری کیا۔ چند دن میں آپ کے فضل و کمال کا شہرہ سارے ملک میں پھیل گیا اور دور دور سے طلبہ آنے لگے۔ آپ کا مرتب کیا ہوا نصاب مدرسہ ہندوستان کے تمام مدارس عربیہ میں جاری رہا اور اب بھی بعض مدارس میں پایا جاتا ہے۔ بحر العلوم انھیں کے فرزند تھے۔ آپ کی بعض تصانیف یہ ہیں : شرح مسلم الثبوت۔ شرح تحریر الاصول۔ صبح صادق شرح منار الاصول۔ حاشیہ شرح عقاید جلالی۔ حاشیہ صدر۔ حاشیہ شمس بازغہ۔

۳۹۱۔ نور اللہ الحسینی الشوستری (قاضی نور اللہ)۔ ولادت : ۹۵۶ھ - وفات : ۱۰۱۹ھ۔
شوستر کے مرغشی سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور مذہباً شیعہ تھے۔ وطن چھوڑ کر وہ ہندوستان آئے اور لاہور میں مقیم ہو گئے۔ یہاں حکیم ابو الفتح کے ذریعہ سے وہ بارگاہی تک پہنچے اور شیخ معین کی جگہ لاہور کے قاضی مقرر ہوئے۔ عبدالقادر بدایونی کا بیان ہے کہ وہ بڑے متقی، پرہیزگار اور دیانتدار شخص تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۰۱۹ھ میں جہانگیر نے کوڑے مار مار کر ان کو ہلاک کرا دیا۔ اسی لئے شیعہ انھیں شہید ثالث کہتے ہیں۔ انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں خاص خاص یہ ہیں : حاشیہ بیضاوی۔ حاشیہ شرح جدید علی التجرید۔ احقاق الحق۔ مجالس المؤمنین (اکابر شیعہ کے حالات آغاز اسلام سے عہد صفوی تک)۔

حوالہ جات : (علی العامل)۔ روضۃ الجنات۔ منتخب التواریخ (بدایونی)۔

۳۹۲۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بن عبد الرحیم۔ ولادت : ۱۱۱۴ھ - وفات : ۱۱۷۶ھ۔
"دہلوی نام عظیم الدین ہے جس کے اعداد ۱۱۱۵ ہوتے ہیں۔ سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کر کے عربی، فارسی کے مروجہ نصاب کی تعلیم اپنے والد سے شروع کی اور فارغ التحصیل ہو کر ۱۵ سال کی عمر میں اپنے والد سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ ۲۴ھ میں حج کے لئے گئے اور وہاں کے اکابر علماء سے استفادہ کیا۔ علماء ہند میں آپ کا مرتبہ ایک مجدد کی سی حیثیت رکھتا ہے اور آپ کی حکیمانہ بصیرت کو سب نے تسلیم کیا ہے۔ آپ نے چار فرزند اپنے بعد چھوڑے : مولانا شاہ عبدالعزیز۔ مولانا رفیع الدین، مولانا عبدالقادر اور مولانا عبدالغنی۔ آپ کی نہایت مشہور کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" ہے۔ آپ نے متعدد تصانیف اپنے بعد چھوڑیں۔ بعض یہ ہیں : فتح الرحمان (ترجمہ فارسی قرآن)۔ الفیوض الکبیر (اصول تفسیر)۔ المسوئی (شرح موطا)۔ القول الجمیل۔ فیوض الحرمین۔ عقد المجید (اجتہاد و تقیید)۔ انفاس العارفین۔ المہر والبانہ۔ الدر الثمین۔ سرور المحزون۔



فهرست

مشاهیر و علماء اسلام

(پہلی صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک)

- پہلی صدی ہجری = ابن ابی مالک - ابن کثیر - جریر - شعبی - غیلان - فروق - مالک الطائی - وہب بن منہ -
- دوسری صدی ہجری = ابن اسحاق - ابن سعد - ابن المقفع - ابن وحشیہ - احمد بن حنبل - اسمعی - ابو حنیفہ - ابو ذر کمرہ - ابو عبیدہ
- ابو العتاہیہ - ابونواس - ابوالہذیل - ابویوسف - ابراہیم موصی - ابن قاسم - ابن ہشام - ابو عبیدہ - ابومر -
- ابومخنف - ابو معشر - احمد داؤد - احمد - اعمش - جابر بن حیان - جمیلہ - خیاط - سفیان ثوری -
- سیبویہ - شافعی - شیبانی - طیالسی - عمر بن عبید - عیسیٰ - قطرب - کسائی - کلبی -
- مالک - مدینی - مفضل - نظام - واصل - ہروی -
- تیسری صدی ہجری = ابن ابی الدینا - ابن ابی طاہر - ابن خردادبہ - ابن دید - ابن الفقیہ - ابن قتیبہ - ابن ماجہ -
- ابن مسکویہ - احمد بن حابث - اسحاق بن نجین - ابو حاتم - ابو حیان - ابو معشر - ابن عبدالحکم - ابن عبد ربہ - بخاری -
- بطائی - بلاذری - ترمذی - تنوخی - جاحظ - مجتہائی - ملاح - دارمی - دیناوری -
- رازی - طبری - طحاوی - عبدالرحمان - فارابی - فرغانی - مسعودی - مسلم - محاسبی -
- نسائی - ہشام - یحییٰ - یعقوبی -
- چوتھی صدی ہجری = ابوبکر - ابن ابویہ - ابن حزم - ابن حوقل - ابن خالوینہ - ابن اثیر - ابن یونس -
- اصطخری - ابو جعفر قمی - ابوالفرج اصفہانی - ابوالوفا - ابن حبان - ابن الفارس - ابن الفرضی - ابو عبد اللہ - ابن ندیم -
- باقلانی - بغدادی - ثعالبی - حمزہ اصفہانی - خازن - خجندی - خرقی - خوارزمی - دارقطنی -
- رازی - سیرانی - شریف رضی - صولی - طبری - عقی - عسکری - فرخی - فردوسی -
- قیسی - قدوری - قالی - کرخی - کندی - ماتریدی - مقدسی - مفید - نسیم -
- نہمان - نسوی - ہمدانی - ہمدانی -
- پانچویں صدی ہجری = ابن ابی الرجال - ابن شریق - ابن سینا - ابوالعلاء المعری - ابن سیدہ - ابن ابی رزقہ - باخزنی -
- بدیع اصطرابی - باقلانی - بنوی - بکری - بیرونی - بیہقی - ثعالبی - جواقی - جوینی -
- جوینی - حریری - خطیب بغدادی - خیام - خازنی - راغب - زنجبیری - سجاولندی - سرخسی - شافعی -
- شہرستانی - شیرازی - طوسی - طغرانی - غزالی - قزوینی - قمی - گردیزی - ماوردی - مویدی الدین -
- میدانی - ناصر خسرو - نظامی عروضی - ہروی -
- چھٹی صدی ہجری = ابن ابی - ابن اثیر - ابن باجہ - ابن مشکوٰۃ - ابن جوزی - ابن رشد - ابن زہر - ابن فضیل -
- ابن عساکر - ابن العربی - ادیبی - انباری - ابوعلی - ابن جبیر - ابن حمدون - ابن سکر - ابن القوام - ابن معطل -
- ابن مہمل - بوندی - بیہقی - جابر بن اللخ - سہاوندی - سہروردی - سکازی - شیرازی - شافعی -
- ضیاء الدین - علی بن ظافر - عماد الدین - عیاض - عبداللطیف - عبدالقادر جیلانی - عطار - عمیدی - اصفہانی -
- مغنیانی - مطرزی - نقشبانی - نصرانی - نظامی - نظامی حسن - نور الدین - یاقوت -

ساتویں صدی هجری = ابن ابی اصیبعه — ابن البناء — ابن البیطار — ابن حاجب — ابن تیمیه — ابن خلکان — ابن القسطلی — ابن مالک

ابن ماریه — ابن سعد — ابن سیدالتاس — ابن بری — ابن عذاری — ابن غانم — ابن الفرخ — ابن منظور — ابن واصل — ابوشامه

برزالی — تفاشی — تمسانی — تمسانی — جوهری — جوینی — حسن بن یوسف — حسن بن الخصب — حسن نظامی —

علی — حسن لامهوری — خزرچی — خسرو — دمشقی — درعبی — رشیدالدین — سعدی شیرازی — طوسی — طبری —

عبدالله — قزوینی — قطب الدین — کمال الدین — کمال الدین — نودی — نظام الدین اولیاء — یاقوت — یحیی سرمندی —

آنکسویں صدی هجری = ابن بطوطه — ابن خلدون — ابن خطیب — ابن سرکج — ابن السکیت — ابن قیم — ابن کثیر — ابن لوردی —

ابوالفداء — ابن جیب — ابن دیماق — ابن الفرات — ابن فرعون — ابن بجا — ابن هشام — ابی — بیضاوی — برنی —

تفتازانی — جرجانی — جیطانی — حافظ آبرو — حافظ شیرازی — حمدالله مستوفی — دمیری — ذهبی — سبکی — شهاب الدین —

شمس سرخ — صمدی — فیروز آبادی — قزوینی — قطبی — قلقلندی — نسفی — نویری — وصاف — یافعی —

نویں صدی هجری = ابن حجر — ابن جزیری — البشیشی — ابن ایاس — ابوالمحاسن — الدواد — ثعالبی — جامی —

جمال حسنی — جمال الدین — دوانی — دولت آبادی — سمهودی — سیدوطی — شرف الدین — علی بن محمد — عبدالرزاق —

قسطلانی — کاشی — معین المسکین — مقریزی — میرخواند — (سید) محمد جوهری —

دسویں صدی هجری = ابن الدریباع — ابن القاضی — انطاکی — ابن حجر — ابن نجیم — احمدیابا — احمد بن محمد —

امین احمد — ابوالفضل — احمد ملا — احمد یادگار — برایونی — جنابی — حیدر رازی — خوند میر —

دیار بکری — سلیمان المهری — عماد — عباس علی — عبدالحق دهلوی — عبدالحکیم خاننا — فتح الله شیرازی —

فاسی — فرشته — فیضی — محمد حسین تبریزی — مبارک — متقی — محمد طاهر — محمد معصوم —

مخدوم الملک — مغیری — نهر والی — نظام بخشی — نعمت الله — نور الله شوستری —

گیارہویں صدی هجری = ابو جعفر — ابن ابی الرجال — احمد سرخندی — ارادت خاں — بہاری —

(ملا) جیون — حاجی خلیفہ — حلبی — خفاجی — صدر الدین — طاہر محمد — عبدالقاسح —

عبد القادر — عبد الباقی — عبد الحکیم — عبد الرشید — عبد القادر — عبد الله — عنایت الله —

فاروقی — قلیوبی — مقاری — محمد یقینا — محمد کاظم — نظام الدین — نعمت خان عالی —

بارہویں صدی هجری = آتوسی (شہاب) — بحر العلوم — حسین — شہناز الله پانی پتی — جلیس بلگرامی —

خوانی خاں — دایر علی — سراج الدین علی خاں آرزو — عبد العزیزی — علی شیر قانع — (شاه) عبد العزیزی —

غلام حسین خاں — غلام علی آزاد — طاف علی بیگ — مہدی خاں — محمد حسین — محمد قنشی — مظہر جانجانا — ولی الله —

تیرہویں صدی هجری = آزاد، محمد حسین — آل حسن — احمد رضا خاں — احمد علی عباس — ارشاد حسین — اسماعیل شہید — اشرف تھانوی —

امان علی — اراد الله — اوصالدین — باجوری — تراب علی — جمال الدین افغانی — چراغ علی — حالی — دحلان —

ضاللی — سلاوی — شبلی نعمانی — شکر لکھنوی — صدیق حسن خاں — طنطاوی — عبد الکرم — عبد الباری — عبدالحق —

عبد الحکیم — عبدالحی — عنایت رسول — فضل حق — کاشانی — کرامت علی — محمد عبده — محمد میر — محمد طیب —

محمد فاروق — نوای — نذیر محمد — ادی ہزوری —

چودھویں صدی هجری = آزاد، ابوالکلام — اسلم جیراچوری — اقبال، ڈاکٹر — اکبر شاہ خاں — ذاکر الله خاں — سلیمان ندوی —

فضل حق رامپوری — محمد حسن —

مکتوبات نیاز

تین حصوں میں

یہ مکتوبات نگار کے تمام وہ خطوط جو ہندوستان کی نگاری، سلاست، تمدن، رنگینی اور ایسے فن کے لحاظ سے فن انشا میں بالکل نیا چیز ہیں اور جن کے سامنے خطوط غالب بھی بھکے معلوم ہوتے ہیں۔ ان ایڈیشنوں میں پہلے ایڈیشن کی غلطیوں کو دور کیا گیا ہے۔ اور ۲۸ پڑ کے کاغذ پر طباعت ہوئی ہے۔

قیمت ہر حصہ کی چار روپیہ علاوہ محصول

فلاسفہ قدیم

اس مجموعہ میں حضرت نیاز کے دو علمی مضامین شامل ہیں۔

(۱) چند تفسیر فلاسفہ قدیم کی روحوں کے ساتھ (۲) مائتین کا مذہب نہایت مفید اور دلچسپ ہے۔

شاعر کا انجام

جناب نیاز کے عنفوان شباب کا لکھا ہوا افسانہ حسن وشن کی تمام نشہ بخش کیفیات اس کے ایک جملہ میں موجود ہیں۔ یہ افسانہ اپنے پلاٹ اور انشائیہ کے لحاظ سے اس قدر بلند ہے کہ دوسری جلد اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

تازہ ایڈیشن نہایت صحیح اور خوش خط

قیمت بارہ آنے علاوہ محصول

نقاب اٹھ جانے کے بعد

نیاز فتحپوری کے تین افسانوں کا مجموعہ جس میں بتایا گیا ہے کہ ہمارے ملک کے ہادیان طریقت و علمائے کرام کی اندرونی زندگی کیا ہے امدان کا وجود ہماری معاشرت و اجتماعی حیات کے لئے کس درجہ سم قاتل ہے، زبان، پلاٹ انشائیہ کے لحاظ سے جو مرتبہ ان افسانوں کا ہے وہ صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

قیمت آٹھ آنے علاوہ محصول

جذبات بھاشا

جناب نیاز نے ایک دلچسپ تہید کے ساتھ بہترین ہندی شاعری کے نمونے پیش کر کے ان کی تشریح کی ہے کہ دل بھاشا ہو جاتا ہے۔ اردو میں اب سے پہلی کتاب اس موضوع پر لکھی گئی ہے جس میں ہندی شاعری کے بے مثل نمونے نظر آتے ہیں۔

قیمت بارہ آنے

علاوہ محصول

ڈاک

مذاکرات نیاز

یعنی حضرت نیاز کی ڈائری جو ادبیات و تنقید عالیہ کا عجیب و غریب ذخیرہ ہے ایک اس کو شروع کر دینا اخیر تک پڑھ لینا ہے۔ یہ جدید ایڈیشن ہے جس میں صحت و نفاست کاغذ و طباعت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

قیمت ایک روپیہ آنے علاوہ محصول

انتقادیات

حضرت نیاز کے انتقادی مقالات کا مجموعہ فہرست مضامین ہے۔ ایمان و ہندوستان کا اثر جو من شاعری پر رسی زبان کی پیدائش پر مورخانہ نظر، اردو شاعری پر ریخی تبصرہ، اردو غزل گوئی کی عہد بہ عہد ترقی، نقشبندی رنگ و غالب کی فارسی غزل گوئی پر تبصرہ، ادبیات اور ابدال نظر، فنون ادبیہ و حقیقت نگاری۔

قیمت ساڑھے دو روپے

علاوہ محصول

فراست الیہ

(مؤلفہ نیاز فتح پوری)

اس کے مطالعہ سے ایک شخص انسانی ہاتھ کی شناخت اور اس کی لکیروں کو دیکھ کر اپنے یاد دہرے شخص کے مستقبل، سیرت، عروج و زوال، موت و حیات صحت و بیماری، شہرت و بیک نامی پر صحیح پیشین گوئی کر سکتا ہے۔

قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول

مذہب

حضرت نیاز کا وہ معرکہ آلا مقالہ جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ مذہب کی حقیقت کیا ہے اور دنیا میں یہ کیوں بکرا رہا ہے اس کے مطالعہ کے بعد انسان خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ مذہب کی پابندی کیا معنی رکھتی ہے۔

قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول

نگار کے خاص نمبر

جنوری، فروری ۱۹۴۸ء

پاکستان نمبر نگار کا جو بی نمبر جس میں دنیا کے سامنے اسلام کی عظمت رفتہ اور تمدن اسلام کے بلند حقائق کو پیش کیا گیا ہے تاکہ مسلمان اپنے مستقبل کی تعمیر کے وقت اسلام کے دور زردین کو نہ بھول جائے جس پر مسلم حکومت کی ترقی کی بنیاد قائم ہوئی تھی

قیمت دو روپے
علاوہ محصول

سالنامہ ۱۹۵۱ء (حسرت نمبر)

جس میں ملک کے تمام اکابر نقاد ادیب حصہ لیا ہے اور انتخاب کلام حسرت ان نڈاز سے کیا گیا ہے کہ آپ کو کلیات حسرت کے دیکھنے کی ضرورت نہ ہو بلکہ حسرت کی شاعری کا ترجمہ معلوم کرنے کیلئے اس کا مطالعہ ضروری ہے

فروری، مارچ ۱۹۴۹ء

جو فن انتقاد پر ملک کے بہترین اہل قلم اور ادیب فکر کے مضامین پر مشتمل ہے۔

قیمت دو روپے
علاوہ محصول

جنوری، فروری ۱۹۴۹ء

نگار کا افسانہ نمبر ہے جس میں تقریباً تیس افسانے بہترین اہل قلم کے شائع کئے گئے ہیں۔ اس سالنامہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مطالعہ سے آسانی معلوم کی جاسکتا ہے کہ افسانہ نگاری کے کتنے اسکول ہیں اور ہر اسکول کا معیاری فسانہ کیسا ہونا چاہئے۔

قیمت دو روپے
علاوہ محصول

جنوری، فروری ۱۹۵۱ء

اس سالنامہ کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں اس ہندس کی مشہور عالم کتاب آیت مستقبل کی تلاش کا ترجمہ اقتباس ہے جس میں اس ایران، مصر، عراق و فلسطین وغیرہ ممالک اسلامی کی سیاحت کے بعد واپس کی موجودہ اقتصادی زبوں حالی اور ان کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ ان کا مستقبل کتنا روشن ہے اگر وہ ترقی کے صحیح راستہ کو جان لیں۔ سالنامہ کا دوسرا حصہ ڈیڑھ نگار کے قلم کہے جس میں پہلی جنگ کے بعد مسلم حکومتوں کے انقلاب کی تاریخ اور اس کے اسباب کو ظاہر کیا گیا ہے۔

قیمت دو روپے
علاوہ محصول

جنوری، فروری ۱۹۵۳ء

جس میں داغ کے سوانح حیات کے بہت سے وہ پہلو پیش کئے گئے ہیں جو اس وقت تک سامنے نہ آئے تھے۔ اس نمبر میں قیام رام پور، قیام حیدر آباد کے زمانہ کے علاوہ ان کی حیات عشقیہ پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کے فن شعر گوئی پر ملک کے مشہور نقادوں نے اظہار خیال کیا ہے۔

قیمت دو روپے
علاوہ محصول

جنوری ۱۹۴۳ء

اس نمبر میں ریاض خیر آبادی مرحوم کے کلام پر ملک کے متعدد مشاہیر نے نقد و تبصرہ کر کے بتایا ہے کہ ریاض کی شاعری کیا تھی۔

قیمت ایک روپیہ
علاوہ محصول

سالنامہ ۱۹۵۵ء

(علوم اسلامی و علماء اسلام نمبر)
جس میں اسلامی علوم و فنون پر مفصل تبصرہ کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ مسلم حکومتوں نے علوم قرآن کی ترقی میں کیا حصہ لیا۔ اس کے علاوہ تمام ممالک اسلامیہ کے اکابر علم و ادب کے مختصر حالات دے کر ان کی علمی خدمات اور تصانیف کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

قیمت تین روپے
علاوہ محصول

سالنامہ ۱۹۵۴ء

(فرہاں روایان اسلام نمبر)
یہ تاریخ اسلامی کا پنجویں نمبر ہے جس میں ولادت نبوی سے لے کر اس وقت تک کی تمام مسلم حکومتوں کے شجرے دے کر ان کے اسباب عروج و زوال بتائے گئے ہیں۔ یہ سالنامہ دراصل ایک تاریخ نگار کا کام ہے جو ہر لکھے پڑھے کے پاس ہونا چاہیے۔

قیمت تین روپے
علاوہ محصول

سالنامہ ۱۹۴۸ء

(مومن نمبر) جو حسرت ہو چکا تھا اور جس کی مالک بہت زیادہ تھی دوبارہ شائع کیا گیا ہے مومن کے مطالعہ کے لئے اس کا پڑھنا لازمی ہے۔

قیمت دو روپے
علاوہ محصول